ما شاء الله لا قوة الا بالله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص کتاب البیع

بیع کہتے ہین مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہی ایجاب اور قبول سے دونون ماضی کے صیغے سے ہون
ف جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو
یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند مین اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے
کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہی فرمایا آپنے کھانا مرد کا اپنے ہاتھہ سے اور سب خرید و فروخت
جو بھلی ہووے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اے گروہ سوداگرون کے تحقیق کہ خرید اور فروخت مین لغو اور قسم ہوتی ہی تو ملا دو اسکو تم صدقے سے یعنی بیع مین
اکثر بیکار باتین اور جھوٹی قسمین صادر ہو جاتی ہین تو اس گناہ کے اٹھانے کے لیے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہوگیا اوسپر اور عقل بھی یہی چاہتی ہی کہ بیع جائز ہووے کیونکہ
آدمی محتاج ہی کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوسمین بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا
کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی ذات سے متعلق ہووے تو اوس سے ہرگز نہو سکیگا اور
اسیطرح کپڑے مین روئی کے درخت بونا اور اوسمین سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس سے بذات خاص ممکن نہین
اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لیے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی
چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا حسرت کے بیٹھہ رہتا اور ہر طرح خرابی ہی کذا فی الفتح اور دونون طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز
مال نہین ہی مثلاً شخص آزاد یا آگ تو اوسکی بیع جائز نہین اور ایجاب کہتے ہین اوس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اوسکے جواب مین
دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا مین نے بیچا بعد اوسکے مشتری نے کہا مین نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے
مشتری نے کہا مین نے خریدا بعد اوسکے بائع نے کہا مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہی کہ دونون

لفظ ماضی کے صیغے ہون یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کرین تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا
تو ایسی بیع صحیح نہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا فتح ص اور رضامندی کی قید بیع مین اسواسطے لگائی کہ بیع مکرہ
کی یعنی جس پر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہے ف اور اسکا بیان کتاب الاکراہ مین آویگا ص اور بیع بھی
جائز ہو جاتی ہے اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور زبان سے کچھ نکہین اور
اسکو بیع تعاطی کہتے ہین اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزون مین اور ذلیل چیزون مین بھی اور کرخی رح کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل
چیزون مین جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزون مین یعنی بیع تعاطی جائز نہین ہے ف ذلیل چیزین ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھاس وغیرہ اور
نفیس بھاری قیمت کی چیزین جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ ص اور بیع تعاطی مین شرط ہے کہ دونون جانب سے ہووے اور بعضون کے
نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہو وے تو بھی جائز ہے جیسے گیہون کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ
اوسمین گیہون رکھکر لیوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہون اوٹھا لیگیا ف تو اسمین
تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی ص یا پوچھا کہ گیہون کیونکر بیچتا ہے تو اوس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو
اور وہ پانچ پیمانے تولوا کر لے گیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے ف تو اسمین تعاطی صرف بائع
کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی مین بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی ظاہر نہو جیسے مثلاً اگر مشتری بیچ کر روپے
دیوے اور خریدی ہوئی شے اوٹھائے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی در مختار ص
پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس مین ف یعنی مجلس ایجاب مین اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے
بیع ثابت نہوگی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر
طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول و فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے
جو ایجاب کو فوت کر دیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہو کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل
ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے ص یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دیوے
مگر جب کئی چیزین ہون اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جبتک دوسرے نے قبول
نہین کیا ہے تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا ف اسواسطے کہ کھڑے ہو جانا دلیل ہے
نہ لینے کی ص اور جب ایجاب و قبول دونون پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسیکو اختیار نہین مگر خیار عیب یا خیار رویت ف یعنی
جب ایجاب و قبول اتنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہو گئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہین رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار
رہا سوای اختیار عیب کے یا رویت کے کہ اون دونون کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی رح کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ایک کو
رہتا ہے جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعی رح کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب بیع و فروخت کرین دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے ہین جب تک کہ جدا نہون اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری
قول ہے اللہ تعالی کا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے
اور قول اللہ تعالی کا وَاَشْھِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کر لو جب باہم بیع کرو تو اس آیت مین حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے

اور بیع صادق آتی ہی بعد ایجاب و قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو تو ان آیتون کا ابطال ہوتا ہی **ف** دوسری دلیل عدم
کی یہ ہی کہ جابر نے روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے کیونکہ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدلّم ثابت نہین ہوتا **ص** اور دام اگر سامنے ہون کہ مشتری اونکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان قیمت اور وصف
کی نہین اور اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے **ف** یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہو اور مشتری اشارہ کر دے
کہ مین ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہون تو ضرورت بیان انکے تعداد اور اوصاف کی نہین اور اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد کہ دس ہین اور اوصاف
یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری مثلاً بیان کرنا ضرور ہی **ص** اور درست ہی نقد داموں بیچنا اور ادھار بیچنا بشرطیکہ ادھار کی مدت
معلوم ہووے **ف** مثلاً کہدیوے کہ ایک مہینا اسکے روپیہ مین دونگا اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہوگی تو مشتری اور بائع مین جھگڑا
ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر مین دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہی کہ قول اللہ تعالی کا وَاَحَلَّ اللہُ البَیعَ وَحَرَّمَ
الرِّبٰوا مطلق ہی اوسمین یہ قید نہین کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے غلہ خرید ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کر دی اوسکے پاس زرہ اپنی **ص** اور اگر بیع مین دام کے اوصاف ذکر نہ کیجیے
ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہی یا دمشقی **ص** تو اگر اوس دام کی سب قسمین قیمت مین برابر ہین تو جونسی
قسم چاہے دیوے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہو تو جسکا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج مین برابر ہون اور قیمت مین مختلف
تو بیع فاسد ہو جاویگی مگر جو مقرر کر دے ایک قسم کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا دام
مانگیگا جو قیمت مین زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت دیگا **ص** اور جائز ہی بیع کھانے کی چیزونکی جیسے گیہون وغیرہ پیمانے مین ناپ
اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے بیع ہو **ف** مثلاً غلہ عوض مین روپیہ یا اشرفی یا پیسون کے بیچے یا گیہون بدلے مین چاول کے یا جو اور اگر
ایک جنس سے ہو مثلاً گیہون بدلے مین گیہون کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہین اسواسطے کہ اسمین احتمال ہی زیادتی کا اور زیادتی اس مین
بیاج ہی اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی
بدلے چاندی کے اور گیہون بدلے گیہون کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ دے
اور اوس ہاتھ لے اور خلاف جنس مین اسکا احتمال نہین کیونکہ اوسی حدیث عبادہ مین ہی کہ جب قسمین بدل جاوین تو جس طرح چاہو بیچو
مگر دست بدست **ص** اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تولکر بیچنا درست ہی اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے اور اگر اناج
کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھیرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جتنے صاع ہین سب کا ذکر کر دیوے مثلاً
یون کہے کہ بیچا مینے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہی ہر صاع بدلے ایک درہم کے **ف** اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین
کل ڈھیر مین بیع جائز ہو جاویگی اور صاع ایک پیمانہ کا نام ہی جسمین تخمیناً پونے چار سیر اناج سماتا ہی اسی روپے کے سیر سے **ص**
اور اگر بکریونکا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھیرا کر بیچے تو بیع کل کی ناجائز ہوگی **ف** یعنی ایک بکری اور ایک گز کی
بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہان افراد بکری کے مختلف ہین کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہ
سب دانے برابر ہین اور صاحبین کے نزدیک اسمین بھی جائز ہی اور یہ مسئلہ اوس کپڑے مین ہی جسمین ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا
ہووے اور جو نہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی **منہ ص** اور یہی حکم ہی ہر معدود متفاوت مین **ف** یعنی جو چیزین

ف اور اس دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایجاب و قبول کے خیار عیب و خیار رؤیت تو بالاتفاق باقی رہتا ہے اور ابطال آیات مذکورہ اوس سے نہیں ہوتا ہی بالاتفاق یہی حال ہی خیار مجلس کا

شمار کرکے بیچی جاتی ہین اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی مین مختلف ہین جیسے خربوزہ انار وغیرہ ص اور اگر بائع نے ایک ڈھیر
اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہین سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لے لے یا راضی نہو
تو واپس کردے اور جو سو سے زیادہ نکلین تو وہ بائع کا ہے اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے
تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان
دس روپے کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہین کہ جاہے کہ
اور جاسے بند کرے ف اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اسکی اصل کتاب مین مذکور ہے ص اور اگر تھان کی
قیمت مین بائع نے یون کہدیا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کو فی گز ایک روپے کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہے
کہ جسقدر ہے سو اوسکو لیلیا یا واپس کردیوے اور ایسا ہی ہے اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز
زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونون صورتون مین مشتری کو اختیار ہے فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا
حکم آگے آتا ہے ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہے اوسمین سے دس گز زمین بیچی جسکی جگہ معلوم نہو تو بیع فاسد ہے اور اگر اسکا سو حصے مین سے دس حصے
دس حصے بیچے تو جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین درست ہے ف اور دلیل سب کی ہدایہ مین مسطور ہے ص
اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچی کہ اوسمین دس تھان ہین اور اوسمین کم زیادہ نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہے
اور اسی صورت مین اگر ہر تھان کے دام کہدیے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہے چاہے حصہ کے
دام دیکر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بکے ہین
کونسے ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہے ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لیلیوے
بغیر اختیار کے ف یعنی اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ اس زیادتی مین مشتری کا نفع ہی ہے کچھ نقصان نہین ص اور اگر ساڑھے نو گز
نکلا تو نو روپے کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مشتری چاہے
تو اول صورت مین گیارہ روپے کو لیوے اور دوسری صورت مین دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین
ساڑھے دس روپے کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لے لیوے ف دُرمختار مین لکھا ہے کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن بہت
علمانے بسبب عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہے اسواسطے قاضی کو اختیار ہے جس روایت پر فتوے دے ہو سکتا ہے ص صحیح ہے بیچنا گیہون کا
بالی مین ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے
گیہون کے بالی مین یہانتک کہ سفید ہوجاوے اور محفوظ ہوجاوے آفت سے روایت کیا اسکو جماعت نے سوائے بخاری کے ص اور اسیطرح باقلے
اور چانول کا اور تل کا چھلکون مین اور اسیطرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام
شافعی کے نزدیک درست نہین اور دوسرے چھلکون مین یعنی اندر کے پوست مین بالاتفاق جائز ہے اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد
ہوگیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہوگیا ہو یا نہوا ہو درست ہے اور مشتری پر اسیوقت اوسکا توڑ لینا واجب ہے ف اور دلیل اسکی فتح القدیر مین
ہے ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہوگی جیسے
پھل درخت پر بیچے اور کچھ پھل بیچ سے نکال لیے ف مثلاً یہ کہا کہ یہ پھل اس درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر انمین سے لے لونگا اونکو

یہ ایک تھان ... [illegible] ... تھان ... [illegible] ... دس گز ... [illegible] ... اس مسئلہ مین مشتری ... [illegible] ... نقصان ... [illegible] ... ۱۲

نہ بیچونگا تو بیع ناجائز ہے اور ہدایہ اور درمختار میں ہے کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ شرع میں جو منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں کچھ نکال لینے کا یہ ہے کہ معلوم ہو یعنی معین کرے کہ اسمیں سے اسقدر نہیں بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے ص اور
بیع میں مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے
ف اور ایک روایت میں روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہی ہے ص اگر اسباب کو بدلے روپیہ اشرفی کے بیچا
تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے اسباب کے بیچا یا روپیہ اشرفی کو بدلے روپیہ اشرفی کے
خریدا تو دونوں کو حکم ہوگا کہ معاً ایک دوسرے کو دیویں

باب الخیار

ف یعنی جانچنے دیکھنے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار رہے یا مشتری کو یا دونو کو ص بائع اور مشتری دونوں کو خواہ ایک کو تین دن کا
یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہیں ف اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے ایک مدت معلومہ تک برابر ہے کہ تین
دن کا ہو یا خواہ ایک مہینے کا یا ایک برس کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہیں دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا
دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت میں تو فرمایا واسطے انکے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہے اور تجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبدالرزاق نے ابان بن
ابی عیاش سے انہوں نے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرد صالح ہے اور روایت کی دارقطنی
نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اسکی اسناد میں احمد بن میسرہ متروک
الحدیث ہے اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث میں
نشان نہیں ملتا ص تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفر کے نزدیک بیع فاسد ہے اور
صاحبین کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر انہوں نے اجازت دیدی ف یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا ص تو امام صاحب کے
نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفر کے نزدیک جائز نہوگی ف اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے ص اور جہاں شرط پر خریدا
کہ اگر تین دن تک دام نہ دونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگا دیگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین کے اور امام
محمد کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی
مسئلہ بائع کا اختیار شئی مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شئی مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہے تو اگر بائع کے
اختیار کی صورت میں وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اوس شئی کی لازم آویگی نہ ثمن ف ثمن اسکو
کہتے ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت جو اسکا نرخ بازار ہو مثلاً ایک کپڑا زید سے عمرو نے چار
روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہے جو اب بازار میں اوسکی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپیہ ہیں یا کم یا بیش اول صورت میں ثمن
اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت
زیادہ ہے اور اس مسئلے کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

رکھا کہ اس عرصہ مین چاہون تو کپڑا پھیرون یا اوسکی ثمن سے لون اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اوسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہو گیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آوین گے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہین اور مشتری اوسکو بقصد خریداری لیگیا ہی اور اوسمین قیمت لازم آتی ہی **ص** اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک مین آجاتی ہی اس صورت مین اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو گئی یا عیب دار ہو گئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی **ف** تو حاصل کلام یہ ہی کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور وہ شی اوسکے پاس تلف یا عیب دار ہو جاوے تو ثمن دینی پڑے گی **ص** اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے کہ انکے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا مالک ہو گیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین جماع نہ کیا اوس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہی تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہو تو نہین پھیر سکتا ہی نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا **ف** اور وجہ اوسکی ظاہر ہی اور آگے اور آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہین وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شی ملک مشتری مین نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے آجاتی ہی **ص** اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا **ف** یعنی ذو رحم محرم جیسکا بیان کتاب العتاق مین ہو چکا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا **ف** اور اگر یہ قسم کھائی تھی کہ مین کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی تو بعد خریدنے کے آزاد ہو جاویگا سب کے نزدیک ھدایہ **ص** اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار مین جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا مین شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد کر دیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار مین وہ جنی بیدا بائع مین تو امام صاحب کے نزدیک وہ ام ولد نہوگی اور اوسکو پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہو جاویگی تو اب نہین پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری نے ایک شی کو بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہو گئی مدت خیار مین تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور بجہت نہونے ملک کے اور مشتری پر اوسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون **ف** یعنی جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہووے **ص** ایک شی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف کر دیا تو امام صاحب کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہی یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی بشرط خیار پھر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہو گیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہو گیا

یعنی اب اسکو پھیر نہین سکتا ورنہ لازم آویگا تملیک خمر اور مسلم نہین مالک ہوتا تملیک خمر کا اور امام صاحب کے نزدیک باطل ہو گئی
بیع اسلیے کہ اگر بیع باقی رہے تو در صورت اسقاط خیار مالک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہین ہے
آٹھہ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہین اور جس شخص کو اختیار ہے وہ جائز اور تمام کر سکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اوسوقت حاضر نہو اور فسخ نہین
کر سکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہو وسے اور امام ابی یوسف رح اور شافعی رح کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہے بے اوسکے حضور کے اور اگر جس
شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار مین طرف ثانی کو خبر فسخ کی پونہچی تو معاملہ فسخ ہوجاویگا اور اگر مدت
خیار مین اوسکو خبر فسخ کی نہین پونہچی تو معاملہ تمام ہوجاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووسے اور وہ مرجاوے تو اوسکے
وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ مرگیا تو اوسکے وارث کو نہوگا **ف** خیار الشرط تو معلوم
ہوا اور خیار الرویۃ اسے کہتے ہین کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت مین مشتری کو اختیار
ہے پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع مین کوئی عیب نکلا تو اس مین بھی پھیر دینے کا اختیار ہوتا ہے اور
خیار التعیین یہ ہے کہ مثلا دو غلامون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مر گیا تو اوسکے وارث کو
بھی اختیار معین کر کے لے لینے کا باقی رہیگا **ص** اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے **ف** مثلا کہے کہ زید
اگر پسند کریگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی **ص** تو درست ہے اور اس صورت مین جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہوگا اور
اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونو کی باتین ساتھ ہووین تو بیع فسخ ہوجائیگی اور اگر
دو غلامونکو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کر دی ہے اور جس غلام مین اختیار ہے اوسکو معین
کر دیا تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے **ف** مثلا قیمت جداگانہ بیان کی اور محل خیار معین نکیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین کیا
یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہین کی **ص** اور اگر دو یا تین کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین کر لیگا تین دن مین
تو صحیح ہے اور جو شرط معین کی نہین کی تو جائز نہین اور جو ایک کو چار کپڑون مین سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہین **ف** یعنی اگر چار
کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین مین سے ایک پسند کر کے لے لونگا تو جائز نہین کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس سمجھا گیا جائز ہوئی ہے بنظر حاجت
کے دفع غبن کے اور تین کپڑون سے حاجت مندفع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ غالبا ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہین
ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار اور اوسکے بعد اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوس نے شفعہ کی راہ سے اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا
رضامندی شمار کیجاویگی پہلے گھر کی خرید مین **ف** اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکیا تو دوسرے گھر مین شفعہ کا دعوی نہ
ہوسکتا ہے **ص** اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک اوس مین سے راضی ہوگیا تو دوسرا بھی واپس نہین کر سکتا یعنی اوسکا اختیار
جاتا رہا اسلیے کہ جو وہ پھیر دیگا تو مبیع عیب دار ہو جاویگی بسبب تبعیض اور اسمین ضرر بائع کا ہے اور اسیطرح خیار العیب اور خیار الرویۃ مین **ف** یعنی دو شخصون نے
ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہوگیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہے پھیر نہین سکتا یا بن دیکھے دونون نے خریدا بعد
دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہے نہین پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین جو ناراض
ہے رد بیع کر سکتا ہے **ص** اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ یہ نان پز ہے یا نویسندہ ہے اور وہ اوسکے خلاف نکلا
تو مشتری چاہے کل ثمن کو دیکر لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہین انکے عوض مین ثمن مین نقصان نہوگا

ص فصل خیار رویت کے بیان مین

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین ص جس چیز کو مشتری نے ندیکھا ہو اوسکا خرید لینا درست ہی اور جب اوسکو
دیکھے تو اختیار ہی چاہے اوسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہوچکا ہو اوسکے لیے حق فسخ ہی ف
اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین تو جائز ہی واسطے اوسکے فسخ بیع تمام عمر تک ص جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نکہے
یا کوئی فعل ایسا نکرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف اور بعضوں کے نزدیک موقت ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھکے
قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہوجاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ خرید صحیح نہین ہی اور دلیل
ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابوہریرہ رض سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے
ایسی چیز کو کہ ندیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد مین اسکی عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی
طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا اوسکو امام ابوحنیفہ رض نے ہیثم سے انھون نے محمد بن سیرین سے انھون نے ابوہریرہ رض سے مثل
اوسکے اور یہی مؤید ہی اوسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے مکحول سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل
حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا ص اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ
جاری ہوجاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز ہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی شی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو
اختیار نہین ہی ف اور پہلے امام صاحب کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا (اسلیے کہ وہ بیع غیر لازم ہی ۱۲) لیکن پھر اوس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاوی نے اور
بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہ رض نے کچھ مال خریدا حضرت عثمان رض سے تو کہا گیا اوسے کہ نقصان پایا تم نے ہمین کہا حضرت
عثمان رض نے کہ مجکو اختیار ہی اسواسطے کہ مین نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہین دیکھا تو حکم بنایا اون دونون نے جبیر بن مطعم کو تو فیصلہ کیا انھون
نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہین اختیار ہی حضرت عثمان رض کو ص اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط دونون باطل
ہوجاتی ہین جب شی بیع مین مشتری کے پاس اونکر کچھ عیب ہوجاوے یا مشتری اوس شی مین ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہووے
جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہوجاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو
رکھدے یا کرایہ مین دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہون یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہوجاتا ہی اور اسیطرح خیار الشرط
اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار مین وہ شی ملک بائع سے
نہین نکلتی ص یا بازار مین اوسکا نرخ کراوے یا کسی کو ہبہ کر دیوے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل
نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہوجاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پٹھے کو
اور تہ کیے ہوے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اوسمین نقش ونگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہوجاویگا اور اگر اوس کپڑے مین نقش ونگار
ہو تو جس جگہ نقش ہی اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہی بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا ف اور درمختار مین ہی کہ ہر کپڑے کو اندر سے
دیکھنا کھول کر ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ص مشتری نے اگر کسیکو مول لینے کے لیے یا بیع پر
قبضہ کرنے کے لیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہوجاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر

مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پونہچا دے قبضہ کرنیکا یا تسلیم کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پونہچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکے دیکھنے سے خیار ساقط ہوجاویگا آور ہدایہ مین ہی کہ اسپر اجماع ہی امام صاحب اور صاحبین کا البتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی اور غایۃ الاوطار مین جو اختلاف وکیل خرید مین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی **ص** اور اس ماننے مین داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہی کیونکہ زمانہ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اونکے ایکسان تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا **ف** اور امام زفر کے نزدیک فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہین بلکہ اوسکے دالان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اس ماننے مین اور اسیطرح حکم ہی باغ کا **دُرّ مختار ص** اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور جب خریدے تو اوسکو اختیار رہیگا اور اگر اوسکو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اُون چیزون مین جو ٹٹو لے یا سونگھے یا چکھے سے اونکا حال معلوم ہوجاتا ہی **ف** جیسے بکری عطر حلوا **ص** اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک کہ اوسکے اوصاف بیان نکیے جاوین اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہ مین کھڑا ہوجاوے کہ درصورت بینائی اوسکو دیکھ لیتا تو خیار اوسکا ساقط ہوگا **ف** جبتک بھی کہدے کہ مین راضی ہوگیا آور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہی **ھدایہ ص** اگر دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھ کے دونون کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جس کو نہین دیکھا تھا آور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اوسکا حال بدل گیا ہی تو اوسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی قسم سے آور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھ کے خریدا ہی اور مشتری کہے کہ مین نے بن دیکھے خریدا ہی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہی آور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کیسی کو ہبہ کرکے اوسکے حوالے کر دیا تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اوسمین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی **ف** ہدایہ مین اور اصل کتاب مین اسکی وجہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے مین تفریق صفقہ ہوتی ہی قبل تمام صفقہ کے آور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اوسکے اور خیار عیب منع کرتی ہی تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ مین بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیریگا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ آور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مسطور ہی آور یہی ہدایہ مین لکھا ہی کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط کے اور اسی پر اعتماد کیا قدوری نے آور در مختار مین ہی کہ یہی صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کرسکتا ہی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے

واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہو درمختار طحطاوی

ص فصل خیار عیب کے بیان مین

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہی اوسکے بیان مین ص مشتری اگر مبیع مین ایسا عیب پاوے جسسے اوسکی قیمت تاجرون کے نزدیک کم ہوجاتی ہی تو اوسکو اختیار ہی چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے دامون سے لے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہی جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عداء بن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہین عیب ہی اوسمین اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین مین ہی بیع المسلم بالمسلم ما کان سلیماً بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہی جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داؤد مین ہی حضرت عائشہ رض سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اوسکے پاس رہا پھر اوسمین عیب پایا تو پھیر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اوسکا نقصان ہوا ہی بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے مین جب عقل رکھتے ہون عیب ہی اور جب عقل نرکھتے ہون تو عیب نہین اور بڑے پن مین دوسرا عیب ہی ف حاصل اسکا یہ ہی کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہی وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور [یعنی سن بلوغ ۱۲] اگر بدل جاویگا تو اوس صورت مین خیار نہین مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن مین چورایا اور وہ عقل رکھتا ہی اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونون جگہ ایک ہی وہ نے پروائی جو عہد طفولیت مین ہوتی ہی ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن مین کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت مین مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی ہی اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہی ص اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نرکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہین ہی ف اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار مین نہین بلکہ وہ گمراہ ہی ھدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹے پن مین ہووے یا بڑے پن مین ہر طرح ایک عیب ہی تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس کر خواہ چھوٹے پن مین مجنون ہوا یا بڑے پن مین ہر صورت مین اوسکو اختیار واپسی کا ہی اور منہ اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی مین عیب ہی غلام مین نہین ف اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتین اوسمین مخل ہین برخلاف غلام کے کہ خدمت مین یہ باتین قادح نہین الا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت مین خدمت مین حرج ہوگا ھدایہ ص اور اوسکا کافر ہونا دونون مین عیب ہی ف اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہی کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارہ قتل مین صحیح نہین ہی تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہی اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہی اور امام شافعی کے نزدیک رد کرسکتا ہی ھدایہ ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہی ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہی بلوغ کی نزدیک امام ابو حنیفہ کے عورت مین اور ان دونون کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیجاویگی

جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہوے یا بعد قبض کے ہدایہ ص اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہین
ف کیونکہ ابھی احتمال ہی بالغ نہو نیکا ص اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس تھا اوسکے موافق
نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہین کر سکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو
قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہی اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہین پھیر سکتا مگر جب
بائع راضی ہوجاوے اوس قطع کیے ہوے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض
بائع سے نہین لے سکتا اسلیے کہ بائع کو اختیار تھا کہ مبیع عیب دار لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا
تو وہ نقصان نہین لے سکتا اور اگر قطع کرکے اوسکو سلیا یا سرخ رنگا ف اور اگر سیا رنگے گا تو بائع اگر راضی ہوجاویگا تو پھیر سکتا ہی
ص یا ستو خریدکے اوسکو گھی مین ملایا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو بائع پھیر نہین سکتا
ف اگرچہ بائع راضی ہوجاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ملک مشتری ہوگئی ہی اور وہ جدا نہین ہوسکتی ص اور اگر بعد
عیب معلوم ہونے کے ان چیزون کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ اس صورت مین مشتری حابس
مبیع نہین ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اوسکو نہین لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہیگا ف ہدایہ مین ہی کہ اگر
کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کرکے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہین پھیر سکتا
اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہی ص اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا
لونڈی خریدی اور اوسکو ام ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلا بائع سے پھیر سکتا
ہی اور اگر مال کے عوض مین اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اوسمین سے کھا لیا یا کپڑا خریدکے
اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہین سکتا اور اگر انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا
یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کارآمد نہووے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر
کچھ کارآمد ہی تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہوجاویگی
جیسے سو اخروٹون مین ایک یا دو بُرے نکلے ہدایہ ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین
عیب معلوم ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انھون نے دیکھا تھا
اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس عیب تھا اور اوسنے
انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوس شی کو
پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شی پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہین پھیر سکتا
ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی
مشتری پر واسطے ادای قیمت کے جبر نکریگا یہانتک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی
یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت مین قاضی ثمن بائع کو مشتری سے
دلا دیویگا اور دوسری صورت مین وہ شی بائع کو پھروا دیگا تو جب ان دونون امرون مین سے کوئی امر نپایا جاوے تو قاضی

مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہی کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کروادے تو اب قضا ی قاضی باطل ہوجاویگی **ص** اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہوجاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھر وادیجاویگی **ف** تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت مین ثمن مشتری سے دلادیجاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آگئے اور انھون نے گواہی دی اوس شئی کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلادی جاویگی اور مبیع بائع کو **کفایہ** **ص** تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کرلینے کے دعوی کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہی تو بائع سے قسم نلیجاویگی جبتک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہی اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اوس نے اوس غلام کو اور سپرد کیا اوسکو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا ہرگز یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اوسکے رد کا نہین پہونچتا اوپر میرے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے ہرگز **ف** کیونکہ ان تینون صورتون مین بائع کو گنجائش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہی کہ اوسطرح پر قسم سے سچ ہے **ص** اور اسطرح سے قسم ندیوے کہ قسم خدا کی جسوقت اوسنے بیچا تھا اوسوقت غلام مین یہ عیب تھا یا قسم خدا کی جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب تھا **ف** اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہوگیا ہو اس صورت مین اوسکا کلام سچا ہوسکتا ہی اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہی اور دوسری صورت مین ہوسکتا ہی کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا **ص** اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہو وین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی تو اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مشتری کا لغو ہوگیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہونکے پیش ہونے کے دیجاتی تھی **ف** یعنی اوسی تین طرح سے **ص** اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون تو بائع کو قسم بالکل ندیجاویگی **ف** اسواسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہی دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نکرے مبیع مین گواہون سے اور یہان گواہون سے عیب ثابت نہین ہوا پس حلف نلیجاویگی اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا میرے پاس جب سے یہ مردون مین شریک ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی اسواسطے کہ چھٹپن مین بھاگنا سبب نہین رد کا بعد بلوغ کے **ھدایہ** **ص** اور ایک قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے **ف** اور یہی مختار ہی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کرلینے کے مشتری کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان بیچی تھین ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی اکیلی ان دامون مین بیچی تھی تو قول

مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچی تھین لیکن مشتری
یہ کہتا ہی کہ میرے قبضے مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہی کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے
ہوگا اسلیے کہ اختلاف قدر مقبوض مین ہی پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب مین اور اسیطرح اگر قدر مبیع
مین اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض مین مشتری کہتا ہی کہ دونون کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر مین نے قبضہ کیا اور
بائع کہتا ہی تو نے دونون پر قبضہ کیا ہی تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بخلاف اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین
خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے
ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقۂ بیع تمام نہین ہوا ہی
بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی قبل تمام کے اور وہ
جائز نہین ہدایہ ص اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہی ف اسواسطے کہ یہان
صفقہ بسبب قبض کے تمام ہو گیا ہی تو تفریق صفقہ مین کچھ قباحت نہین ص جو چیز ناپ یا تلکے بکتی ہی ف جیسے غلہ
وغیرہ ص اگر اوسمین سے کسی قدر مین عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلاً اگر
من بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اوسمین سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کل کو واپس کرے چاہے کل کو رکھے
اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہی اوسکو واپس کر دے اور باقی کو رکھ لیوے ص اور بعضون نے کہا یہ جب ہی
کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علحدہ علحدہ ہووے تو وہ بمنزلے دو عددون کے ہی ف
جیسے دو بورے گیہون کے ہوویں من من بھر کے ص تو جسمین عیب نکلے اوس ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر مبیع مین کسی
قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو اوسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر باستحقاق مستحق سے
باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی ہان مبیع
اگر کپڑا ہووے اور اوسمین تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے ف
اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہی تو اوسمین تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام
بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہی اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے
کے لیے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی ص اگر ایک گھوڑا خرید کر اوسمین عیب پایا اور پھر اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے
واسطے اوسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اسلیے کہ یہ رضا ہی اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے
کے لیے یا چارا خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار
ہوے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہوویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا
تھا اور مشتری کے پاس آنکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو
پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونو
حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اوسی غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہی اور اگر سارق ہو تو

کیا قیمت ہی لگاکر اول جو ثانی پر بڑہے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے ورا میبطرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مہلی الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب بچہ جننے کے مرگئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگاکر اول کی قیمت جتنی بڑہے اوسقدر پھیر لیوے ہدایہ ص اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین بیع کے سب عیبون سے بری ہوں اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت پھیر نسکیگا اگرچہ بائع نے ہر عیب کا نام نلیا ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک درست نہین اور بائع سب عیبون سے بری رہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع کے ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف رح کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہی زفر رح کا اور مختار قول امام ابو یوسف رح کا

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح وقایہ مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہی بسبب فوت ارکان بیع کے (یعنی بائع یا مشتری ۱۲) اور اگر ایجاب و قبول و مبیع مین خلل نہ پڑے لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سؤر یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہووے جو مقتضای عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی اور اصل کتاب مین ہی کہ مال وہ چیز ہی جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپسے مر جاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہی (یعنی شرح وقایہ مین ۱۲) لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہی اور رفیقے مجوسی کے مال ہین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سؤر اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہی یعنی نہ اوسکی قیمت اور اوسکی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہمکو حکم ہوا ہی لیکن مجوس اور یہودیون مین مال متقوم ہی تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپسے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہی برابر ہی کہ اوسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہی ہماری شرع مین جیسے شراب یا سؤر یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپے اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہی اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو اون چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہی اور اون چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہی کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہوں اور فاسد وہ ہی جسکی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ فرق نہین ہی اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہی انتہی اور ہدایہ مین ہی کہ بیع باطل مین وہ شی مشتری کے ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد مین جب مشتری اوس شی پر قبضہ کر لیوے تو اوسکا مالک ہوجاتا ہی اور اوس شی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہی اسکی مثال یہ ہی کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے مین مردے یا خون کے

یعنی مال شرع مین ایسا ہو کہ مال متقوم نہو ۱۲

خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہوگیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے مین شراب یا سوئر کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوسپر قبضہ کریگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاوےگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہی اس قاعدۂ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہی کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل ہی بیع اوس چیز کی جو مال نہین ہی جیسے خون یا مُردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ کہ حرام کیا انکو اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ یعنی حرام ہی تمپر مُردہ جانور اور خون اور گوشت سوئر کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوای خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہی اونپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابو داوٗد نے ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاری اور مسلمؒ نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکے مین تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مُردہ اور سوئر اور بتونکی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمایئے چربی کو مُردے کی کہ روغن کرتے ہین اوس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہین اوس سے کھالین اور روشنی کرتے ہین اوس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہی لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اونپر چربی جانورون کی پگھلایا اوسکو پھر بیچا اوسکو پھر کھائے دام اوسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہین ہی اور صحیح بخاری مین مروی ہی ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہونگا مین اونکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اوسنے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جسنے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی اور ایک وہ شخص جسنے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی **ص** اور اسیطرح ان چیزون کے عوض مین بیچنا بھی باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع اُمّ ولد کی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کردیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے اُمّ ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث مین آوے خدمت لے اوس سے مالک اوسکا جب تک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی **ھ** ایضاً مدبر مطلق اوسکو کہتے ہین جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جیسے مالک کہے کہ اگر مین اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مر جاؤن تو تو آزاد ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور مکاتب کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہی شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہی اور مذہب ایسے مین ہی کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمین دو روایتین ہین اصح اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی اسواسطے کہ روایت کی ابو داوٗد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہی جبتک کہ باقی رہے اوسپر ایک درہم اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابتؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے

کہ آئی بریرہ مدد مانگتی تھی حضرت عایشہؓ سے اپنے بدل کتابت مین سو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی
ہو جاوین اس بات پر کہ سب روپے مین اونکو ایک دفعہ دیدون اور تجکو آزاد کر دون تو مین یہ امر کرونگی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اس بات کا
اپنے مالکون سے کہا اونھون نے نہین راضی ہین ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عایشہؓ نے
اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپنے کہ خرید کر لو تم اوسکو اور آزاد کردو اور ترکہ اوسیکو ملیگا جو آزاد
کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہوجاوے جیسے درست ہی اور یہی موافق
قیاس کے ہی ص اور باطل ہی بیع اوس مال کی جو شرع مین نہ قیمت ہی جیسے شراب یا سوور روپے اشرفی کے بدلے مین ف
یعنی اون چیزون کے بدلے مین جو ثمن ہین جیسے روپے اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی کوئی شی حرام کرتا ہی ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور
گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالی نے بیع شراب اور سوور اور مردے اور بتونکی ص اور اگر بائع نے آزاد اور
غلام کو ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ف جسپر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر
ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مرگیا ہو ص تو دونون کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علحدہ کہدی ہووے ف
مثلاً یون کہے کہ بیچا مینے ان دونونکو بدلے مین دو روپے کے ایک روپیہ قیمت ہی مذبوحکی اور ایک روپیہ مردیکی ص
اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنی ملک کو شی وقف کے ساتھ ملا کر فروخت
کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہوجاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہوگی ف
اگرچہ ہر ایک کی قیمت علحدہ علحدہ بیان نہ کی ہووے ھذا یہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے مین شراب کے
یا شراب کا بدلے مین اسباب کے فاسد ہی ف یعنی یہ بیع فاسد ہی اسباب مین تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کریگا اس
صورت مین اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہوجاویگا لیکن شراب مین باطل ہی یہانتک کہ عین شراب کا
مالک نہین ہوسکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہی وہ اوسکی قیمت دیگا ص اور باطل ہی بیع مچھلی کی دریا مین قبل
شکار کے اگر روپے اشرفی کے بدلے مین ہووے اور فاسد ہی اسباب کے بدلے مین ف اسواسطے کہ روایت ہی ابن مسعود
رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خریدو مچھلی کو پانی مین بیشک اوسمین خطر ہی یعنی دھوکا ہی
روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہی اور روایت کی امام ابو یوسف رہ نے
کتاب الخراج مین عمر بن خطابؓ سے کہ فرمایا انھونؓ نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی مین بیشک وہ دھوکا ہی اور نکالا مثل اوسکے ابن مسعودؓ سے
ص اور اگر مچھلی کو شکار کرکے ایسے گڑھے مین ڈالدیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہین تو اوسکی بیع جائز ہی اور اگر بغیر جال
یا شست کے نہین پکڑ سکتے ہین تو فاسد ہی اور اگر مچھلیان دریا سے ایک طرف گڑھے مین آکر جمع ہو رہی ہین اور راہ اونکی راہ
دریا کی بند کردی تو بیع اونکی جائز ہی ورنہ باطل ہی اور یہی باطل ہی بیع ہوا مین اوڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل
پکڑنے کے وہ ملک مین نہین آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہی تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہین ہی اور منع کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے اور اگر وہ پرندہ جانور ایسا

ہو کہ بائع سے ہلا ہوا اور اوسکے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہی بیع اوسکی ورنہ نہین فتح **ص** اور باطل ہی بیع بچے
کی پیٹ مین **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے سے اوس چیز کے جو پیٹ مین ہی
چوپایون کے یہانتک کہ جنین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا
بیع سے اوس چیز کے جو نر کی پشت مین ہووے اور مادہ کے شکم مین **ص** اور بچے کے بچے کی **ف** یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہو ویسے ہی
اوس بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کے اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق
ہین لغت کے اور قریب ہین از روی لفظ کے اور اسی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہین
کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووےگا اور پھر بچے کا بچہ اوس وقت مین دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد
ہی قسطلانی **ص** اور جائز نہین بیع دودھ کی تھن مین جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اوس چیز کی جو تھنون مین جانور کے ہی اور روایت ہی ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہانتک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن مین روایت
کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور نکالا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین عکرمہ سے اور یہی راجح ہی اور یہی نکالا اوسکو
موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اوسکو بیہقی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عکرمہ سے انھون نے
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن مین اور گوشت بکری مین یا چربی اوسکی یا گھی
اوسکے پایون اور اوسکے پایون کی جب تک نہ ہووے یا آٹا گیہون مین یا گھی دودھ مین فتح **ص** جاننا چاہیے کہ دودھ کی تھن مین بیع جائز
نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین کہ تھن کے اندر دودھ ہی یا خون ہی یا ریح تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے
اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہی کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہی تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا
تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہی کہ بیع فاسد ہو **ف** اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا
دونون صورتون کو شامل ہو جاوے **ص** اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اسلیے کہ محل قطع مین جھگڑا ہوگا اور جس بیع مین
جھگڑا ہو پس وہ فاسد ہی **ف** اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کڑی کی چھت مین اور ایک گز کی
کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے
کڑی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہی بیع اوس چیز کی جو شکاری کے ایکبار جال لگانے مین پھنسے **ف** اسواسطے
کہ اسمین دھوکا ہی اور منع کیا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے اور اسیطرح باطل ہی بیع غوطہ باز کی ایکبار کے غوطے کی
اسلیے کہ مقصود اوسکا مجہول ہی ۱۲
کیونکہ منع کیا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید مین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہی بیع
مزابنہ اور وہ یہی کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطے شبہ ربا کے **ف** اور اسیطرح سے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے
اوس گیہون کے بدلے مین جو کٹے ہوے الگ رکھے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہی اسواسطے کہ اسمین گمان ربا کا ہی بسبب
بغیر برابری کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم نے

ابوہریرہ رض سے اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے جابر سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے ص اور فاسد ہی بیع ملامسہ اور بیع حصات اور منابذہ کی اسلیے کہ بیع منعقد ہوتی ہی ساتھ ایک فعل کے ان فعلون سے مثل جو کے ف یہ تینون بیع مروج تھین زمانہ جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری فسخ کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہین کہ مشتری جب اوسپر کنکر رکھہ دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب بیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب سنن نے ابوہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصات سے ص اور نہین جائز بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑون سے بلا تعیین مگر بشرط اسکے کہ لیوے مشتری جسکو چاہے اور باطل ہی بیچنا گھانس کا جو نہین مین اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہی اور اوسکو ٹھیکہ دینا اسلیے کہ یہ اجارہ ہی مال کی عین پر ف اسواسطے کہ ثابت ہی ابو داود نے سنن مین جریر بن عثمان سے انھون نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھانس اور آگ مین اور روایت کیا اوسکو امام احمد رح نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین احمد رح اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہی اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین فتح ص اور باطل ہی بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک چھتے مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جاویگی بسبب ہونے مال متقوم کے ۱۲ اور امام محمد رح اور شافعی رح کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہون جائز ہی ف اور اسی پر فتوی ہی در مختار ص اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی ف یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی ص امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب ان کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کی ریشم کی تبعیت مین درست ہی اور امام محمد رح کے نزدیک ہر صورت مین درست ہی ف اور یہی قول ہی ائمہ ثلاثہ کا اور اسی پر فتوی ہی در مختار ص اور بھاگے ہوے غلام کی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوے غلام کی بیع سے اسلیے کہ وہ غیر مقدور التسلیم ہی ۱۲ روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ص مگر اوس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا ف اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہی بلکہ اوسکے قبضے مین ہی ص اور باطل ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہووے اسلیے کہ وہ جز آدمی کا ہی پس نہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہی واسطے اعتبار جزء کے ساتھ کل کے اور امام شافعی رح کے نزدیک مطلقاً جائز ہی ف اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمد رح اور مالک رح فتح القدیر مین ہی کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہی یہان تک کہ بعض مشائخ نے آنکھ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہی اور بعضون نے جائز رکھا ہی دوا کے واسطے ص اور باطل ہی بیع سور کے بالون کی ف اسواسطے کہ وہ نجس العین

ہی **ص** اور موزہ سینے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہی **ف** اور اگر کہیں بدون خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خریدنا اوسکی جائز ہی اور بائع کو اوسکی بیع حرام ہی تو اوسکی قیمت حلال نہیں بائع کے لیے آور بال اور اسکا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہی امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمد رحمہ کے در مختار **ص** اور باطل ہی بیع آدمی کے بالون کی اور حرام ہی نفع اوٹھانا اوس سے آور بھی باطل ہی بیع جانور مُردے کی کہال کی قبل دباغت کے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مُردے کی کہال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھون سے **ص** اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہی **ف** اور دلیلین اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذرین اور قوی دلیل یہ ہی کہ روایت کی بخاری مسلم نے عبد اللہ بن عباس رض سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے مین اور وہ مر گئی تو گذرے اوس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیون نہین لی تم نے کہال اوسکی اور دباغت کر کے نفع نہ اوٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مُردہ ہی فرمایا آپنے کہ مردے کا صرف کہانا حرام ہی **ص** اسیطرح مُردار جانور کی ہڈی اور اون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہی **ف** اسواسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذری کہ موت انمین سرایت نہین کرتی **ص** اور ہاتی مثل درندون کے ہی اوسکی ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہی مگر امام محمد رہ کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ امام محمد رہ کے نزدیک ہاتی مثل سُور کے نجس العین ہی اور صحیح ہمارا مذہب ہی اور اوسی کے مؤید ہین بہت سے احادیث جنکا بیان فصل دباغت مین کتاب الطہارۃ سے گذرا **ص** اگر بالاخانہ ایک شخص کا تہا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونون گر گئے یا بالاخانہ فقط بالکل گر گیا اب بالاخانے کے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہی اسواسطے کہ سوا اوپر ہونیکے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونے کا حق مال نہین **ف** یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اوپر ہونیکا حق باقی ہی اور وہ مال نہین ہی اور جو مال نہین ہی اوسکی بیع باطل ہی ھدایہ **ص** ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہی بعد اسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہی اور اگر ایک مینڈھا خریدا بعد اوسکے بہیڑ نکلی تو بیع جائز ہی لیکن مشتری کو اختیار ہی چاہے رکھے یا پہیر دیوے آور فاسد ہی خرید اس طور پر کہ مشتری سے بائع اوسی چیز کو پہلی قیمت سے کم مین لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اوسکی یہ ہی ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوے تہے کہ مشتری سے پہر اوسکو خرید لی تو دس کے عوض مین دس ہو گئے اور بائع کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہی جو مالک کے ضمان مین نہین آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی روایت کی امام ابوحنیفہ نے مسند مین ابی اسحق سبیعی سے انھون نے عورت سے ابی السفر کی کہ کہا ایک عورت نے حضرت عایشہ رض سے کہ زید بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے مین پہر خریدا اوسکو چھ سو درہم کے عوض مین

توکہا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پونہچاوے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالی باطل کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نکروگے اور روایت کی امام احمدؓ نے بسند صحیح کہ آئی حضرت عایشہؓ کے پاس ایک عورت اور کہا
اوسنے کہ مین نے زید بن ارقمؓ کے ہاتھہ ایک غلام بیچا آٹھہ سو روپی کو میعاد پر پھر خرید لیا مین نے اونسے چھہ سو روپی کو تو
فرمایا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پونہچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر
توبہ نکروگے برا کیا تو نے جو بیچا اور جو خریدا اور یہ حدیث صحیح ہی اور یہ قول حضرت عایشہؓ کا پہچانا گیا ہی قول سے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعیؓ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہی اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہی باطل ہی اسواسطے کہ عالیہ
ایک عورت جلیل القدر ہی زوجہ ہی ابی اسحق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سنا ہی اوس نے حضرت
عایشہؓ سے فتح ص اور ایک لونڈی پندرہ روپی کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے
ساتھہ ملاکر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہی اور دوسری مین جائز ہی بقدر حصہ ثمن کے ف اسواسطے
کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے کم کو خریدا ہی تو اوسمین بیع جائز نہوگی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہو جاویگی ص
تیل کو اس طرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیوینگے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرینگے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا
ہو یا نہو تو یہ فاسد ہی اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہی اوتنا حساب مین مجرا کرینگے تو یہ درست
ہی ف اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضای عقد ہی کیونکہ احتمال ہی کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور
دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای عقد ہی اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہی اور ہر تری چیز مین یہی حکم ہی ص اگر
گھی کپے مین خریدا اور مشتری جب کپا پھیرنے گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا
اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھہ قسم کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ کپے پر قابض مشتری تھا
اور قول قابض کا معتبر ہوگا ھدایہ اور یہان بھی قید گھی کی اتفاقی ہی بلکہ جو تری چیز ہو اوسمین یہی حکم ہی ص باطل ہی بیع
مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہی بیع اور ہبہ راہ کا ف یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے
کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہی تو جس شخص کی زمین پہ پانی بہ کے جاتا ہی اوس نے اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہی اور اگر ایک
شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہی اور اوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہی ص بعض علما نے کہا ہی
کہ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی ف جیسے نہر یا نالے یا چھت ص اور راہ سے بھی رقبہ
راہ مراد ہی یعنی اوتنی جگہ جسمین سے گذرتا ہی تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہی لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین ف جب تک
کہ اوسکا طول و عرض معین معلوم نہووے اور جب اوسکا طول و عرض بیان کر دیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا
ہو جاوے تو جائز ہی بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اوسکے حدود اور جگہ بیان کر دیوے
تب بھی جائز ہی ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے چلپی ص اور رقبہ راہ معلوم ہی اگر اوسکے حدود بیان کرے اور اگر
نہین بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہی دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین مین تو جائز ہی اوسمین بیع اور ہبہ اور
مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر ہی تو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی یعنی

دیسا حق ہی کہ متعلق ہو ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا **ف** جب چھت گر جاوے **ص** اور راہ سے اگر حق گذرنے کا مراد ہی تو اوسمین دو روایتین ہین **ف** ایک روایت مین بیع اوسکی صحیح ہی اور دوسری روایت مین باطل ہی اور مختار مین ہی کہ اکثر فقہانے روایت اول سے اخذ کیا ہی اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہی **ص** وجہ بطلان یہ ہی کہ وہ صرف حق ہی اور مال نہین ہی آہ. وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف احتیاج ہی اور وہ ایک حق معلوم ہی متعلق ہی اوس چیز سے جو باقی ہی **ف** یہ جب ہی کہ حق گذرنیکا زمین پر ہو اور جو چھت پر ہو تو باتفاق باطل ہی **ص** اور صحیح ہی وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب و رسور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحب کے **ف** لیکن مکروہ ہی بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہی کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اوسکو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے طحطاوی **ص** اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین **ف** در مختار مین ہی کہ یہی ظاہر ہی **ص** یہان پر بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ احادیث اور آثار شرط بیع مین مختلف وارد ہوئے ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونون کا معلوم ہوتا ہی اور حدیث اوپر گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حضرت عایشہ رض سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکون کے لیے ولاء کی اور ولا اوسیکو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع جائز ہی اور شرط باطل آہ اور پہلی اوپر گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع اور شرط دونون جائز ہین اسواسطے فقہانے شروط کی تقسیم کر دی **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہو جیسے شرط ملک واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد مقتضی نہو ولیکن اوسمین نفع کسیکو نہو **ف** یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہی اوسکی مثال ہدایہ مین لکھی ہی کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیع نکرے **ص** جائز ہی **ف** اور وہ شرط لغو ہی مثلاً اس صورت مین مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی نہو اور اوسمین بائع کو نفع ہو یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد اول کی مثال یہ ہی کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہی دوسرے کی مثال یہ ہی کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا جوتا خریدے اس شرط پر کہ اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا نفع ہی مگر جوتی مین شرط تسمہ لگانے کی جائز ہی استحساناً واسطے تعامل انسانون کے اور قیاساً جائز نہین تیسرے کی مثال یہ ہی کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہی آہ اور فاسد ہی بیع لونڈی کی بدون حمل کے **ف** یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہی اور لونڈی تیری ہی تو یہ بیع فاسد ہی اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہوگا **ص** اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کے لیے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہودیون کی عید تک دونگا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہی **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر مین دیگا اور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہی در مختار

نوروز اوس دن کو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی اور مہرگان وہ دن ہی جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی
ص یا یہ کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک
دونگا تو بھی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان
مدتون تک بیع کے اور قبل ان وقتون کے آنیکی مدت کو ساقط کردیا تو بیع صحیح ہوجاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہی

ف فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

ص بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہی بعضون کے نزدیک تو اوسکے تلف ہوجانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا
اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی قنیہ
ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحۃً ہو ف مثلاً بائع یہ کہے
کہ تو اسپر قبضہ کرلے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونون مال
ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہوجاویگا اور اگر ہلاک ہوجاوے قبضہ مشتری مین تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل
حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اُن چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً اون چیزون مین
جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا
دشوار ہی اسواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہی ص اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا
قبل قبض مبیع کے اور اسیطرح بعد قبض مبیع کے جب تک وہ شی مشتری کی ملک مین ہو اگر فساد ذات عقد مین ہو یعنی احد
العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین دو درہم کے ف اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین اور اگر کوئی فسخ مین انکار کرے
تو قاضی جبراً فسخ کرادیوے درمختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری
مجکو ایک ہدیہ دیوے تو جسنے شرط لگائی ہو اوسکو فسخ واجب ہی امام محمد رہ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہی
تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کردیا اور تسلیم کردیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اوسکو آزاد کردیا تو یہ تصرفات
مشتری کے صحیح ہوجاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا
متعلق ہوگیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالی غنی ہی اور بندہ محتاج ہی ص
اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہین لے سکتا جب تک اوسکا ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مرجاوے تو پہلے
اوس شی کو بیچکر مشتری کا ثمن ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرضخواہون کو جو بچے گا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مرجاوے
تو شی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اوسکے جو بچے گا بعد تجہیز وتکفین کے اور قرضخواہون کو ملے گا هدایه ص
اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے
جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہوگیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسی طرح پر اگر ایک شخص نے
دعوی کیا کچھ روپیون یا اشرفیون کا اوسکے اوپر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپے یا اشرفی ادا کردیے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا
کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اون روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہوجاویگا ف اور مدعا علیہ سے

جسقدر روپیے تھے وہ پھیر نا پڑینگے **ص** اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا **ف** ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کرسکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہے اون مانیین

فصل مکروہات بیع مین

ص مکروہ ہی لاڑھیا بن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اوسکی خرید مین رغبت کرے اور وہ یکا یا ہوے اور اسکو خرید نا منظور نہو **ف** اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ نجش کرو **ص** اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کرچکا ہو اور دونون کی رضا پائی جاتی ہو اوسپر **ف** اور اگر اوسنے ابھی مول نہین چکایا تو جائز ہی صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رض سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر ذمی ہو یا مستامن در مختار **ص** اور مکروہ ہی اناج کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے اسلیے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہی تو عامہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق ہوتا ہی پس مکروہ ہی کہ بعض شخص آگے جاکے لیوین اور سبکو اس خریداری سے باز رکھین **ف** یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اون سے خرید لینا مکروہ ہی اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کرلیا اور شہر مین لاکر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہووے اور یہ شخص اون سے جاکر سستا خرید کرلیوے فریب دیکر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین **ھل** ایہ صحیحین مین مروی ہی ابن عباس رض سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے **ص** اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے دامون کی طمع سے **ف** حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہی بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہی ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہی روایت کی بخاری نے ابن عمر رض سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگو کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور اسیکو اختیار کیا ہی ہدایہ مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور در مختار اور اصل کتاب مین اور منقول ہی یہ تفسیر ابن عباس رض سے اور مناسب ہی اسکے آخر حدیث کہ چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دیوے بعضے آدمیونکو بعضون سے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رض سے **ص** اور مکروہ ہی بیع وقت اذان جمعے کے تحریما **ف** اسواسطے

یعنی شرح وقایہ ۱۲

کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ
ذَرُوا الْبَیْعَ ط اے ایمان والو جسوقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سودا
کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہے سعی میں اور وہ واجب ہے یہانتک کہ اگر سعی میں خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی چلی جاوے
اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی میں سوار ہیں اور وہ کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضایقہ نہیں در مختار ص
جن دو بردو میں قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب
غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونوں نکل گئے ھدایہ ص اور دونوں صغیرسن ہوں یا ایک صغیرسن تو اونمیں جدائی ڈالنا مکروہ ہے
جب کسی حق کے سبب سے نہو نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف کے نزدیک جب اون دونوں میں ناتا ولادت کا ہو تو ایک کی بیع
بدون دوسرے کے جائز نہیں ف اور بعضوں نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسف کے نزدیک بیع جائز نہیں خواہ ناتا ولادت
کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت
کی ترمذی نے ابی ایوب انصاری سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی
درمیان میں والدہ اور اوسکے ولد کے جدائی ڈالیگا اللہ تعالی درمیان اوسکے اور درمیان دوستوں اوسکے کے دن قیامت
اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے شرط مسلم پر اور نظر کی اوسمیں محدثین نے کہ اوسکی اسناد میں یحیی بن عبید اللہ
ہے نہیں اخراج کیا اوسے صحاح میں اور اختلاف کیا گیا اوسمیں اور بسبب اختلاف کے نہیں صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت
کیا اوسکو امام احمد نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اوسکے لڑکے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہے اور روایت
کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ ہبہ کیے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس میں
بھائی تھے تو بیچا میں نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا میں نے بیچڈالا اوسکو
تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اوسکو پھیر لے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی
حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے سنا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجکو ساتھ بیع دو بھائیوں کے تو بیچا میں نے اون دونوں کو الگ الگ اور کہا میں نے انکو یہ امر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپنے کہ پھیر لے تو انکو اور بیچ اونکو ایک ساتھ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے
اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے ہر عیب کی اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہے اون حدیثوں میں جنپر اعتماد ہے
اس باب میں اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمیں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں ہمارے نزدیک ص
اور اگر جدائی اون دونوں کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمیں پایا گیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو مکروہ نہیں
اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام ف جسکو ہراج کہتے ہیں اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اوسنے
کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جسکو کچھ اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا

کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونون چیزین اوسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھہ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور مانگ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے

ص باب اقالے کے بیان مین

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیرے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالی لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے ص جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع ہی اور سوا اونکے اور شخصون کے حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اوسکی آگے آتی ہی ص یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کردیا بعد اوسکے اب اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی دُرِّ مختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی اب بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہو سکیگی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد رہ کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کی جاویگی ص تو باطل ہی اقالہ بیع اوس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آکر بعد قبض کے جنے تو اب اقالے کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپے کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالے مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کمی قیمت کی اوس صورت مین

درست ہی جب بیع مین مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہوگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہین ہی البتہ ہلاک ہوجانا بیع کا مانع صحت اقالہ ہی **ف** یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہوجاوے تو یہ اقالہ کا مانع نہین اسواسطے کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل بیع ہی اور وہ موجود ہی اسی واسطے اگر بیع تلف ہوجاویگی مشتری پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہوسکے گا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مرگیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہوسکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے بیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوکر اصل بیع قائم ہوجاویگی **بحر ص** اور اگر بیع مین سے کسی قدر تلف ہوجاوے تو اوسیقدر کا اقالہ نہوسکیگا باقیکا درست ہوگا **ف** مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی **مسائل الحاقیہ** اقالے مین رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہوسکتا اور جب ہی اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل مبیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالے کا اقالہ کرنا تو پھر بیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونو نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین **درمختار**

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کرکے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے **ف** جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہی اور مساومہ کہتے ہین اوس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی دلیل اوسکی حدیث ہی جسکو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت ابوبکر رضی نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہون آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپنے مین نہین سوار ہونگا اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابوبکر رضی نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہوگیا فرمایا آپنے نہین مگر اوس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکر رضی نے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر اور روایت کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت مین برابر ہین نہین ہی حرج انمین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین **فتح ص** اور شرطان دونون کی یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہوجاوے ثمن مثلی جیسے روپیہ اشرفی اور کیلی موزونی یعنی جو چیزین تل کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتی ہین اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ انکے افراد کی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہی اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو بیان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت اوسکی مجہول ہی ہان اگر مشتری ثانی اوسی چیز کا مالک ہوجاوے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا اور اوسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کردیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید

کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز ہی کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہی **تمام ص** اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہی کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہی خرید و فروخت مین وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر نفع دیکر یا اصل لاگت پر خرید کرسکتا ہی اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہی اسواسطے ان دونون بیعون کا مدار امانت اور دیانت پر ہی اور ضرور ہی آپس مین احتراز خیانت اور شبہ خیانت سے **مسائل** اور اصل لاگت کپڑے مین شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسیطرح ڈورے مین بٹوائی کی مزدوری اور غلے مین باربرداری کی **ف** اور بھیڑ بکریون کے ہانکنے کی مزدوری اور شوربا اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدون اسراف کے اور سینچوائی پانی کی کھیت مین اور نہرون کی صفائی کی اور باغ مین درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزون کی مزدوریان اصل لاگت مین گنی جاوینگی اسیطرح موتی مین سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی مین دروازہ بنانے کی **درمختار و نہر** الفائق مین اسکا قاعدۂ کلیہ لکھا ہی کہ جن مصارف کی لاگت مین ملانے کا دستور ہو تجار مین اور اوسکے سبب سے بیع مین یا قیمت مین زیادتی ہووے تو وہ لاگت مین ملائے جاوینگے **ص** لیکن ان چیزون کی اجرت اور مزدوری لاگت مین ملائی جاوے تو بائع یون کہے کہ اتنے دامون کو مجھے یہ چیز پڑی ہی اور یون نہ کہے کہ اتنے کو مین نے خریدا ہی **ف** تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان مین اسباب رکھا ہو اوسکا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت مین داخل نہوگی **ہدایہ ص** تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ مین خیانت کی تو اوسکو اختیار ہی چاہے اون دامون پر جو مشتری اول نے بیان کیے ہین خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ مین اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے اصل لاگت بدام ٹہرائے ہون کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونون صورتون مین کاٹ لیتا ہے اور امام محمد کے نزدیک دونون صورتون مین چاہے مشتری اول کے بتائے دامون پر لیوے یا پھیر دیوے **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہی **ص** اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اوسکو جس دامون سے بیچا تھا اوس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچیگا تو مقدار نفع اول کو اصل لاگت سے مجرا کرے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شی مفت پڑ جاوے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچیگا تو یہ کہے کہ مجکو پانچ روپے کو پڑا ہی اور اگر دس روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب وسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح بیچ ڈالے برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونون صورتون مین ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی **ف** اور صاحبین کا قول خلق پر آسان ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی **ص** اگر اوس غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہی اگرچہ وہ غلام قرضدار ہو بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اوسکا اولٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہیے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے **ف** اور دلیل اسکی اصل کتاب ہدایہ مین مذکور ہی اور قرضدار غلام

مین جب صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق اصلی مولی کو یا غلام کو وہی دام تبلانا پڑینگے جس دامون مولی یا غلام نے اوس شی کو لیا ہی یعنی دس روپے ان دونون صورتون مین ص اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرارداد پر اوس دس روپے کے بدلے مین مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اوسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے اولٹے مین حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب المضاربۃ مین آویگا ص اگر لونڈی خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آنکر کانی ہو گئی ف کسی آفت سماوی سے ص یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہی اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کر دے اور اوسکا بیان ضرور نہین کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہو گئی یا اس سے مین نے جماع کیا ہی ف اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک بیان اسکا ضرور ہی اور یہی مذہب ہی باقی ایمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین ابن الہمام نے اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا ازالہ بکارت کیا جماع سے تو ان صورتون مین جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اوسکو چوہا کہین سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہین اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اوسکا ضرور ہی اگر ایک غلام خریدا ہزار روپے کو اودھار ایک مدت پر پھر سو کے نفع پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ مین نے ہزار روپے اودھار کو لیا ہی ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہی جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے ف لیکن اگر رکھ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپے نقد دینے پڑینگے نہ موجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اوسکو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آوینگے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہی ف کہ اگر بیع کے ہوتے ہوے مشتری دوم کو خیانت اودھار مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑینگے ص اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجکو پڑی ہی اوتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہین کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑتی ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع مین معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہی تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے لے چاہے پھیر دیوے ف تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل ہو جاوے گی واسطے جہالت ثمن کے[۱۲] دُر مختار ص جس چیز کو خریدے تو جب تک اوس پر قبضہ نکر لیوے بیع اوسکی جائز نہین مگر عقار مین ف جاننا چاہیے کہ بیع دو قسم ہی ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جسکی نقل و تحویل سکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اوسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت ہی جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالک نے ابن عمر رضی سے کہ نبی

کوئی غلے کو یہان تک کہ قبضہ کر لے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین سے ہی اور محمد رہ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی
کی بیع قبل قبض کے جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا النسائی نے سُنن کبری مین حکیم بن حزام رضہ سے کہ کہا مینے یارسول
اللہ صلوات اللہ علیک مین خرید و فروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کون سی خرید و فروخت حلال ہی اور کون سی حرام ہی
تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شی کو یہان تک کہ قبضہ کرلے تو اوسپر اور بھی روایت کیا اوسکو احمد رح نے مسند مین اور ابن حبان نے
اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہز سے انھون نے حکیم بن حزام سے اور اونکے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی اور
حاصل یہ ہی کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہز اور حکیم کے اور بعضے نہین
اور ابن عصمہ ضعیف ہی نہایت درجے کا کہا ابن حزم نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہی اور صحیح کہا انھون نے حدیث کو بروایت
یوسف بن ماہز خود حکیم سے اسواسطے کہ اوس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبغ مین اور صحیح
ہی کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبداللہ بن قطان نے اسکو
ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبداللہ بن عصمہ
نصیبی ہی یا اور کوئی ہی تو حق یہ ہی کہ یہ حدیث حجت ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے
کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجاوین اوسکو تجار اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو
اور تنقیح مین ہی کہ اسناد اسکا جید ہی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا
لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوسکا جواب امام صاحب دیتے ہین کہ مراد اوس
سے بھی شی منقول ہی اسلیے کہ غایت اس نہی سے یہی ہی کہ جبتک بیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہی اوسکے تلف اور ہلاک ہوجانے کا
اور تلف و ہلاک عقار مین نہایت نادر ہی اسی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے
چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اوس وقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے
فتح و در مختار **ص** اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہی **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین
اور حوالی مدراس مین بکتا ہی اور سونا چاندی تول کر بکتا ہی اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھاوے یہان
تک کہ ناپ لے اوسکو یا تول لے یا گنے **ف** اور اگر یون ہی کھاوے گا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہی در مختار **ص** منع کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غلہ سے جبتک کہ جاری نہوویں اوسمین دو صاع صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اسکا یہ ہی کہ بائع
مشتری کے سامنے بعد بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہی کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا
کافی ہی اب پھر مشتری کو ضرور نہین ناپنا وغیرہ یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہی تو یہ کافی نہین
اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت مین وہ بھی معتبر نہوگا **ف** اور اوس سے وہ چیزین
نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت
ہی ابن ماجہ کی جابر رضہ سے نَهَى النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ صَاعَانِ صَاعُ البَائِعِ وَصَاعُ
المُشْتَرِي یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہوون ایک صاع بائع کا

ابن عصمہ کی تضعیف کا بیان

اور دو سر اصاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہی اگرچہ اس حدیث
کی اسنادون مین ضعف ہی لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ایمہ کے حجت ہی اور محل حدیث وہ ہی کہ مشتری نے ایک چیز خریدی
ناپ یا تول کے اور اب اسکو بیع کرتا ہی تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری
تھا اور اب بائع ہو گیا یعنی یا وہ صورت ہی جسکو شارح بیان کرتا ہی **ص** ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کُر مین گیہون کے مثلاً
ایک مدت معین پر تو ہر گاہ مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کُر گیہون کا ایک شخص سے خرید کر کے رب السلم کو حکم کیا کہ
قبضہ کر لیوے اوس کُر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اوس گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے
لیے ناپا تو جائز ہوگا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گزون سے ناپ کر بکتی ہین
اونکا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے درست ہی اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپے کے بدلے اشرفیان لینا یا کپڑا
یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھہ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح** **ص** قبل اس بات کے کہ بائع اوس پر
قبضہ کرے درست ہی **ف** کیونکہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین
نہین تعیین سے بخلاف بیع کے **ھ** ایہ عبد اللہ بن عمر رضی سے روایت ہی کہ کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیک مین
بیچتا ہون اونٹ نقیع مین تو بیچتا ہون عوض مین دینار کے اور لیتا ہون دراہم اور بیچتا ہون عوض مین دراہم کے اور لیتا
ہون دینار تو فرمایا آپنے نہین ہی حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون در میان تمھارے کوئی معاملہ
باقی ہو اسکو روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی
درست ہی جبتک بیع قائم ہی یعنی کمی مطلقاً درست ہی اور زیادتی اوس صورت مین جبتک بیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہی **ف** اور بعد
ہلاک بیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح پر کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا
در مختار **ص** اور اسیطرح جائز ہی زیادتی بیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے بیع مین کچھہ اوپر بڑھا دے تو درست ہی
ص اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہو جاتا ہی یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا
مستحق ہو جاتا ہی اور بائع نے اگر مبیع بڑھا دی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہی اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اگر
مبیع در صورت زیادتی یا ثمن در صورت زیادتی کسی شخص غیر کے نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لیگا اور اسیطرح
بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہی اصل عقد سے گویا عقد اسقدر مبیع یا اسقدر ثمن پر
واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدا اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھا دیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپے
کے پانچ آم خریدے اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھہ آنے بڑھا دیے تو ڈیڑھہ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا
جاویگا **ص** اور امام شافعی اور زفر کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علحدہ احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی
ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت
مین کم قیمت سے لیگا **ف** یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خرید اسو روپے پر بعد اوسکے زید نے پچیس روپے
بڑھا دیے یا عمرو نے پچیس روپے گھٹا دیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین صرف

سوہی روپے کو اور صورت ثانی مین بیچنے والا پھیر کو لے سکتا ہی **ص** اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھہ بدلے مین ہزار روپے کے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اوسنے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اوسنے یہ نہین کہا کہ مین ثمن مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون **ف** یعنی ثمن کی قید اوسنے نہین لگائی **ص** بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھہ نہین لازم آتا سوای قرض کے **ف** قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ **ص** اور طرح کا دین **ف** مثلاً ثمن مبیع **ص** اسکی مدت معلوم اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ موجل ہو جاویگا یعنی پھر اندرون مدت کے اوسکو مطالبہ نہین ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کرے تو صحیح نہین یعنی اوسکو لازم نہین کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نکرسکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہی وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے معیر کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی کیونکہ اوسمین رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی زیلعی و نہر **مسائل الحاقیہ** ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی شرط زائد قرض مین باطل ہین اور اون سے قرض باطل نہین ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے آٹے کا تولکر جائز ہی کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہی **در مختار**

ص باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین مراد ربوا سے مال زائد ہی خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین اور کاسے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالے نے وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع مین زیادہ دینے لینے کو فقط صحیح مسلم مین جابرؓ سے روایت ہی کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہون پر اور فرمایا آپنے کہ سب برابر ہین اور روایت کی امام احمدؒ اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البتہ آویگا ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اوسکو پہونچ جاویگی اوسکی بھاپ اوسکی اور ایک روایت مین گرد اوسکی عبد اللہ بن حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی جان بوجھکر سخت زیادہ ہی چھتیس ۳۶ زنا سے اخراج کیا اوسکا احمدؒ اور دار قطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہی مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے تہتر ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہی مال اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہی اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا

۵ یعنی اوسکو ثمن مین نہ کہا ہو لفظ کا ۱۲

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا مین ایک قوم پر پیٹ اونکے مثل گھرون کے ہین اور اوسمین سانپ نظر آتے ہین باہر سے تو پوچھا
مین نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ لوگ کہا او نھون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمر رضی نے کہ آخر آیت کلالہ کی آیتہ سود کی تھی
اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور نہ بیان کی ہمکو تو فرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہ ہو بیاج کا اوسکو بھی ص
ربوا ایک زیادتی ہی ایک جنس کی دو چیزون مین تول ناپ سے جو خالی ہو عوض سے اور شرط کی گئی ہو واسطے احد المتعاقدین کے ف
یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے ص فائدہ مین تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ
دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب متحد نہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور
خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے
کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہی لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہو سکتا ہی کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہون اور سیر
بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہو احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہوگئی کہ زیادتی کی
شرط شخص ثالث کے لیے ہو تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضے کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین جو خالی ہو
عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہین ہی علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے
مین ناپ کر یا تول کر بکتی ہون دوسرے یہ کہ اون دونون چیزون کی جنس ایک ہو ف مثلاً دونون طرف گیہون ہون یا جو
یا سونا یا چاندی اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا
درست ہی یا جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چاولون کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا ص
اور شافعی رح کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہی کہ وہ دونون چیزین یا کھانے کی قسم سے ہون جیسے گیہون چاول یا قیمت جیسے سونا
چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالک کے نزدیک شرط یہ ہو کہ کھانے کی قسم سے ہون یا قابل رکھ چھوڑنے کے اور جمع کرنیکے ہوویں
ف اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوای بخاری کے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے اور چاندی کو بدلے مین چاندی کے اور گیہون کو بدلے مین گیہون
کے اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست
برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہووین یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو تم لیکن
دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہی اور اسی کو اختیار کیا امام اعظم رح نے
اور دلیل اسکی کتب اصول مین بتفصیل مذکور ہی ص تو جو چیز ناپ یا تول کر بکتی ہی جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اوسمین
زیادتی لینا حرام ہی اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہووے جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہی اور لوہا وزنی اور امام شافعی اور مالک رح کے
نزدیک زیادتی انمین حرام نہین ف کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہی
اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی اور مالک رح کے نزدیک حرام نہین ص اور برابر برابر بیچنا درست ہی اور جو جنس قدر
شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اوسمین بھی زیادتی حرام نہین جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی
گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے اور امام شافعی رح کے نزدیک نہین حلال ہی

کہانیکی چیز ونمین بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اسلیے کہ اصل ہمارے نزدیک حلت ہی اور اونکے نزدیک حرمت
ف اسواسطے کہ مقادیر مین شرعًا نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہی صدقہ فطر وغیرہ مین
تو جو اوس سے کم ہی اوسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو جہان پر قدر وجنس دونون موجود ہین وہان زیادہ
لینا اور ادوھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع گیہون کے
بیچے ایک طرف ادوھار یا دونون طرف ادوھار سے اور جہان پر نہ قدر ہی نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلاً اچھا
آمون کو بدلے مین دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزون کی ایک طرف ادوھار کرکے یا دونون طرف ادوھار کرکے ص
اور جہان پر فقط قدر ہی یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن ادوھار بیچنا درست ہی جیسے ایک صاع گیہون کی بیع ساتھ دو صاع
جو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھہ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد درست ہی اور ادوھار درست نہین اور امام
شافعی کے نزدیک فقط اتحاد جنس مین قرض بیچنا حرام نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہی اور دوسری صورت مین صرف
اتحاد جنس اور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مذکور ہی ص اور جوار گیہون اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ
لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا
اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگون نے اگر گیہون کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونیکو ناپ کر تب بھی وہ کیلی قرار دیے
جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چیزون کے باقی چیزین
لوگونکی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اوسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کے بیچتے ہین تو وزنی
ص تو اگر گیہون کی بیع گیہون کے ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے کہ اصل مین وہ کیلی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے
وزن کے کیل مین فرق ہو ... ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف
اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے ناپ کے وزن مین تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص
جیسے ہمارے نزدیک نہین بیع ان چیزون کی اٹکل کر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہی ص اور ان چیزون مین وقت عقد کے
معین کر دینا مبیع کا ضرور ہی یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرلین ف یعنی اگر گیہون کے بدلے مین
گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہین کہ اوسی وقت ہر ایک شخص اپنی اپنی عوض پر قبضہ
بھی کرلین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونون ثمن کی جنس سے ہین
مثلاً روپیہ اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اور بیان
اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی کے نزدیک جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونون طرف سے عوضین پر مجلس عقد مین
ضرور ہی ف شافعی کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی یدًا بید اور امام اعظم
کہتے ہین کہ معنی اوسکے عینًا بعین ہین جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی مین ہی باقی تفصیل بدایہ اور فتح القدیر مین ہی ص بیع
ایک پیسے معین کی بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد کے نزدیک
پیسے چلن وار ثمن ہین داخل ہین ربوا مین ... دلیل اصل مین مذکور ہی لیکن احتیاط قول امام محمد کا ہی ص اور درست ہی بیع گوشت کی

ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گائی کا گوشت گائے یا بیل کے بیچ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین کے البتہ اودھار درست نہیں دُر مختار **ص** اور امام محمد رح کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہے اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو وسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی بچونی وغیرہ کے اور نزدیک شیخین رح کے مطلقاً جائز ہے اسلیے کہ یہ بیع موزون کی ہے عوض غیر موزون کے **ف** اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالک رح نے موطا مین اور ابو داؤد نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین مُجان کے اور مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرۃ کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہ سے ثابت کیا ہے اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جسنے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل ہے جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہے کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نکرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہے بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ برابر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے **ف** رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھہ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے سُنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہے تمر خرما سوکھہ کر کہا انھون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسکو پانچون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر مین داخل ہے بدلیل اوس حدیث کے جو ہدایہ مین ہے کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث بخاری و مسلم مین بروایت ابو سعید خدری موجود ہے لیکن اوسمین رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہین صرف اودھار ممنوع ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہے حکایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رح جب بغداد مین داخل ہوئے اور وہانکے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت خبر حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہے یا تمر نہین ہے اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظم رح نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور اوسکی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو امام کی وتمامہ فی **فتح القدیر** **ص** اور درست ہے بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے

ص یعنی ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے

ہوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر
ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے درمختار ص اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھہ دوسرے
حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس
ایک جنس ہین اور اسیطرح بھیڑ بکری تو انہین زیادتی کمی درست نہین ہدایہ ص اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے
دودھ کے عوض مین کم و بیش بیچنا درست ہے ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اونمین تفاضل جائز نہین کیونکہ دونون ایک
جنس ہین طحطاوی ص اور اسیطرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکۂ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دنبے کی چکتی کے
یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھہ درست ہے ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا
ص اور اسیطرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہون کی ہو درمختار ص عوض مین گیہون کے اور آٹے کے کمی بیشی سے اگرچہ
ایک جانب اودھار ہووے اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اودھار ہو اور گیہون اور آٹا نقد ہو تب بھی جائز ہے امام ابویوسف
کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر نہین ہے اور یہی احتیاط ہے ص اور نہین جائز ہے بیع جید کی ساتھہ
ردی کے اموال ربویہ مین سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید
کہتے ہین عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہین خراب کو جیسے گیہون بعض عمدہ ہوتے ہین اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم
کی ہوتی ہے تو یہ نہین جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ مین ہے جیدہا
وردیہا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزون مین سے سب برابر ہین کہا زیلعی نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی
اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھہ ستو کے یا گیہون کی
ساتھہ آٹے کے یا آٹے کی ساتھہ ستو کے نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین پھیل کر بکتی ہین اور ناپ مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہے
کیونکہ گیہون زیادہ سماوین گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھہ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھہ تل کے تیل کے
یہانتک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اوس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض مین کھلی
کے ہوجاوے اور روٹی کا قرض لینا تولکر جائز ہے گنکر جائز نہین امام ابویوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام صاحب کے نزدیک بالکل جائز
نہین نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور محمدؒ کے نزدیک دونون طرح درست ہے مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام
مع اوسکے مال کے ملک ہے مولا کی ف یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اوسپر قرض نہووے اور اگر اوسپر قرض ہے تو زیادتی
کمی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف اور دار الاسلام مین
سود ہوتا ہے اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل مین اور اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمان کے لیے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے اور ابویوسفؒ اور شافعیؒ کے اور ائمہ
باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہے ربوا درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت
کیا اوسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہین ہے ربوا درمیان بیچ اہل حرب کے اور

کرتا ہون کہ کہا آپ نے اور درمیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی رحمہ اللہ نے کہ یہ حدیث ثابت نہین ہو اور نہین حجت ہو آسنادکی اِس حدیث کی بیہقی نے معرفت مین تبسوط مین ہو کہ یہ حدیث مرسل ہو اور مکحول ثقہ ہو اور مرسل ثقہ کی مقبول ہو اور دوسری دلیل یہ ہو کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہووے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہو اور مکہ اوس وقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہو کہ مال اہل حرب مباح ہو بشرط نہونے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہو نہ مال مباح مین اور علماے مذہب نے دُرس مین لازم کیا ہو کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہو کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب کے مخالف ہو انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام ملخصًا

ص باب اون حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

ف حقوق جمع ہو حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہو جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ نیین مین ص داخل ہو جاتی ہو دار کی بیع مین علاوہ عمارت اوسکی اور مفاتیح ف مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل رہین کبھی جدا نہوویں جیسے ضبّہ اور کیلوُن اگرچہ چاندی کے ہون قفل یعنی قفل اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہو غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلید انا اور بند در کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہو دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اوسکو ضبّہ اور کیلوُن بولتے ہین غایۃ الاوطار ص اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہو دار کی بیع مین ظُلّہ ف بضم ظاے معجمہ اور تشدید لام کے اوس چھجے کو کہتے ہین جو دروازے پر ہوتا ہو اور صاحب خصر سے منقول ہو کہ ظلہ وہ ہو کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے دُرمختار مین ہو کہ ظُلّہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانے کے مانند فائدہ فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ مین ہو کہ یہان تین چیزین ہین اونکی شناخت ضرور ہو بیت منزل دار بیت وہ ہو جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہو اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہو یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسمین صحن بے چھت نہو اور اوسمین اصطبل نہو اور دار نام ہو اوس احاطے کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو ص مگر اوس صورت مین جب بیع بکل حقٍ ہو لہا یا بمرافقہا یا بکل قلیل و کثیر ہو منہا او فیہا ہووے ف یعنی اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظُلّہ بھی داخل ہو جاویگا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع کیا مین نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہو یا ساتھ منافع اور حقوق اوسکے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اوس دار سے ہو یا دار مین ہو ص اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہووینگے اور کھیتی داخل نہوگی ف وجہ اسکی یہ ہو کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہین بوئے گئے کہ پھر اوکھاڑے

جاوین یا جدا کیے جاوین برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ ملحقات کا یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ بیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف مین یا
متصل ہو بیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ بیع مین داخل ہوجاوے گی ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ چونے کا
اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے اور زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلونسے جڑی ہووین دار کی بیع مین داخل ہون گی اور
جو لکڑی کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا کذا فی درمختار و تاتارخانیہ م اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر مین
پتھر کی گڑی ہوئی ہو گھر کی بیع مین داخل ہوگی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا ازروی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے
(اسلیے کہ وہ تابع اوسکا ہے)
کا پاٹ ازروی قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہے **ص** اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوے درخت کے
درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کر لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر رضی سے کہ جو شخص بیچے ایک
غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا واسطے
بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمد رح نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو
پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرے خریدار **ص** چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ **بعت بحقوقه**
او بمرافقه ف یا بکل قلیل وکثیر هو له فیها و منها من حقوقها او من مرافقها هدایه ص ح
بھی کھیت اور پھل داخل نہون گے **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہین ہین البتہ اگر یہ کہے گا کہ بعته بکل
قلیل وکثیر هو له منها او فیها تو یہ چیزین داخل ہوجاوین گی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع
کی نہین کی **هدایه ص** اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ **بکل حق هو له** کہے اور نہ منزل کی بیع مین
مگر جب کہ منزل کی بیع مین **بکل حق هو له** کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہوجاوے گا اور دار کی بیع مین داخل ہوگا اگرچہ بکل
حق هو له نکہے **ف** اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہے اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ در
صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا اوسکی تعریف سے معلوم ہوچکا **ص** جیسے داخل نہین راہ اور مسیل
اور شرب بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کرے گا تو یہ چیزین داخل ہوجاوین گی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر
کرے یا نکرے داخل ہون گی **ف** راہ سے وہ راہ مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ
کی طرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اوس
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے اور مسیل وہ مکان ہے
جسمین بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہے پانی لینے کے حصے سے **کذا فی الطحطاوی**
ص وجہ اسکی یہ ہے کہ اجارہ منعقد ہوتا ہے منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک عین
شی مقصود ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ غرض مشتری کی بیع اوس شی کی ہو نہ انتفاع **ف** کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین **مسائل**
الحاقیہ گھر کی بیع مین کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھرنی (یعنی گراری ۱۲) اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے
اندر ہووے داخل ہے اور ڈول رسی کوئین کی داخل نہین اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین جو دیوارونمین وصل ہین
نہ کانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھوار اور رستکے

اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین آور گدھے کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدھے کو دہقانی سے یا دیہاتیون سے خریدا ہو اور جوتا جرونسے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسّی جو اوسکے گلے مین بندھی ہوتی ہو داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہو آور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے کی بیع مین لگام آور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہو آور گاے کا شیر خوار بچہ گاے کی بیع مین داخل ہو آور گدھی کی بیع مین اوسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیر خوار ہووے آور اگر انگور کے درختونکو خرید کیا تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین آور اسیطرح وہ تھونیان جو ایکطرف سے زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعاً داخل ہین اونکے مقابل کچھ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہوجاویگا قبل ادا ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتے ہین بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے لگائے ہوے نکل بھی جاتی ہین جیسے قرئے کی بیع سے راہین اور مسالے اور شہر پناہ انتہی ملتقطاً من الدر المختار والفتح والعالمگیریة

باب استحقاق کے بیان مین یعنی مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہو تو زید صرف لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہین لے سکتا آور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس صورت مین زید لونڈی اور ولد دونون لے سکتا ہو **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب آور ہدایہ آور درمختار مین مذکور ہو خلاصہ اوسکا یہ ہو کہ بینہ حجت مطلقہ ہو اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہوجاتی ہو ساتھ ثبوت ملک مقرلہا کے بعد انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے **ص** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید لے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے خریدا بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتا نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے تئین غلام کہا تھا لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان و پتا موجود ہو تو مشتری رجوع ثمن ادی بائع پر کریگا نہ غلام پر **درمختار ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا برابر ہو کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اسلیے کہ رہن عقد معاوضہ نہین پس نہوگا آمر ضامن اوسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اسکے اس دار مین سے کچھ حصہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہ سکتا ہی کہ میرا حق اس حصہ مستحق کے سوا تھا آور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلحاً مدعی کو دیا ہو سب پھیر لیگا اور مسالے سے یہ مسالہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہو اوپر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اوس چیز مین ہو جو ساقط ہوجاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق مین موجب منازعت نہین ہو آور بعض فتاوی سے منقول ہو کہ صلح نہین صحیح ہو مگر جب دعوی صحیح ہووے تو اس مسالے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہو

اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہین ہن روایت کی عدم صحت پر مسالہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعی علیہ
نے کچھ روپے دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اوسکے ادھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ اسی قدر حصہ اپنے بدل صلح
مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً آدھے دار کی صورت مین آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت مین ربع روپیہ پھیر لیوے
ص اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بے اذن اوسکے بیچ کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہی چاہے بیع توڑدے یا جائز رکھے مگر جائز
رکھنا اوس صورت مین ہی اگر بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہون اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہی
ف عرض وہ چیزین ہین جو متعین ہو جاتی ہین عقود مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے دین ہی جو متعین
نہین ہوتی ہین جیسے درا ہم دنانیر پیسے رائج یا جو چیزین کیلی وزنی ہین **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہوجاتی
اور بائع کے ہاتھ مین وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہی قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس
سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہین اوسکی طرف **ف** اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہی اور ہوسکتا ہی کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے
عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہین کرسکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف
عاقد کے اور عاقد فضولی ہی اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہی **ص**
اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کرکے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو ازاد کردیا اب
اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہوجاویگا اور امام محمد رح کے
نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہی اوس غلام لونڈی مین جسکا مالک
نہین آدمی **ف** روایت کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی اور شیخین کی دلیل اصل مین مذکور ہی
ص اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت
مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہی مشتری اول کے لیے جبکہ ملک موقوف مشتری ثانی
پر طاری ہووے تو اوسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی
بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اسلیے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کے لیے وقت خریداری
سے تو یہ قطع ید ملک مشتری مین ہوا پس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے
زائد ہووے تو اوسکو فقیرون پر خیرات کردیوے اسلیے زیادتی مین شبہ عدم ملک ہی **ف** مطلب یہ ہی کہ غلام کا اگر کوئی شخص
ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اوسکے مالک کو تاوان مین دینا پڑتی ہی اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف
دیت لازم ہوتی ہی تو اس صورت مین اگر قیمت یعنی نرخ بازار اوس غلام کا زائد اوس ثمن سے نکلا جسکے عوض مین مشتری
نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہی تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جسقدر زیادہ ہووے اوتنی کو مشتری
تصدق کردیوے فقیرون پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اوسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ
گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھکو اجازت بیع کی نہین دی تھی یا گواہون سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے
اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہی کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام

رد کردے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہی کیونکہ اوسنے جب اقدام کیا تھا غلام
کی خرید پر تو اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہی اور اب یہ کہتا ہی کہ اجازت نہین ہوئی ہان البتہ اگر
بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجکو مالک کی اجازت نہتی تو بیع مردود ہوجاوے گی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو
اسواسطے کہ تناقض مانع ہی صحت دعوی کا اور نہین منع کرتا صحت اقرار کو ف اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوے
مین تناقض ہی لیکن تناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہی تو مشتری کو ہوسکتا ہی کہ بائع کی موافقت کرے اس باب مین اور بیع کو رد کر دیوے

ص باب سلم کے بیان مین

ف بیع سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ الآیۃ حمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رض نے اوپر بیع سلم کے
روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اوپر شرط بخاری و مسلم کے کہا ابن عباس رض نے شہادت دیتا
ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اوسکا اسی آیت سے اور بھی اخراج
کیا اوسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے عبد اللہ بن عباس
رض سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے تھے میوون مین
برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف کرے ایک ناپ
معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار و احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہین ص
سلم کہتے ہین بیع کو ایک شی کی اس طور پر کہ مبیع دین ہوجاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھہ شرائط معتبرہ کے
ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین ص تو مبیع کو مُسلَم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مُسلَم الیہ اور مشتری کو
رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہی سَلَم ہر اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہوسکے بیان کردینے سے ف اور جن چیزون کی
صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہوسکے تو اون مین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ
کدو سولی انار ص جیسے جو چیزین کہ ناپ کر بکتی ہین پیمانے مین ف مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ ص
یا تول کر سواے ثمن کے ف یعنی مثمن ہون ثمن نہون مثمن اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن
کی قید سے روپیہ اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تول کر بکتے ہین لیکن چونکہ ثمن ہین خلقۃً اور عرفاً اور مثمن نہین
ہوتے اسواسطے سلم انمین جائز نہین ص یا گز کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول و عرض اور سنگینی اور صفت
بیان کردیوے یا شمار سے اون چیزون مین جو قریب قریب ایکسی ہوتی ہین ف یعنی چھٹائی اور بڑائی مین اونکے بہت فرق
نہین ہوتا ص جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی انیٹ ایک سانچے معین سے ف زرد آلو انجیر بھی انھین مین داخل ہین
دُرِّ مختار ص اور صحیح ہی سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب وہ اوسکا موسم ہو ف نے سوا
تازی مچھلی مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے
سرو ہو وغیرہ ص اور جائز ہی سلم طشت اور کانسے اور موزون مین اگر انکی پہچان بیان ہوسکے ورنہ نہین جائز ہی ف اور

اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہیں جائز ہی سلم اوس چیز مین جسکا اندازہ وصف معلوم نہو مثل حیوانات کے ف اور امام شافعی رح کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہی بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہین کہ بعد بیان ان سب باتون کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہی تو جھگڑا ہو گا اور یہ جو شافعی رح کا مذہب ہی مخالف حدیث کے ہی روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے سنن مین ابن عباس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان مین کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور نہ سیر کی پاون مین اور نہ کھالون مین شمار کی رو سے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکاریون کی گڈیون مین واسطے تفاوت بہت کے پس اگر بیان کیا جاوی طول بندھن گٹھون کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ف جیسے موتی وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے ف اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانون کے گیہون پر یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف اسواسطے کہ احتمال ہی کہ اس سال اوس قریہ مین کچھ پیدا نہو یا اوس درخت مین کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم جائز نہوگا ص اور نہین جائز ہی سلم یہانتک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار مین وقت عقد سے ایک مدت معین تک تو اگر موجود نہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گذرنے پر یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ مین مذکور ہی ص اور نہین جائز ہوتی ہی سلم گوشت مین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام اور مقدار اوسکی بیان کر دیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبین کے متفق ہین اور اوسی پر فتوی ہی در مختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطین ہین انکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہی یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آدمی کی سینچی ہوئی یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جسکا مقدار معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہو جیسے زنبیل وغیرہ ص یا باٹ معلوم ومعین سے جسکا وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک درست ہی اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہی ابن عباس رض کی جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے اور اوسمین الی اجل معلوم موجود ہی ص اور اقل مدت ایک مہینا ہی صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن ہین اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف در مختار مین ہی کہ فتوی اسی پر ہی کہ اقل مدت ایک مہینا ہی ص ۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد ان چیزون مین متعلق ہوتا ہی مقدار سے تو ضرور ہی بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہین یا غلہ اتنا ہی ص اور یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین اسواسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اوسکی طرف اشارہ

کر دینے سے جیسے ثمن بیع مین یا اجرت اجارے مین **ف** کہ ثمن بیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کر دیا تو اوسکا بیان
مقدار ضرور نہین **ص** امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ راس المال کے روپے یا اشرفیان کھوٹی ہوتی ہین
اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اونکو نہین بدلتا ہی تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہوگا تو یہ متحقق نہوگا
کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین
ہوتا سو اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہی اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی
ہان اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی
ذات سے ہوتا ہی نہ اوسکے مقدار سے آب دو مسألون کی تفریع کرتا ہی چھٹی شرط پر تو جائز نہوگی سلم دو جنسون مین
بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے **ف** مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کُر مین گیہون کے اور ایک کُر مین جو کے
اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے کتنے روپے ہین اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے
راس المال کے **ص** یا دو نقدون مین بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے **ف** جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر
دیکر ایک کُر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہوا اور دوسرے کا معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے **ج**
ص ہے بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکی باربرداری اور مزدوری
چاہیے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا اوسی جگہ مسلم فیہ کا دینا
لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہی ثمن اور اجرت و قسمت جب انمین باربرداری و مزدوری ہو **ف** ثمن کی صورت یہ ہی
کہ ایک شخص نے عوض مکیل یا موزون کے قرض خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحب کے نزدیک مکان ادای غلہ شرط
ہی اور اجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام
صاحب کے نزدیک مکان ایفا کی اجرت شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے
اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک
بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی **ص** اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ اوسمین
باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول اصح ہی اور جامع
صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال
مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض ۲۰۰ دو سو کے سو نقد اور سو
قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کُر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرض مین اور سو نقد مین صحیح ہو جاویگی
ف کُر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع
کا ہوا اور کُر سات سو بیس صاع کا **ص** اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرؤیۃ کیونکہ یہ دونون
مانع ہین تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہین ہی تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے
صحیح ہو جاویگی اور زفر رح کے نزدیک صحیح نہوگی **ف** اور دلیل اوسکی ہدایہ مین مذکور ہی **ص** راس المال اور مسلم فیہ

مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے
کہے تو مجھکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہوجاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہے کہ کہے تو کل راس المال
مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہوجاوے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہو کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین
کوئی اور چیز دیدے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز دے اگرچہ اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکو اقالہ
کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہی پھیر لیوے فرمایا
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال **ف** یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن
مین ابو سعید خدری سے عن ابراهیم بن سعید الجوهري من اسلم في شيء فلا يأخذ الا ما اسلم فيه
او راس ماله اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شئی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر مین مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس
بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر اسی طریقے سے اور
عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا
اوسکو عبدالرزاق نے موقوفا کہ فرمایا ابن عمر نے جس وقت سلم کرے تو کسی شئی مین تو نہ لے مگر راس المال اپنا یا وہ چیز کہ سلم
کی ہے تو نے اوسمین اور روایت کیا ابو الشعثا سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام اور زفر کا
اسمین خلاف ہے اور حجت اون پر یہی حدیث ہے **ص** زید نے عمرو سے ایک کر مین گیہون کے سلم کی جب وعدہ گذرا تو عمرو
ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جا کر وہ گیہون لے لیوے
بعوض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری
کے دونون جاری ہووین **ف** بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری **ص** اور قرض مین یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے
عمرو سے کچھ گیہون قرض لیے بعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے
قرضے کی ادا مین لے لیوے تو صحیح ہے **ف** دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے **ص** البتہ سلم مین بھی درست
ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالتہ اوسپر قبضہ کر کے
ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوے
ف اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہے **ص** اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن مین
مسلم فیہ کو ناپ دیا یا بائع نے حکم مشتری سے اوسکے غیبت مین اپنے ظرف مین یا اپنے مکان کے ایک کونے مین مبیع
کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے
مشتری کے ظرف مین اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع
کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید
کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاوے گا اور اگر پہلے سلم کا غلہ

ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار
ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے لے وتنے مال مین بائع کا شریک ہوجاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین
دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی
مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہیگا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو دینا پڑیگا
اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقاء معقود علیہ پر اور وہ مسلم
فیہ ہے **ف** یعنی اقالہ صحیح ہوجائیگا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگا
یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد
اوسکے تلف ہوگیا تو اقالہ باقی رہیگا اور قیمت شئی تلف شدہ کی دینا ہوگی یا بعد تلف ہوجانے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح
ہوگا اور قیمت اوسکی دینا ہوگی برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری
تو اقالہ باطل ہوگیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہوگا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی
خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھہ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی
اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا
ہوگا اور جو انکا منکر ہوگا اوسکا قول معتبر نہوگا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے
فساد عقد کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک قول
منکر کا معتبر ہوگا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے کہ
مجکو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل
یعنی آدمیون کے رواج کے جائز ہے **ھدایہ** **ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھہ ہو تو سلم
ہوجاویگا خواہ اوسکا رواج ہو یا نہو پس شرائط سلم کے اوسمین معتبر ہونگے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس
چیز مین رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ **ف** حاکم شہید کے نزدیک استصناع
ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شئی لاتا ہے تو بیع ہوجاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے
وہ بیع ہے **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جسنے بنانے کا حکم کیا ہے وہ اپنے
قول سے پھر نہین سکتا اور مبیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی
لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لے لیا صحیح ہوگا اور مبیع متعین نہوگی قبل اختیار کرنے
بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھہ بیچڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے
والے نے اوس چیز کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی
ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو اختیار ہوتا ہے جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہے استصناع
بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہے جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

ف بیل یا گھوڑا مٹی کا خرید الڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچھ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین آور قول ضعیف یہ ہو کہ بیع صحیح ہو اور تلف کرنے والے پر اوسکے ضمان ہو آور مجتبیٰ کی کتاب الحظر میں ابو یوسف سے روایت ہو کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہو دُرّ مختار **ص** صحیح ہو بیع کُتّے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہو کہ سکھائے ہوے ہون یا نہ سکھائے ہوے **ف** جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اوسکو مُعَلَّم کہتے ہین ورنہ غیر مُعَلَّم تو مطلب مصنف رح کا یہ ہو کہ کُتّا خواہ چیتا یا جو درندہ ہو خواہ مُعَلَّم ہو یا نہ ہو بیع اوسکی درست ہو اور یہ ہمارا مذہب ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہو جو کٹکھنا ہو اور نزدیک شافعی رح کے کسی کُتّے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہو زانیہ کی خرچی اور قیمت کُتّے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی آور روایت کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کُتّے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی آور روایت ہو ابی الزبیر رضہ سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کُتّے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کُتّا نجس العین ہو اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع اعزاز اوسکا لازم آتا ہو تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہو جسکو روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کُتّے کی مگر کُتّے شکاری کی آور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث جابر رضہ سے بھی مرفوعًا مروی ہو اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس رضہ سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کُتّے شکاری کی اور یہ سند جید ہو اسواسطے کہ ہیثم ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین آور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رضہ سے اوسکی اسناد مین بھی ہیثم ہو لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہو توثیق کی اوسکی ابن سعد اور دار قطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دار قطنی نے ابو الزبیر رضہ سے انھون نے جابر رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کُتّے کی مگر شکاری کُتّے کی اور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کُتّے کے قاتل پر چالیس روپے کا آور کھیت کے کُتّے پر ایک مینڈھے کا آور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المعقد سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کُتّون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین میرے کُتّے اور رخصت دی شکاری کُتّے مین اور حدیث ابو ہریرہ رضہ کی ابتداے اسلام مین تھی پھر منسوخ ہوگئی کیونکہ خود مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے آور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود رضہ سے آور نجاست عین ہونا کُتّے کا مسلّم نہین اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہو بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہو

کہ حدیث نہی عن ثمن کلب پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اوس سے مخصوص ہو گیا تو اب عام ظنی ہو گیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہی قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ کُتے کاٹنے والے یا ضرر پونہچانے والے کی بیع بالکل جائز نہووے جیسا مذہب ابو یوسف رح کا ہی تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کُتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہی امام سے واللہ اعلم **ہکذا فی الفتح القدیر و شرح المسند للامام رح** **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہی الا شراب اور سُور کی بیع کہ ذمی کو درست ہی اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہی ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہی امام محمد رح کے آثار مین **ص** تو شراب ایسی ہی ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک اور سُور ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہی اور سُور ذوات القیم سے ہی **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہی یعنی اون چیزون مین سے ہی ذمیون کے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہی اور سُور ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہی تو اگر ذمی نے سُور دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین اونکے یہان جو اوس سُور کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سُور جیسا ہمارے یہان سرکا مثلی ہی اور بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہی اب اگر عمرو نے اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہی **ذ ساھتمار** **ص** اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہو گیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہی تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے طلب کیجاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہی کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے ثمن بائع ادا کیجاویگی **ف** تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑینگے جب مشتری حاضر ہوگا اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہی کہ بیع اوسکی جائز ہی **کذا فی الدر المختار والطحطاوی** **ص** اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا **ف** یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین **نھ** **ص** تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل بیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل بیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین **ف** طرفین کی

دلیل یہ ہی کہ شخص حاضر ناچار ہی اوسکو نفع اوٹھانا بیع سے ممکن نہین جبتک کل ثمن ادا نکرے توجس وقت اوسنے کل ثمن ادا کردی
تو متبرع نہوگا توجب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص
حاضر متبرع ہی اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے مین اسلیے کہ اوسنے بغیر حکم غائب کے اوسکا حصہ ثمن ادا کیا ہی توجب
وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہی اور فتوی طرفین کے قول پر ہی ھدایہ **ص**
کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی کے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے **ف**
اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی توجب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو
مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے **ص** اور جو کوئی چیز بیچے
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے
اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے **ف** یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہین
وزن مین اور ذکر اسکا کتاب الزکوۃ مین گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو دراہم اس
صورت مین لازم آوینگے **ص** اگر ایک شخص کے کچھ روپیہ کسی پر جو دوسرے پڑتے تھے اور مدیون نے دائن کو
کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کر ڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہو گئے تو اوسکا حق
ادا ہوگیا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لیکر دے
ف زیوف جمع زیف کی ہی زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لیتے ہین اور خزانہ اسلام مین نہ لیا جاتے اور اگر وہ روپے
ستوقہ یا نبہرجہ ہون تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتوی ہی ستوقہ وہ درم ہی جسپر چاندی کا
پتر ہو اور نبہرجہ وہ درہم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین **رد المحتار**
اگر پرندے نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پانون اوسکی زمین مین جاکر خود بخود ٹوٹ گیا
تو جو اوسکو پاویگا اوسکی مملوک ہو جاویگی نہ صاحب زمین کی اسلیے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہی جو اوسکو پکڑے
البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور جو مکھی نے چھتا
لگایا کسی کی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ وہ اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو
یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا اوس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اوچھالی
گئی لٹانے کے واسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسیکو ملیگی البتہ اگر کپڑے
والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملے گی یا اوسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا
لیکن جب دراہم اور شکر اوسمین واقع ہوئی تو اوس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اوسکی ہو جاویگی
مسائل الحاقیہ بندر سے مسخرا پن کرنا اگرچہ حرام ہی لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہی جیسا بجنسہ انگور کا
نچوڑا پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہی اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چور وغیرہ کے
خوف سے تو کچھ مضایقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری

اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہو اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہو تو جو چیز مالیت مین ایک پیسے سے بھی کم ہوگی جیسا کہ ایک ٹکڑا روٹی کا اوسکے عوض مین بیع جائز نہین بیچنا اون پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال درست ہو مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ اور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہو اسواسطے کہ لوگ اوسکو پال جاتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اوسکی حاجت ہو اور دریا کے جانورون مین بیع بھی سوائے مچھلی کے اور کسیکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ فتاوای قنیہ مین لکھا ہو کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اونکی درست ہو اور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین تو فقیہ ابو اللیث رح نے اوسکو جائز رکھا ہو لیکن صحیح یہ ہو کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اون مین تو جائز ہو اور نہایہ اور تہذیب مین ہو کہ بیچنا گوبر پیشاب اور خون اور رکھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہو جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اوسے کہدیوے کہ اس چیز مین تیری شفا ہو اور ادویہ مباح مین کوئی چیز قائم مقام اوسکے نملے اور اگر طبیب کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لا علاج در صورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہو لیکن حدیث صحیح مین مروی ہو کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اوس چیز مین جو تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہو اور اوسکو جلانا جائز ہو سوائے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خریدنا مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہو لیکن جبر کیا جاویگا بیچ اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرینگے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے اور اگر اوسکے قطع ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہو در مختار و رد محتار

باب بیع صرف کے بیان مین

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ جنس کے ساتھہ ہووے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھہ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہو بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہو جاوے قبل افتراق عاقدین کے **ف** یعنی دونو بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھہ سے نہ فقط تخلیہ سے درمختار بدلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربوا مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے برابر اس ہاتھہ دے اوس ہاتھہ لے اور زیادتی سود ہو اور روایت کی مالک رح نے موطا مین حضرت عمر رض سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو تم اوسے مہلت اوسکو مگر دست بدست ادھر سے اودھر سے اور مین خوف کرتا ہون تم پر بیاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہو تو نہو جاوے بیع اودھار کی

بدلے میں اوس چیز کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمرؓ سے
اسحق نے اور بزار نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے
اور معنی اوس سے یہ ہیں کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونوں ساتھ چلے
جاتے ہیں ایک ہی طرف یا دونوں اوسی مجلس میں سو رہے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی میں سوار دونوں چلے جاتے ہیں
تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمرؓ کے کہ اگر کود جاوے چھت سے تو تو کود ساتھ اوسکے کہا ابن الہمام رح نے کہ یہ حدیث
غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث سے میں کہتا ہوں روایت کیا اوسکو محمد رح نے آثار میں اور امام نے اپنی
مسند میں ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور انکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہے ف اسواسطے
کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اوسمیں حقیقۃً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد میں یقینی ہے بیان ابھی گذر چکا
ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں بلکہ برابر
چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں ف اسواسطے کہ باب الربوا میں یہ بات گذر چکی کہ عمدہ اور ردی
سب برابر ہیں ص بیع صرف میں قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً اگر ایک دینار درہموں کے
بدلے میں بیچا اور ابھی اوس درہم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اونکے عوض میں ایک کپڑا خرید لیا تو اس کپڑے کی بیع فاسد
ہوگی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے میں ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو
عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اودھار پر اور ہزار نقد وصول کیے
اور پھر اوسکے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہوں گے ف یعنی ہزار جو نقد وصول
ہوئے ہیں وہ طوق کی قیمت میں شمار کیے جاوینگے اسواسطے کہ طوق میں یہ بیع صرف ہے اور اوسمیں تقابض یقینی
شرط ہے ص برابر ہے کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونوں کی ثمن میں
سے لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اوس نے اس بیع سے قصد اوسکے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکور صحیح
نہیں ہوتی جب تک کہ ہزار مقابلہ چاندی مقبوض نہوں اور دوسری صورت میں اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے
ہیں کہ دونوں میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن میں خاص تو بیع
طوق میں فاسد ہو جاویگی اسیطرح اگر ایک تلوار بیچی جسمیں پچاس روپے کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول
کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوینگے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور میں فقط باطل
ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علحدہ ہو سکتا ہے ورنہ دونوں میں باطل ہو جاویگی جاننا چاہیے کہ بیع اس
تلوار کی جسمیں زیور ہو اوس ثمن کے عوض میں درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض
بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی ف
اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہیں کہ زیادہ ہے یا کم یا برابر ہے تو بھی
شبہہ سود کا ہے ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اوسکی مشتری سے

وصول کی اور بعد اسکے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اوس مقدار مین برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کرلیا
اور باطل ہو ویگی مابقی مین اور شریک ہو جاوینگے بائع اور مشتری اوس برتن مین اور یہ فساد کل برتن مین شائع
نہوگا اسلیے کہ یہ فساد طاری ہی جیسا کہ سلم مین گذرا اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اورکا نکلا **ف** یعنی گواہون سے
اوسکا استحقاق ثابت ہوا **ص** تو مشتری مابقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے **ف** اسواسطے
کہ شرکت ظرف مین عیب ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ کے لیوے یا چاہے اپنا بھی
حصہ جو خرید چکا ہی بائع کو واپس دے مثال اوسکی یہ ہی کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا
لیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہو گئے تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین
نہیں صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار رہ جاتا ہے وہ ثلث جو باقی ہی
بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی
اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لیکر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے
اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو ضرور ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد
اجازت مستحق کے **ص** اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کر سکتا بسبب عیب
شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہو چکا ہی اس عیب سے مسئلہ اور
اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسرے کا نکلا **ف** یعنی یہی صورت برتن کی یہان واقع
ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا
نکلا **ص** تو مشتری باقی کو حصہ سے دام دیکر لیوے **ف** یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے **ص** اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث
حصے کو بھی واپس کر دیوے **ف** کیونکہ یہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصۂ بائع
کاٹ لینا ممکن ہی بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہی **ص** اور صحیح ہی بیع دو درہم اور ایک دینار کی
عوض مین ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کُر بھر گیہون اور کُر بھر جو کے بدلے مین دو کُر گیہون اور دو کُر جو کے
ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی ح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف
پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہو سکتا ہی
اور صورت ثانی مین کُر بھر گیہون کے عوض مین دو کُر جو اور کُر بھر جو کے عوض مین دو کُر گیہون ہو سکتے ہین
ص اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک دینار کے **ف** اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین
دس درم ہو گئے اور ایک درم کے مقابلے مین دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلہ
گیارہ روپے کے جائز ہی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے
کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہی جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہو سکے **ص** اور دو
زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے **ف** زیف اور غلہ وہ درم کو کہتے ہین

جو بیت المال مین نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیوین جیسے ٹوٹے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اسلیے کہ وزن مین
مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو
زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے یعنی یہ نہین کہا کہ عوض اون دس درم کے جو تجھکو قرض مین تو بیع صحیح ہو جاویگی
اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درم ہو گئے **ف** لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے
دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے **ص** اب اگر وہ دونون نے
مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا
اور جو بیع کیا دینار کو عوض اون دس درم کے جو عمرو پر قرض ہین جب بھی بیع صحیح ہو گی اور مقاصہ بغیر عقد
ہو جاویگا **ف** اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہو گا اور دینار کا مقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے **ص** اگر چاندی
دراہم مین غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار مین غالب ہے تو وہ سونے کا گنا جاویگا
حکم بیع مین **ف** یعنی جس چیز مین ملونی کم ہو چاندی اور سونے سے تو وہ چیز حکم شرع مین چاندی اور سونے
کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپے مین چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی مین نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے
پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا **ص** تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالص سے
یا انکی بیع آپس مین نہین درست ہے مگر برابر برابر تو لکر دست بدست **ف** اور قرض لینا انکا نہ درست ہو گا مگر وزن
کرکے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہین لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی
معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین جو روپیہ اشرفیان مروج ہین انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز
نہین اگرچہ عادت عوام کی یون ہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے منضبط الوزن ہون
کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اوس صورت مین عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ
ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسف کے درست ہو گا لیکن آخر مین
شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہین کیونکہ اونکا مذہب یہ ہے کہ اگر
مکیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر نہو گا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو
کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے مین ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہین شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہو گا
نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اون نصوص کا جو دلالت
کرتے ہین مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار **ص** اور اگر ملونی غالب ہے
اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہین تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے
ہو گی تو اوسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا حکم ہے جو گذرا **ف** یعنی اگر خالص چاندی برابر ہو گی اوس مقدار
چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ مین ہے یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہو گی اور اگر زیادہ ہو گی تو جائز ہو گی اسواسطے
کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی **ص** اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے

عوض مین ہو گی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہی لیکن ضرور ہی کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس بیع مین ہوجا
ف کمی بیشی سے اسواسطے درست ہی کہ ایسے دراہم ودنانیر حکم مین ثمن کے نہین ہین تو اب جنس کو طرف خلاف
جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کرلین گے اسیطرح ایسے دراہم ودنانیر کا گنکر اور شمار کر کر بیلا وزن کئے قرض لینا بھی
درست ہی رد المختار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہین کی اہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے
یا معلوم نہو کہ کتنی ہی تو اوسکا حکم اونھین دراہم ودنانیر کا ہی جن مین ملونی زیادہ ہی در مختار ص ایک شخص نے
ایسے دراہم کے عوض مین ف یعنی جن مین ملونی غالب ہی یا برابر ہو ص یا ان پیسون کے عوض مین جو چلتے تھے
بازار مین ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہین ادا کی تھی کہ چلن اون دراہم یا پیسونکا جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ
نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسونکی جو دن بیع کے تھی
لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک اون دراہم یا پیسون کی جو آخری دن مین رواج کے دونون سے قیمت تھی مشتری
لازم آویگی ف فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی کذا فی المحیط اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جب بیع باطل ہو گئی تو مشتری
اگر مبیع بعینہ قائم ہی تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے والا جو اوسکا نرخ بازار ہو وہ قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے
بازار مین قرض لیے بعد اوسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستقرض پر
وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض لینے کے
دن جو قیمت اون پیسونکی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد رح کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دونون سے جو اونکی قیمت ہوگی
دینا پڑیگی ف اسی پر فتوی ہی در مختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق
پیسون کے بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسونکے بدلے مین تو صحیح ہی اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے
یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین لازم آوینگے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی اور قیراط نصف دانق کا ہوتا
ص اور زفر رح کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اسلیے کہ فلوس عددی ہین اور اونکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے
معلوم ہوتا ہی وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ ثمن فلوس ہین اور وہ معلوم ہین ف اور اسیطرح ایک درہم
یا دو درہم کے پیسونکے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہی نزدیک ابو یوسف رح کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم
کے پیسے جتنے بازار مین آتے ہین معلوم ہین وہ مشتری دیدیگا اور محمد رح اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہی
کہ پیسون سے خرید و فروخت جب ہوتی ہی کہ ایک درہم سے کم ہون اور قول ابو یوسف رح کا صحیح ہی خاص کر ہمارے شہر وغیرہ مین
ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درم دیا اور کہا کہ آدھے درم کے پیسے اور آدھے درم کے بدلے مین چاندی کی اوقہی جو نصف
درم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہی تو بیع فاسد ہو گی واسطے لازم ہونے ربا کے ف پیسون مین بھی اور اوقہی مین بھی
امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسونمین جائز ہو جاویگی ص اور اگر یون کہا کہ دے تو
آدھے درم کے پیسے اور ایک اوقہی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل مین ف کیونکہ اس صورت مین اوقہی
جو ایک رتی کم ہی نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہو گی اور نصف درہم ایک رتی

اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی مین یعنی یون کہا ایک درم دیکر دے
زیادہ کے مقابل پیسے ہوجاوینگے **ص** تو اس صورت مین پیسیون مین بیع جائز ہوگی اور
درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی اوٓدھی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسیون مین بیع جائز ہوگی اور
اوٓدھی مین فاسد **ف** امام صاحب کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہین منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہی
یعنی بائع مشتری کے ہاتھہ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکو مبیع
پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو روز فسخ تک نفع اوٹھانا بیع سے درست ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر
فتوی ہی اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے درست نہین اسمین اگر
میعاد کوئی مقرر ہوجاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا
اور وعدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہوجاتی ہی بسبب احتیاج ناس کے در مختار
جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ
وعدہ ہی کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہی رد المحتار اور اگر اوس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین
ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن با ثبات بیع بائع سے پہونچتا ہی اور اگر مشتری مرجاویگا تو اوسکے وارثون کو
اختیار ہی چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اوسکو ایک مدت
معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے
نزدیک جو اوسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک زر کرایہ لازم ہوگا ؛

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان مین کفالت کے معنی لغت مین ملانے کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح
شرع مین عبارت ہی ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبے مین **ف** یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے
اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگیا جاننا چاہیے کہ جو شخص
ضامن ہوتا ہی اوسکو کفیل کہتے ہین اور جسکا ضامن ہوتا ہی اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہی
یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہی یعنی دائن اوسکو مکفول لہ کہتے ہین اور مال یا نفس کو مکفول بہ **ص** کفالت
دو قسم ہی ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضمانت اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی
منعقد ہوتی ہی ان الفاظ سے **ف** شافعی رح کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہین ہی اور ہماری دلیل وہ حدیث ہی
جسکو روایت کیا ابوداؤد اور ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہی اور یہ لفظ مطلق
ہی شامل ہی مال ضامن اور حاضر ضامن دونون کو **ص** کہ کفیل یون کہے کفیل ہوا مین اوسکے نفس کا اور مانند
اوسکے وہ لفظ ہین جن سے تعبیر کیا جاتا ہی کل بدن انسان سے **ف** مثلاً گردن روح تن بدن وجہ یعنی منہ
تو اگر کہے کفیل ہوا مین اسکے ہاتھہ پاؤن کا تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھہ اور پاؤن سے تعبیر کل بدن کی
نہین ہوتی یہان تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھہ پاؤن کیطرف درست نہین بخلاف الفاظ مذکورہ بالا

هدایه ص یا ہیچ غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یون کہے کفیل ہوا مین اسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی ص یا یون کہے ضامن ہوا مین اوسکا یا وہ میرے ذمے پر ہے یا میری طرف ہے یا مین اوسکا زعیم ہون یا قبیل ہون یعنی کفیل ہون تو بھی ان صورتون مین کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ کو فلان وقت حاضر کر دونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اوسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نہ کرے تو حاکم اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور لے کر اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہین ہوتا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہے اسلیے پہلے اوسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہے اسطرح کہ نشان اوسکا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نکرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی معلوم نہین رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے هدایه ص اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذے سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اسلیے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پرسے احضار جاتا رہا اور اسیطرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نرہا تسلیم مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق ادا نہین کر سکتے ہان اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اوسکی جایداد سے قرضہ ادا کیا جاویگا اور اگر مکفول لہ مر گیا تو وصی مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہووے تو وارث اوسکے قائم مقام ہے هدایه ص اسیطرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہان اوس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا ف جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہان قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے ص اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو مین تیرے حوالے کر دون تو مین بری ہون ف کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اسطور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے مین سپرد کر دونگا پھر اوسنے تسلیم کیا بازار مین یا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنہ کو قید کرایا تھا کسی اور نے ف اسواسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا ص اور اسی قید خانے مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو اب بری نہوگا بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف درمختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ص تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو بری ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول لہ قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا اوسے شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانہ مین اور قید خانے مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا جب تو قید

دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اوسی قاضی کا قیدخانہ ہی جسکے پاس مکفول لہ کا مقدمہ دائر ہی تو بری ہوجاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمے مین قید ہووے اور بھی بری ہوجاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مرگیا تو اوسکے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہی کفیل سے اگر حاضر ضامن نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تو جتنا مال اوس پر ہی اوسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اوسنے حاضر نہ کیا تو مال اوسپر لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین **ف** دلیل ہماری یہ ہی کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہی اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شرط پر معلق ہووے جو مناسب ہی عقد کے تو جائز ہی اور اگر ایسے شرط پر ہووے جو ملایم نہین عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا مین موج آنا تو صحیح نہوگی ھدایہ **ص** اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کر دیگا تو بری ہوجاویگا اور اگر صورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اور وہ حاضر نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا **ف** یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ **ص** مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تو میرے اوپر وہ سو ہین اور اوسنے حاضر نہ کیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک برخلاف امام محمد کے **ف** وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہی کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہین تو وہ کی لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جنکا دعوی مدعی نے کیا ہی اور محمد یہ کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعوی کیا ہی وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی یہ وجہ ہی کہ مدعی نے دعوی مجہول کیا تو خود اوسکا دعوی صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت بھی صحیح نہوئی ان صورتون مین مسئلہ مخصوص ہوجاویگا اوسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اون دنانیر کی بیان نہین کی ہی اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان اوسکا اصل دعوے سے ملحق ہوجاویگا اسواسطے کہ عادت ہی اجمال کی دعاوی مین ھذا حاصل ما فی الھدایہ وشرح الوقایہ **ص** اگر کسی شخص نے مدعی علیہ پر دعوی کیا قصاص کا یا حد کا **ف** مثلاً حد قذف یا حد سرقہ **ص** اور مدعی علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ پر جبر نکیا جاویگا واسطے دخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین جبر کیا جاویگا **ف** مراد جبر سے بقول صاحبین ملازمت ہی یعنی ساتھ رہنا قید کرنا در مختار **ص** اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندے کا غالب ہی اور قصاص خالص حق العبد ہی اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہی کہ یہی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہی تو اوسمین مضبوطی واجب نہوگی **ف** یعنی قصاص اور حد دونون شبہہ سے دفع ہوجاتے ہین تو اونکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہی دلیل امام صاحب کی ایک حدیث بھی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی کفالت حد مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا اسا تھہ اوسکے عمر بن ابی عمر کلاعی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین سے ہین بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہی مین اسکا حال نہین جانتا **ص** البتہ اگر

خود مدعی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہی اور حد قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا
جاویگا مدعی علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہی اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور
ف مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل ہین یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قاضی
مدعی علیہ سے حاضر ضمانت نلے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل
بھی لے آوے یا اون دو گواہون مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے ص اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ
عادل لایا اور وقت برخاست ہو گیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہی تو جب مدعی نے دو گواہ
مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہوا اسواسطے کہ شہادت مین دو باتین ضرور ہین
ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہو گیا اور حبس متہم کا جائز ہی نظر
حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو
بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے ص خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور کوئی
اوسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس روپے کے عوض مین رہن کر دے تو درست ہی اگر دائن نے مدیون سے
ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل تو دونون مدیون کے کفیل ہو جاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل نہوگی
کفالت بالمال صحیح ہی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے لیکن یہ شرط ہی کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے ف دین صحیح اوسکو
کہتے ہین کہ بغیر ادا مدیون یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمے سے ساقط نہووے اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی
مکاتب پر جو مال مقرر کر دیتا ہی مولی عوض مین اوسکی آزادی کے تو یہ دین صحیح نہین کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہی مکاتب کے
عاجز ہو جانے سے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہی مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی
اگرچہ مکفول بہ مجہول ہی یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجکو دینا پڑے اس بیع مین اوسکا مین
ضامن ہون ف یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہی اسصورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری
کی ثمن کفیل کو دینی ہوگی ص اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلان سے بیع معاملہ
کرے تو اوسکا مین ضامن ہون ف یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس بیع کی درست نہین
جیسا کہ آگے آتا ہی ص یا اگر تیرا اوس پر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر
وہ شرط مناسب نہو تو کفالت صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون گر اسطرح
کفالت کی کہ جو تیرا اوس پر ہی اوسکا مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا
کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس تو کفیل جسقدر حلف کی رو سے کہدیگا اوتنا دینا پڑیگا
اوس سے زیادہ نہوگا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا
ف درصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہی کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا
مکفول عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر [illegible] علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی ص اور جب کفالت

کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہی یا کفیل سے
جو اوسکا ضامن ہی اور دونون سے معًا بھی مطالبہ کر سکتا ہی اور اگر ایک سے اوسنے تقاضا کر لیا جب بھی
دوسرے سے تقاضا کر سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ مطالبہ حق ہی مکفول لہ کا تو اوسکو اختیار ہی جس سے چاہے جس طرح چاہے
طلب کرے **ص** اور مالک مال کی صورت اسکے برخلاف ہی **ف** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے
اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہو گیا تو پہلے مالک کو اختیار ہی
کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر
راضی ہو گیا یا قضائے قاضی اوسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہین کر سکتا تو اگر تاوان اوسنے
غاصب سے لیا تو وہ رجوع کر لے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے **ص**
اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی اسصورت
مین جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہین لے سکتا برخلاف اوس
شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اوسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادای ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے
ثمن طلب کر سکتا ہی اور اگر کفالت بدون اوسکے حکم کے ہوئی ہی تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا
لازم نہین تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ
مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا
اور اگر کفیل کو اوسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب وہ بری
ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہی نہ اسکا اولٹا **ف** یعنی ابرا کفیل سے ابرا اصیل ضرور نہین **ص** اور اگر مکفول لہ
نے کفیل کو مہلت دیدی ادای قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت
ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپے تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپے پر راضی کر کے اوس سے صلح کر لی تو نوسو روپیہ
مکفول عنہ اور کفیل کے دونون کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اسصورت مین اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا
اگر کفالت اوسکے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھ نہ لیگا **ص** اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا
دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہ کو راضی کر کے اوس سے صلح کر لے تو اس صورت مین اگر کفیل نے
کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کل دین اوس سے پھیر لیگا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ کا یعنی بدلنا ہی اس
جنس کو عوض مین دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی موجب کفالت
پر تو اس صورت مین مکفول عنہ دین سے بری نہوگا **ف** موجَب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز موجب ہو
بالکسر یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے
استقاط سے اصل دین ساقط نہین ہو سکتا **ص** مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا بَرِئتَ اِلَیَّ مِنَ المَالِ یعنی تو بری الذمہ ہوا

مجھ تک مال سے تو اسصورت مین کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر **ف** اسواسطے کہ الی موضوع ہی واسطے انتہائے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ برات
شروع ہوکر طرف سے کفیل کے منتہی ہوئی طالب تک اور ایسی برات جسکا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہین ہوسکتی بدون ایفا
دین کے تو گویا مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادائے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اوسکے حکم سے کفالت ہوگی **ص**
اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف رح کے اور امام محمد رح کے نزدیک رجوع نکرے **ف** در مختار مین
ہی کہ قول امام متحد ہی ساتھ قول ابو یوسف کے اور اسیکو اختیار کیا ہی ہدایہ مین اور یہی اولی ہی **ص** ہان اگر مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مینے
تجکو تو اسصورت مین رجوع نکرے **ف** اسواسطے کہ یہ ابرا ہی طرف سے طالب کے باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہوگیا تو اوسکو
حق رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ ان سب صورتون مین طالب اگر موجود ہوگا تو اوس سے استفسار کرینگے کہ مطلب اوسکے کیا ہی پھر
بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا **ص** اگر مکفول لہ برات کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے
بری ہی تو برات صحیح نہوگی **ف** کیونکہ ابرا تملیک ہی دین کی اصل مدیون کو اور جو چیزین تملیک ہین اونکی تعلیق شرط پر صحیح نہین
ص اسیطرح کفالت صحیح نہین نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا انکا کفیل سے متعذر ہی اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین
مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہی اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت
کی **ف** البتہ ان چیزون کی تسلیم کی ضمانت درست ہی اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہی تو کفیل اوسکا التزام کرسکتا ہی
تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہوجاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہین مثل حاضر ضامن کے
در مختار **ص** البتہ صحیح ہی کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری **ف**
بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہین تو امانت ہوجاویگی اور ایسی ہی صحیح ہی اوس مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر
در مختار جاننا چاہیے کہ جو چیزین مضمون بنفسہا ہین اونکی کفالت صحیح ہی اور جو چیزین مضمون ہی نہین جیسے امانت مع عاریت و مال شرکت
و مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہین لیکن بغیرہا تو اونکی کفالت درست نہین یہی قاعدہ کلیہ ہی اب جانا کہ مضمون بغیرہا
وہ چیزین ہین کہ درصورت ہلاک اونکے قیمت اونکی واجب نہووے جیسے مبیع بہ بیع صحیح قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف
ہوجاویگی تو رد ثمن مشتری کو واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح مرہون کہ مضمون بالدین ہی مضمون بنفسہا
وہ چیزین ہین جنکی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہی درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو
اونکی کفالت صحیح ہی اور ضامن پر وہ واجب ہی جو اصیل پر واجب ہی یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح
القدیر **ص** اور صحیح نہین ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے **ف** اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہین اس بات پر
کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کردے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہان فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہی اور اوس پر کفیل قادر ہی **ص**
یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے **ف** اسی وجہ سے کہ گذری جانور مین **ص** ایک شخص مدیون تھا اور مفلس گیا بعد
اوسکے مرجانیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے قرضخواہونکے لیے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہین **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک درست ہی اور وہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا ہان اگر کوئی شخص تبرعا میت کا دین ادا کردیگا تو سب کے نزدیک درست ہی اور اسیطرح
اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اوسکے دین کی کفالت درست ہی ہدایہ اور دلیل دونون مذہبون کی اصل مین مذکور ہی

ص اور کفالت درست نہین جب تک مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس مین جسمین ذکر کفالت ہوا ہی ف یہ مذہب شیخین کا ہی اور
امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول لہ کو خبر پہونچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہو جاویگی اور یہ خلاف کفالت بالنفس مین ہی
نہ بالمال مین ص مگر ایک مسائے مین وہ مسالہ یہ ہی کہ مریض اپنے مرض موت مین قرضخواہونکی غیبت مین اپنے وارث سے یہ کہے
کہ میرے اوپر جو قرض آتا ہی اوسکا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہین ف
اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہی اور اسیواسطے تسمیہ مکفول لہ کا شرط نہین اور اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت
منظور کرے تو اوسمین دو روایتین ہین لیکن اوجہ یہ ہی کہ صحیح ہی ص اور کفالت درست نہین بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی
کفالت کرے یا غلام ف مثلا ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہی اب یہ سو روپے
بدل کتابت کہلاتے ہین ان روپیونکا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح
چاہیے اور بدل کتابت دین صحیح نہین جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جسنے اوسکے حکم سے
کفالت کی ہی اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہین دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہین پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے
اور کفیل نے جو اوس روپیہ مین کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھ ضرور نہین اور اگر کفالت
کر بھر گیہون کی کی اور کفیل نے وہ کر مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو حوالہ کرے بیچکر اوسمین نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا
ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہی کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہین ف امام کا قول اصح ہی کذا فی
الہدایہ اور فرق کی وجہ دونون مسألون مین مذکور ہی اصل کتاب اور ہدایہ مین ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کا حکم سے
اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کرکے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع
کفیل کے واسطے ہی اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہی بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی اُس
بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے ندیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھ
پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیے
نفع ہوے اور اسکے سوا بھی اور صورتین بیع عینہ کی ہین جو درمختار وغیرہ مین مذکور ہین درمختار مین ہی کہ یہ بیع مکروہ ہی مذموم
اسواسطے کہ اسمین ثواب قرض سے روگردانی ہی اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کی مانند ہی اسکو سودخوار نے نکال
لیا ہی فرمایا علیہ السلام نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلون کی دُمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی
اور کسب مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین کیونکہ بہت سے صحابہ نے ایسی بیع کی ہی ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی
اوسکا نقصان کفیل پر ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اوس بیع کا اسلیے کہ یہ وکالت صحیح نہین ہوئی ف اور لازم نہین مکفول عنہ پر
وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہی ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہی یا قاضی نے حکم کیا ہی
اوسکا مین کفیل ہون بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول
نہوگی ف جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا کیونکہ

کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اوسی مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو کیونکہ ثابت امر وجب
ہوتی ہے شی قضاء سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضاء قاضی کا نہیں تو دعوی مدعی کا مطلق ہو گیا اور مکفول خلاص
اس صورت میں مسموع نہوگا ھل ایہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ
شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دیگا اوس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا
عمرو سے پھیر لے گا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل زفر کی یہ ہے کہ ہرگاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں
ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہو گئی بحکم شرع گواہی سے
ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اوسکے حکم کے ف
یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی در مختار ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف
اور وہ رجوع نکریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہو ص زید ایک شی عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اتنے میں
بکر آیا اور اوسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کر لے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیرے ثمن کا ضمان دونگا ف
یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں ص تو بکر کا ضمان کرنا اقرار ہو گیا اس بات کا کہ یہ چیز مملوک ہے
زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر بکر نے
شہادت لکھدی اوس چیز کی بیعنامے پر اور اپنی مہر کر دی تو یہ اقرار نہوگا بکر سے ملک زید کا ف تو اب دعوی بکر کا بابت
ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے
گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اوسمیں
مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز رکھے طحطاوی ص لیکن اگر اوس بیعنامے میں یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی
یا یہ بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہو گی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے
مسموع نہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعوی صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی
بوجہ تناقض تو لینے کے ۱۲
شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اسلیے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم
نہیں کہ کونسے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا اخلاص کا تو بھی صحیح نہیں ف ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے
مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو میں اوس سے چھڑا کر جسطرح ہو ذات شی کو تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہیں اور صاحبین کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص
یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے
مضارب اور وکیل پاس ص دو شریکوں نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے
ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقدوں میں بیع ہو گی علحدہ علحدہ تو ضمانت جائز ہے ف یعنی اگر پہلے
ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہو گیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے
اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اسکی ثمن کا ضامن ہو گیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اور اصل میں

مذکور ہے **ص** صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائب کی اور قسمت کی **ف** لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہے پہلے باب میں لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہیں ایک تو حق ہیں جیسے نہر مشترک کھودانی جس سے عامہ خلائق کو فائدہ ہووے یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانوں سے لیوے وغیرہ ایسی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں سے ناحق لیے جاتے ہیں تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن فتوی اسپر ہے کہ صحیح ہے یہان تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہیں یا ایک حصے کو نوائب میں سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت نائبہ موظفہ معینہ ہے یعنی جو یک ماہہ یا دو ماہہ یا سہ ماہہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور نوائب غیر معین ہوتے ہیں ہر آئینہ یہ کفالت اوسکی بھی صحیح ہے **ص** ضامن نے کہا کہ میں ضامن ہوا ہوں مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال موجل ہے میعادی ایک ماہ کے اور مکفول لہ کہتا ہے کہ نہیں وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہیں ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ نہیں ہوتا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اثبات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہیں ٹوٹتی ظاہر الروایۃ میں جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

ف باب دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

ص دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اور اسکے حکم سے تو جو کچھ ہر ایک بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہیں لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہے اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے **ف** اسواسطے کہ اسصورت میں مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے اسواسطے کہ ادا کیا گیا دین اصالت کا وہ مقدم ہے ادائے دین کفالت سے یہانتک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا **ص** زید پر ہزار روپے آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے اون ہزار روپے کا بعد اوسکے خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے انھیں پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہے اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا **ف** یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہے اوسکی طرف سے **حل** اب یہ جاننا چاہیے کہ یہان تین قیدین ہیں ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہوں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ وہ کل دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت میں جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا اور ایک قید جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر ایک اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ہر ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو

توبھی یہ لا مسألہ سمجھا ویگا ردالمحتار اور مطلع مین صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہی چلپی نے اوسکا جواب دیا ہی اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور جو بری کر دیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کل زر کفالت کا ف اسلیے کہ ہر ایک کفیل کل ہزار کے مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہی پس جب ایک کو مکفول لہ نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی ف اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا ص اب دونون جدا ہو گئے تو صاحب دین کو اختیار ہی کہ اون دونون شریکون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہی اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادائے مال کے ایک کو آزاد کر دیا تو جسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کر لے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے ف اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہی سو اوس کو رجوع کریگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہی تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونیکے بیان مین

ص اگر ایک شخص ضامن اوس مال کا ہو جسکا ادا غلام پر واجب ہی بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار سے یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہی ص اور ضامن قید نکرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اوسکو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوس پر رجوع کرلے ف ورنہ نہین ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ میرا ہی بکر نے ضامنی کی اسبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو مین تمھین دونگا بعد اس ضامنی کے غلام مر گیا اب عمرو نے ملک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کر دی تو بکر کو اوس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام مر گیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اگر مولی نے ضمانت کی غلام کی طرف سے ف اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم کے ص یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کی ف خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کر دیا بعد اوسکے صورت اول مین مولی نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کی طرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اسواسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہی اسلیے کہ ایک کا دین دوسرے پر نہین ہوتا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہی ف دلیل ہماری اور شافعی اور زفر کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف سے گو کہ مولی اوسکو حکم کرے

کتاب الحوالہ

ف حوالہ لغت میں کہتے ہیں نقل کو اور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے اوتار دینے کو ایک کے ذمے پر سے دوسرے کے ذمے پر مثلا زید مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کرلیا اوس دین کے وصول کے لیے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہی حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے ابو ہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر میں قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہی اور جب حوالہ دیا جاوے تم میں کوئی کسی مالدار پر تو مانے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت میں ہی تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ میں یہ حدیث اس لفظ سے ہی مَنْ اُحِیْلَ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتَّبِعْ روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط میں ابو ہریرہ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہی محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہی ف رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہی ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک اون دونوں میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہی اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہی اور شرط نفاذ ہی تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہی اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون محجور کا صحیح ہی اور رضا محیل بھی شرط ہی تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہی اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہی تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہی اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہو جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہی بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ میں ضرور ہی تو اگر محتال غائب ہی مجلس سے اور اوسنے جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں مگر اوس صورت میں کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ میں بھی عقل و بلوغ شرط ہی تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہیں اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہی اور رضا بھی شرط ہی تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا ضرور نہیں اور خانیہ میں ہی کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہیں یہانتک کہ اگر اوسکو خبر پونہچی اور اوسنے جائز رکھا تو صحیح ہوجاویگا اور ایسا ہی بزازیہ میں ہی اور محال بہ میں یہ شرط ہی کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہی جیسے کفالت ھکذا فی الطحطاوی والشلبی ص اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہی بدون رضا محیل کے اور صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہی اوسکا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوگیا اور اصل مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہی کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اوسکے حکم کے بشرط برات اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہوجاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون سے مطالبہ دین کا نہو کفالت ہی ف یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے ہوتا ہی اور حوالہ میں بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہوجاتا ہی دین سے تو اگر کفالت میں شرط کرلی برات مکفول عنہ کی تو وہ بعینہ حوالہ ہوجاویگا اور حوالہ میں اگر شرط کرلی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت ہوجاویگا در مختار میں ہی کہ صحیح روایت

ملی ... یعنی غنی ... ۱۲ در منتقی

زیادات کی ہی کہ رضامندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہی محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اس مین کچھ ضرر نہیں بلکہ اوسمین اسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اوس پر رجوع نہین کر سکتا جب کہ حوالہ بدون امر محیل ہووے کذا فی النہر **ص** جب حوالہ تمام ہو گیا تو اب محیل بری ہو گیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو **ف** لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ براوت کا یہ ہی کہ اگر محیل مر گیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے ترکہ سے نہین لے سکتا لیکن محتال نہ ضامن لے لیوے ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک نہو جاوے شامی **ص** اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت مین کہ اوسکا توا حق ہو **ف** توی بالف مقصورہ یا توا دبالف ممدودہ عبارت ہی ہلاکت مال سے **ص** اور اوسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے **ف** یعنی ترکہ بقدر ادا دین محتال نہ چھوڑے **ص** دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھائے اور حوالے کے گواہ نہووین اور صاحبین کے نزدیک توا اس صورت سے بھی ہوتا ہی کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کر دے **ف** اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہی اور امام شافعی اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کی اس بات پر اطلاع نہین ہو سکتی تو گواہی اوسکی اسبات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہین ہی شہادت ہی نفی پر اور وہ غیر مقبول ہی **ص** حوالہ دو قسم ہی ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہی کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کرکے لیگیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہی محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شی مغصوب تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اسصورت مین محتال رجوع نہین کر سکتا محیل پر اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہی ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہی حوالہ مقیدہ مین محیل اوس شی کو طلب نہین کر سکتا ہی محتال علیہ سے اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہو گیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مر گیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شی محال بہ محتال نے وصول نہین کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون محیل کے **ف** یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہون کو محیل کے حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اونمین برابر ہی یہ نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس شی سے وصول کر لے بعد اوسکے جو بچے اور قرضخواہون مین تقسیم ہووے جیسا رہن مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شی مرہون کو بیچکر لے لیتا ہی بعد اوسکے جو بچتا ہی وہ اور راہن کے قرضخواہون کو ملتا ہی کیونکہ حوالہ کم ہی درجے مین رہن سے **ص** حوالہ مطلقہ یہ ہی کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شی لینی محتال علیہ سے لے سکتا ہی **ف** یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہی کیونکہ حوالہ خاص نہین ہوا ان چیزون سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے **ص** اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شی عین یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہو گا **ف** بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے رجوع کریگا محیل پر **ص** اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپے کا بکر نے وہ سو روپے عمرو کو ادا کرکے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا

کہ میرے تو جو تیرے اوپر آتے تھے اوسپر مینے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ مینے اپنے تیرا کچھہ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس
گواہ نہیں ہین تو اسصورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین نسمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین
یہ ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا **ف** بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اوسکی رضا سے **ص** اسیطرح اگر محیل محتال سے
کہے کہ مینے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرلے محتال سے اور مین تیرا مقروض نہ تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا
مقروض تھا اور بابت تونے حوالہ کیا تھا اور محتال کے پاس گواہ نہیں ہین تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا **ف** اگرچہ یہ خلاف ہے
معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہے تو ضرور ہے کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ گاہے حوالہ
بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہیں ہین تو ضرور ہے کے تو قول اسکا ساتھہ قسم کے معتبر ہوگا اس بات مین کہ مراد
میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نسمجھا جاویگا **ص** مکروہ ہے سُفتجہ **ف** سُفتجہ بضم سین اور فتح تا
معنی اوسکے یہ ہین کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اوسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہے
کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل مین سُفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھہ رکھنے دراہم اور دنانیر کے
سفاتج مین یعنی اشیاے مجوفہ مین جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اوسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لیجاتے تھے تا کسیکو خبر نہووے **ص** یعنی قرض دینا
واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے **ف** ہند مین اسکو ہنڈوی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے
مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن اسامہ کی مسند مین مروی ہے سوار بن مصعب سے اونہونے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مینے
علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے
وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اونکو اور روایت کیا
اوسکو ابن الجہم نے اپنے جزء معروف مین اور نکالا ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفاتج حرام
یعنی ہنڈویان حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اوسکو بخاری اور نسائی اور
ابن معین نے اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین اور اس باب مین بہتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جسکو
روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ
یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اسمین نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی صغری
مین ہے کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض مین تو مکروہ ہے اور جو اسکی شرط نہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہین اور شرط کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہین جائز ہے اور اگر قرض دیا
بغیر شرط کے اور اوسنے لکھدیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھدے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ مین تجھے دونگا
تو بھی بہتر نہین ہے اور مروی ہے یہ ابن عباس سے کیا نہین دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے مین وہ مال ادا کیا جو مقرض کے
مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہین جبکہ مشروط نہو اور فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھہ اوسوقت حلال ہے جب کہ اسکا
یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر یہ معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کیلیے ہوتا ہے
تو حلال نہین گو کہ شرط نہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہ سے کہ وہ نہین بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ مین

تو اسکی کچھه اصل نہین اسواسطے کہ یہ انتفاع نہین ہی اوسکی ملک سے اسکی شرط ہوتی ہی اور نہ یہ رائج ہی فتح **فائدہ** جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اوتنا ہی دوسرے شہر مین مکروہ ہوئی تو جو ہمارے ملک مین مروج ہی ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہی اور کم وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہی اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہی بموجب اوس حدیث کے جو اوپر گذری دینے والا اور لینے والے سب ملعون ہین خدا محفوظ رکھے فقط

ص کتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہی وہ قاضی ہونیکے لائق ہی اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہی **ف** یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہی نہ اندھا ہی نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہی اسیطرح وہ قضا کے عہدے کے بھی لائق ہی یعنی ہو سکتا ہی کہ قاضی ہووے اور یہ چیزین جیسی شرط ہین شہادت کی ویسی شرط ہین قضا کی **ص** اور فاسق اہل ہی واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہی کہ حاکم اوسکو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہی لیکن چاہیے قبول نہ کیجاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا **ف** در مختار مین ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہی کہ باقی اقاویل اس مسالہ مین سب جوح ہین اور یہی قول راجح ہی ابن الہمام رح نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کردے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہی حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے **ص** اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اوسکے فاسق ہوگیا **ف** بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے **ص** تو عہدۂ قضا سے معزول نہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے **ف** یعنی واجب ہی حاکم پر کہ معزول کرے اوسکو فتح القدیر **ص** یہی ظاہر مذہب ہی اور اسی پر ہین مشایخ حنفیہ **ف** بخاری اور سمرقندی اور بعض مشایخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہین ہو سکتا اور بعضون کے نزدیک ہو سکتا ہی اور مفتی بہ بعضون کے نزدیک قول اول ہی اور بعضون کے نزدیک قول ثانی **ص** اور مجتہد ہونا شرط ہی اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا **ف** یعنی جو مجتہد ہو اوسکا قاضی ہونا اولی ہی اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہین ہی یعنی یہ نہین ہی کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہووے **ص** تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہی ہمارے نزدیک **ف** لیکن امام شافعی رح کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہین اور احتیاط اوسی قول مین ہی جسکو شافعی رح نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے بہتر مناسب ہی اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اوٹھہ جاویگا **ص** مگر حاکم کو چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر ہی قضا پر اور اولی ہی **ف** روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانون کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہی کہ اولوگون مین بہتر اوس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول کا موجود ہی تو اوسنے خیانت کی اللہ اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک مین اور ابو یعلی موصلی نے حذیفہ سے مثل اسکے **ص** اور آدمی کو چاہیے کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو

اور سوال کرتا ہی اوسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد نہین ہوتی اور جو شخص
زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اتارتا ہی اللہ تعالی اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اوسکو یعنی اعانت کرتا ہی اوسکی اوسکو ابوداؤد نے
روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود اور ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے **ص** اور درست ہی عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو
جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا **ف** اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدۂ قضا کو
اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی
کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا مینے یا رسول اللہ بھیجتے ہین آپ مجکو عہدۂ
قضا پر اور مین کم سن ہون اور قضا کو نہین جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمھارے دل کو
اور مضبوط کر دیگا تمھاری زبان کو جسوقت جھگڑالو وین تمھارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جبتک
سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کروگے کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ پھر شک نہین کیا مینے کسی فیصلے مین
بعد اسکے روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی نے اور صحیح
کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہی مستدرک مین حاکم کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا ترمذی اور
ابوداؤد اور دارمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گاہ بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا
اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا انھون نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ مین کہا
سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت مین رسول اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا
مین اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش مین کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا
شکر ہی اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول کو اوس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف
حجت ہونا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہو گیا قول اون لوگون کا جو قیاس کو شرع کی
حجتون مین شمار نہین کرتے **ص** اور مکروہ ہی **ف** تحریمی **ص** عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہونیکا
تصفیہ مقدمات مین یا ظلم کے صادر ہونیکا **ف** تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور جو حدیثین کہ ممانعت اختیار عہدۂ
قضا مین آئی ہین محمول ہین ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت
کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مروی ہی بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہا
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہین دو اون مین سے جہنم مین جاوینگے اور ایک
جنت مین ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت مین جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا
حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم مین تو وہ جہنم مین جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق
اور فیصلہ کیا لوگون کا نادانی سے وہ بھی جہنم مین جاویگا روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے
اور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص
حکم نکرے اوسکے موافق جو اتارا اللہ تعالی نے تو وہ فاسق ہی اور ظالم ہی اور کافر ہی اس سے برائی ثابت ہوگئی

ف ... تینون جگہ مختلف ہی اول مین ہم الکافرون اور دوسری مین الظالمون اور تیسری مین الفاسقون ۱۲

اون لوگون کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف باتباع احکام امرا وقت اور قوانین نصاری کے فیصلے کرتے
ہین اور جو اونکے معین ہین کچھ شک نہین کہ اونکے لیے بھی وعید ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر
ص جو شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین دستاویزات اور فیصلنامے ہین اور حوالات کے
قیدیون کو دیکھے **ف** یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ مین قید تھے اونکے حال مین نظر کرے نہ اون قیدیون مین جو حاکم
قیدخانہ مین ہین در مختار **ص** تو جو شخص اون قیدیون مین سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہون
تو اوسکا حبس قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب مین معتبر نسمجھے اسواسطے
کہ قول قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانون کے ہوگیا بلکہ منادی کرا دے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن
لوگون کو فلان فلان قیدی پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت مین حاضر ہون مجلس قاضی مین تو اگر کوئی حاضر ہو سنے مقدمہ
اوسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیون کو چھوڑ دیگا **ف** در مختار مین ہے کہ بعد منادی کرنیکے اگر کوئی مدعی
اوسکا حاضر نہووے تو اوسکو حاضر ضامن لیکے چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کرا
بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دے **ص** اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی سے یا قابض کے
اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع
اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اب اون ودائع اور محاصل وقاف مین قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا **ف** اسواسطے
کہ وہ قاضی اون چیزون کو جسکی بتلا دیگا اوسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا
کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کے لیے اقرار کیا تو اس صورت مین
ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو
قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرنے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا ھدایہ
ص قاضی کو چاہیے کہ مسجد مین باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولی ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جسکا
جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد مین
اسواسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے دخل ہونا مسجد
مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد مین بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور یہی قضا جاری ہے
اور نجاست مشرک کی اندروے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد مین بلکہ فیصلہ کیا جاوے
مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر **ف** ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئین
مسجدین واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین قلت غریب بہذا اللفظ اور کنوز الحقائق مین بھی
یہ حدیث منقول ہے لیکن جو الا اونسے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی مین اس حدیث کے چند حدیثین آئی ہین نقل کیا اونکو شیخ ابن
الہمام نے فتح القدیر مین ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کی

بخاری نے کہ اعلان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کی امام ابوبکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا انھوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ اور روایت کی ابن سعد نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے کہ دیکھا انھوں نے ابوبکرؓ کو کہ فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مسجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں **ص** اور اگر قاضی قضا کے لیے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دیدے عام تو بھی درست ہے **ف** اور اولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہو تا لوگوں کو آنے میں دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اوس وقت جب قلب اوسکا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوس دن روزہ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے اچھے طور سے **ص** قاضی کو چاہیے کہ کسیکا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اوس شخص کا جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں سے کسیکا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہ ہووے **ف** اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو اونکا بھی ہدیہ نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوای عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت کے اور اسیطرح عاریت لینا بحکم اوسکے **ص** اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت میں کسی کی نجاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہو اور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص میں بھی جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو **ف** کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نکرے اور اسیطرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہووے دیکھو مختار **ص** اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ میں اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے **ف** بشرطیکہ اوس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہووے کفایہ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مرجاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے کوئی مسلمان تو نصیحت کرے اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور نصیحت دینا اچھا امر ہے تو ہدایہ میں جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہو گیا **ص** اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر آویں تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکسان کرے **ف** اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر و صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل و شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھ کر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... القاضی ... غصہ ...

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانون کا تو چاہیے اوسکو کہ برابری کرے
بٹھانے مین اور اشارے مین اور نظر مین ص اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے
ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ ایک کی طرف اون دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے
اور گواہون کو تعلیم مکروہ ہے اسطرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہے اسطرح کہ شاہد
قاضی کے کہنے سے زیادہ دہشت حاصل ہو ف ابی یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور
ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھہ ترک کرے تو مضایقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے
کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے
اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد
اسے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہین کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان مین

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادا حق کا در صورت
نادہندگی مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہو مدعی علیہ کو
قید کرے اور اگر گواہون سے ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ قبل حکم ادا ے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست
مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید جزا ہے نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوسوقت نادہندگی
مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادا ے حق کا اوسکو حکم کرے اور وہ ندیوے اور جب حق گواہون سے ثابت ہوا
تو نادہندگی اور انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اسلیے قبل حکم ادا ے حق قید کرنا اوسکا درست ہے اور مدت
قید مفوض ہے راے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہین باعتبار احوال کے بعضے شریر نہین ہوتے اونکو تہوڑی
مدت کفایت ہے بعض متمرد ہوتے ہین اونکو تہوڑے حبس سے زجر نہین ہوتا اور یہ حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر
کرے اور ایفاے حق مدعی اوس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھہ مہینے ہین اور ایک مہینا اور دو
مہینے تین مہینے بھی مروی ہین مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے راے قاضی کیطرف ھدایہ ص مدعی علیہ کا حبس
اون حقوق مین ہوگا جو لازم آئے ہین اوسکو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل ف اور مہر موجل کے عوض مین حبس نکیا جائیگا
اگرچہ معجل ہوجاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار ص اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اوسکو
مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہو کذا فی خزانۃ الدرر کذا فی درمختار ص نہ دین ولد اور دیت
اور ضمان جنایات مین ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اوسکا بدل بدل دم
عوض ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل درمختار ص محبوس کیا جاویگا
اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اوس صورت مین جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہوجاوے گواہون سے تو ان چیزون مین بھی

قید دین گے **ف** اور قسم اول کی چیزون مین محبوس کرینگے اگرچہ مدعی علیہ مدعی محتاجی کا ہو اور دعوی مجلجی کی تصدیق کیجاویگی در مختار

باب بیان مین قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دین قاضی کے سامنے اور مدعا علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنا مہ جسکو سجل کہتے ہین پس لکھدے کہ حکم کیا مینے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دین اوسپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہون کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اوسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت مین یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات مین جو شبہات سے ساقط نہین ہوتے مثل حد اور قصاص کے **ف** اسواسطے کہ کتاب مین شبہ ہے اور حد و قصاص رفع ہو جاتے ہین شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہے اونکے اثبات مین **ص** جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جسکا انکار کیا گیا ہے کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونون کا تو وہ مثل مغصوب کے ہوگئی اور مغصوب مین واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہوگی اوسمین کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہین ہے اشارہ کا بلکہ صفت سے اوسکی معرفت ہوسکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اوسمین احتیاج ہے اشارہ کی اور یہ امام ابوحنیفہ کا ہے اور ایسا ہی ہے نزدیک امام ابو یوسف کے مگر اونکے نزدیک غلام مین کتاب القاضی ... اور اوسکی یون ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان ... کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہے اور اوسکا حلیہ ایسا ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند مین فلان کے قبضے مین ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اوسپر تو جب پہونچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اوسکی کے جو آگے آتی ہین اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہووے پھیر دیوے اوسکو اور اگر مطابق ہووے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کرے بغیر حکم کے اور فیصلہ کے اور لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اوس غلام کی گردن مین کوئی چیز ڈالکے اوسپر مہر کرے تاکہ ایسا نہو کہ مدعی وہان جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ مین اس غلام کو روانہ کرتا ہون تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہون کو بلاوے جنہون نے گواہی دی تھی اس غلام کے ملک کی غیبت غلام مین تاکہ گواہی دین اوسکی حضور مین اور اشارہ کرین اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ملک مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہون نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہے مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہونچے اوسوقت فیصلہ کر دیوے اور حکم سناوے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات مین قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین ہین **ف** در مختار مین ہے کہ یہی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات مین عام ہے کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہے **ص** سوا حد اور قصاص کے اور واجب ہے

کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہون کو اوسکا مضمون پڑھ کر سنادے اور مُہر کر دیوے اپنی اونکے سامنے اور وہ کتاب اون گواہون کو دیدیوے اور ابو یوسف نے کوئی بات انمین سے شرط نہین رکھی اور امام سرخسیؒ نے اونھین کا قول اختیار کیا ہی تو ابو یوسف کے نزدیک صرف گواہون کو اسبات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہی اور ایک روایت مین مہر بھی شرط نہین کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاویگی تو فتویٰ اِس بات پر ہی کہ مہر کرنا ضرور ہی اور جب گواہون کو سپرد کیجاویگی تو فتویٰ اس بات پر ہی کہ مہر شرط نہین پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پونہچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے سامنے اور دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب لے کر گئے ہین تو جب گواہی دی ان گواہون نے کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہی پڑھا تھا اوسکو اوس قاضی نے اپنے محکمے مین اور مُہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مُہر دیکھکر کھولے اور مدعی علیہ کو سنادے اور لازم کر دے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی رو سے جو کتاب مین مندرج ہی مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہی اوسکا فیصلہ کر دیوے **ص** اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ کہ اوس وقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مرجاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاویگی اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اول مرجاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ قاضی کاتب نے بعد نام اوس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہووے کہ مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس یہ خط پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہی کہ ابتدا سے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمان کے قاضیون سے پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہی اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اوسکے وارث پر اور صحیح ہی قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات مین سوائے حدود و قصاص کے **ف** اسواسطے کہ قضا نظیر شہادت ہی اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو قضا بھی مقبول نہوگی در مختار مین ہی کہ اگرچہ قضاے عورت صحیح ہی سواے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پائینگے وہ لوگ جنھون نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہی **ص** قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اوس صورت مین جب موکل نے اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مرجانے سے وکیل وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب ہی اصل موکل کا نہ وکیل اول کا **ف** ہدایہ مین ہی کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہی گو اوسکو اس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہووے کیونکہ جمعہ ایک شی مؤقت ہی خوف ہی اوسکے فوت ہو جانیکا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہی بر خلاف قضا کے **ص** جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے منیب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منیب کی رائے شریک ہو گئی تو جائز ہو جاویگا **ف** اسواسطے کہ جب قاضی اوسکے

سامنے فیصلہ کیا یا اوسکی رائے شریک ہو گئی تو گو قاضی ابتدا ہی سے قضا کی ص اسیطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے اس وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی رائے اوسمین شریک ہو گئی یا مؤکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کے لیے تو اوسکی قیمت بیان کر دی تھی اور وکیل کا وکیل اوسکے مباشر ہوا تو ان سب صورتون مین وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر مؤکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

ف باب مرافعہ کے بیان میں

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کرے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل مجتہد فیہا مین ف یعنی اگر اون مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے کسیکا قول اختیار کر کے قضا کر دی ہے بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہین کر سکتا مراد یہان قاضی اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا مین جسکا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہوگا قلیلہ ص الا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت ایک جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہے آیت کریمہ کے لَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھولکر تسمیہ ترک کر دیوے تو اوس ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعی کے نزدیک بھی تو اوسکی بیع بھی جائز ہو گی اور اگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاویگا اور بیع بھی اوسکی ناجائز اور شافعی کے نزدیک بیع اور اکل دونون جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہے اوس آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اوسکو منسوخ کرے ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث ف یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیئے ہون اوس کی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیب کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرت کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہوگا یہ جبتک تو نہ چکھے شیرینی عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی تیری ف روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے مراد شیرینی سے جماع ہے اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق مین قصے سمیت ص یا مخالف ہو اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر ف اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح مین ص تو حاصل یہ ہے کہ قاضی جب مسائل مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا واجب ہے لیکن یہ جب ہو کہ قاضی اول نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے آتا ہے

اور یہ بھی ضرور ہی کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہین
اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم مین قضا ہوتی ہی اوسمین اختلاف ہو اور جو
خود قضا مین اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب **ف** اسکا بیان آگے آتا ہی **ص** تو وہ قاضی اول کے حکم کر دینے سے
مجمع علیہ نہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا نسخ پہونچتا ہی ہان اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاویگا
اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہین کر سکتا اجماع مین اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہی تو جب اکثر ایک
امر پر متفق ہو جاوینگے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہوگی ہدایہ مین بھی یہی اختیار کیا ہی
لیکن اصول فقہ کی کتابون مین مذکور ہی کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہی اور اجماع نہین ہوتا مگر سب کے اتفاق سے
اور ہدایہ مین لکھا ہی کہ مسائل مختلف فیہ سے مراد یہ ہی کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہی کہ یہ
کچھ ضرور نہین بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہی **ف** اور اسیطرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ مین سے ہین نہ تابعین
مین سے **ص** اور نافذ ہی قاضی کا حکم ظاہر اور باطن مین **ف** یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ وبین اللہ **ص** کسی شی کی حرمت
یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہی ظاہر مین نہ باطن مین جاننا چاہیے کہ امام اعظم کے
نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل
حکم کے ہو اور قاضی نجانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہین تو قضا نافذ ہی ظاہر اور باطن مین نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہی کہ اگر مثلا مدعی
نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہی اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیے نکاح کے
قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ
لوازم زوجیت کا حکم کرے **ف** اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہی کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا
عند اللہ حلال ہی اور صاحبین کے نزدیک ظاہر احکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطنا یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہین
ہوگی اور یہی مذہب ہی زفر اور ایمہ ثلثہ کا اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی لیکن بحر الرائق مین ہی کہ قول امام ابو حنیفہ کا قوی ہی
ص دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہی اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال ہی کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا
فیما بینہ وبین اللہ اور جواب اوسکا یہ ہی کہ جسنے حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہی سبب حلت کا نہین
کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاے عقد جدید کے ہی اور انشاے عقد حرام نہین ہی بلکہ واجب ہی کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو
نہین جانتا **ف** امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہی جسکو ذکر کیا محمد نے مبسوط مین کہ پونہچا ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
کہ ایک شخص حضرت علی کے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو
کر دیا ہے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہین نکاح کیا ہی مجھہ سے اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا ہی تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے
فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کو نکاح کر دیا تیرا دونون شاہدون نے تو اگر دونون مین نکاح
منعقد نہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا
اور اسمین محفوظ رہتے دونون زنا سے انتہی **ص** اور جب مصنف نے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہووے

تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کر دیے اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہان پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہوگی بالاجماع **ف** اور یہ جو کہا کہ محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہین ہے اس بات کا کہ قضاے قاضی انشاے عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی **ص** اور اگر قاضی اول نے مسائل مجتہد فیہا مین خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر مراد اوس سے قاضی مجتہد ہے ۱۲ یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ نہو گی اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوسمین دو روایتین ہین **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد مین ہے اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑکر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہین ہے نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اوسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ در رمین ہے یہ اوس صورت مین ہے کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کر دیا ہو ورنہ وہ معزول ٹھہریگا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہے طحطاوی مع زیادۃ **ص** قاضی حکم نکرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کے لیے یعنی نہ غائب کا مقضی علیہ ہونا صحیح ہے نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین بر قول مفتی بہ در مختار اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد رح کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علی کی ہے جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک سن نہ لے کلام دوسرے کا روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا مانع حکم ہے اور یہ بات پائی جاتی ہے خصم کے غائب ہونے مین اور اوسکے نائب کے بھی غائب ہونے مین اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اوسپر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہووے اوس طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز بدون اوسکے حضور کے معلوم نہین ہو سکتا کذا فی فتح القدیر **ص** مگر اوس صورت مین کہ نائب اوسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہے یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اسطرح پر کہ جو چیز کا دعوی ہے غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اوس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہے **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب پڑنے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑجاویگا تو اس صورت مین دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اوسکے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے نکاح اسکا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کے واپسی کا حکم نہوگا کیونکہ تزویج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرورہ نہین اسواسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہوگیا ہو **ص** مثال اوسکی یہ ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان مین نے

بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر
تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاویگا یعنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب
تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خریدنا گھر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا
سبب ہے ملک کا لا محالہ غایۃ الاوطار **ص** اور جو دعوی کیا ہے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس چیز کی جو حاضر پر [illegible] **ف**
اور پہلی صورت مین سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام کے اپنے بیان پر اسکا دعوی کیا کہ اوس نے معلق کیا تھا میرے عتق کو
زوجۂ زید کے تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو اسمین خلاف ہے مشائخ کا اور
گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ سبب اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہے گا صاحب سبب کا
یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہووے یعنی شرط اصل نہین ہے بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب
نہین ہوسکتا یہ حکم شرط مین جب ہے کہ اوسمین حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین
کہ اس صورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا
معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے بحالت غائب ہونے زید کے اسلیے
کہ زید کا در صورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک اسلیے
کہ قاضی کو قدرت ہے اوسکے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین
ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگا دے کہ اوسمین زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت
کے دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کرلے اگر یہ نہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو
قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہو اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا منع ہے قنیہ **ص** اور وصی کو
درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اوسکے لینے کے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح قول مین
درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو
تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھ دیوے در مختار

مسائل الحاقیہ

جب مدعی علیہ چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لیکر مدعی علیہ کی
طرف سے ایک وکیل بناکر حکم کر دیوے در مختار شامی نے اسکی صورت یون لکھی ہے کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر دعوی
کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہے اپنے گھر مین تو قاضی لکھے والی شہر کو اوسکے احضار کے لیے تو اگر والی
اوسکو نپاوے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونیکی اوسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہون کو اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے
مکان میں ہے اور گواہ یہ کہین کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہمنے مدعی علیہ کو دیکھا تھا تو مہر کر دے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے
زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کیطرف تو جسوقت مہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست
کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے مکان پر اور وہ سب
پکاریں تین مرتبہ ان گواہون کے سامنے کہ اے فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہے تجکو کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے

[illegible]

دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل کھڑا کرکے حکم کرونگا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرلونگا اسیطرح تین دن تک کرے جب تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل کھڑا کرکے مدعی کے گواہ اور اوسکے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کردیوے انتہی مسئلہ اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے پندرہ برس تک بلاعذر شرعی دعوی نہ کیا تو وہ دعوی نہ سنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اوسکے خاوند مر گیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی مسموع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی ہو شامی مسئلہ قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک واشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دونو مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی مین ہے وہ یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا درمختار مسئلہ سلطان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہے نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے قسم لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہے لیکن صحیح نہین ہے

باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عربی مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر قاضی سے حکم رانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابوشریح سے مروی ہے کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز مین تو آتے ہین وہ میرے پاس سو مین اون مین حکم کردیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر **ص** صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے **ف** یعنی ضرور ہے کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہوجاویگا کما مر هدایہ **ص** جب دونون متخاصمین یعنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنالیا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر **ف** اور اوسکا حکم باطل نہ ہوگا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے درمختار **ص** صحیح ہے خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین **ف** یعنی اگر مدعی علیہ

شہادت کرے اور حکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اُسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی درحال باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہی تو اوس کیلئے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہون کے ہی برخلاف اوسکے جب خبر دی اوسنے بعد ختم ہوجانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اوسکا حال مثل ایک شخص کے رعایا مین سے ہوگیا تو ضرور ہی ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوس صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ مین حکم کرچکا کیونکہ جب وہ حکم کرچکا معزول ہوگیا تو اب خبر اوسکی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ **ص** اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہی کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے واسطے جیسے گواہی ان لوگون کے لیے درست نہین **ف** یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم درست ہی جیسے شہادت ان پر درست ہی یعنی اُنکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیون اور چچاؤن اور اونکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہی جیسے شہادت اونکے لیے درست ہی کذا فی البحر **ص** اور درست نہین پنچایت حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہی لیکن اسکا فتوی نہ دیا جاویگا واسطے خوف دلیر ہوجانے عوام کے اور باقی نرہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے **ف** یعنی اگر عوام یہ حسن پاوینگے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کرینگے اسصورت مین قضاۃ اور محکمجات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے **ص** اسیطرح حکم پنچ کا ساتھہ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اوسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اوسنے فیصلہ کیا ساتھہ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہی فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون سے اوٹھو دیت دو مقتول کی **ف** بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالی آویگا **ص** اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اوسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کردے اوسکو ورنہ باطل کرے اوسکو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف مین نہین **ف** محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہی تو وقت تحکیم اوسکو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہوگا مگر ستر مسائلون مین فرق ہی بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین فقط

ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہی ایک اوپر کے مکان کا مالک ہی اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہین پہونچتا کہ اپنے مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے **ف** اسیطرح اوپر والے کو یہ نہین پہونچتا کہ اوپر کچھہ اور بنالیوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنالیوے یعنی اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہی جسمین دوسرے کا ضرر نہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہی بحر الرائق **ص** ایک لنبی گلی ہی اوسمین سے ایک اور لنبی گلی پیدا ہوئی ہی جو نافذہ نہین ہی تو پہلی گلی کے رہنے والونکو اختیار نہین ہی کہ اوس دوسری غیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اگر دوسری گلی گول ہی کہ اوسکے دونون سرے پہلی گلی مین ملگئے ہین تو پہلی گلی والے اوسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون شکلونکی یہ ہی

گول کوچہ

کوچۂ اولی

کوچۂ اولی

لیکن شرط یہ ہی کہ وہ جو دوسری گلی گول ہی نصف دائرہ کے مقدار ہو یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہوگی تو بھی پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہو گا فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ صورت اولی مین کوچہ غیر نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچہ مستطیلہ کا ہوگا اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ کا بھی شریک ہی بخلاف صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچہ کلان ہونیکے تابع کوچہ مستطیلہ

کوچہ مستطیلہ

گول کوچہ

نہوگا اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ ہوگا صورت اوسکی یون ہی **ف** اور ان سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے یا روشنی کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہی عینی لیکن ہدایہ مین ہی کہ صحیح یہی ہی کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہرساعت منع نہین کر سکتے اور احتمال ہی کہ دروازہ لگا کر ہی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی مین **ص** ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہی کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت مین **ف** مثلاً غرہ رمضان کو **ص** ہبہ کیا تھا اور بعد اوس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اوس نے کہا کہ مدعی علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو مین نے گھر اوس سے خرید لیا تھا یا نہین کہا او گواہ خرید پر اوس کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی بعد وقت ہبہ کے **ف** مثلاً شوال یا ذیقعدہ مین **ص** تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت خرید کی قبل وقت ہبہ کے **ف** مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین **ص** تو گواہی مقبول نہوگی **ف** بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہی **ص** ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید نے یہ لونڈی خریدی ہی زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہی کہ اوس لونڈی سے وطی کرے **ف** اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اوسکی رضا فوت ہوگئی اور یہ موجب ہی انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آگئی تو وطی اوسکو درست ہوگی **ص** ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاویگی **ف** یعنی قسم سے اوسکا قول مقبول ہوگا **ص** اور اگر اوس نے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہوگا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پایا یا پورا لیا مین نے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہوگی **ف** اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال مقبوض پر تو بعد اوسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہوگا **ص** جاننا چاہیے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے اون دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہی ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اوسمین کھری کی نسبت کم ہی اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ زیوف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اوسمین معاملہ جاری ہوتا ہی مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین وہ درہم ہی جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم

کہا ہو سکتا تانبا اندر رہا اور اوپر نیچے پرت چاندی کی ہووے زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھپر ہزار درہم ہین عمرو نے اوسکے جواب
مین کہا میرا تیرے اوپر کچھہ نہین ہی پھر کہنے لگا نہین بلکہ تیرے اوپر ہزار درہم ہین تو زید پر کچھہ لازم نہ آویگا ف اسواسطے
کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کر کے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا مس
زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھہ پر کچھہ نہتھا تب زید نے گواہ قائم کیے اور اسی
اوسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجکو ادا کر چکا ہون یا تو مجکو اس مال سے بری کر چکا ہی اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم
کیے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض
نہین ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی پر کسی کا کچھہ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہی اور اسیطرح بری کرنا
کبھی اپنے زعم مین ہوتا ہی اگرچہ حقیقت مین نہو اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین اتنا اور کہا کہ مین تجکو پہچانتا بھی نہین
تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابراء مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے
کیونکہ داد و ستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفاء اور ابراء دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین
ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے مین رہتا ہی
اور عورات پردہ نشین کا یہ حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کیطرف سے
مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہین باوجود اس بات کے کہ مدعی علیہ اور مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہی توفیق اسطرح
جاننا چاہیے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کافی ہی اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ مدعی
توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہی کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوپر
توفیق کے تاکہ دعوی مدعی کا ابطال سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہی کہ ضروری ہی دعوی مین صحت یقینًا تو صرف امکان
صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نہ کرینگے باثبات حق مدعی مین کہتا ہون جہان پر شک واقع ہووے صحت دعوی مین
تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلًا ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب ہوے تو گواہ ہبہ کے نہ لا سکا
تو مدعی ہو گیا شراء کا اور گواہ قائم کیے شراء پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شراء مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہی یا بعد وقت
ہبہ کے ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شراء قبل وقت ہبہ کے ہوا اور اس صورت مین دعوی باطل
ہو جاتا ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہی کہ شراء بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اسصورت مین دعوی صحیح ہو جاتا ہی
تو اب شک پڑ گیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نہ کرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ شراء
متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے مینے اوس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہو گیا
اور پھر اوسکی ملک مین مکان آیا کیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضروری ہی قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہووے
اوس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو
صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھہ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہی
جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابراء مدعی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے

مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اوپر مدعی لہ کے یا قائم کیے گواہ اوپر ثبوت کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتون مین شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس قاعدے کو کہ یہ کثیر النفع ہے پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہو اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہوگا نہین مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہے میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعوی اوسکا اور اگر کلام پہلا شخص معین کے لیے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل کیا جاویگا بسبب تناقض کے زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مینے تجھسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین تجھے دیچکا اب اسمین عیب نکلا تو مین رد کرتا ہون اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا **ف** یعنی یہ غلام مینے تیرے ہاتھ نہین بیچا **ص** تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مینے تجھسے شرط کرلی تھی ہر عیب سے برات کی **ف** یعنی یہ شرط کرلی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذے سے مین بری ہون غرض عمرو کی اس سے یہی کہ رد نہوسکے **ص** اور گواہ قائم کیے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے نزدیک مقبول ہے **ف** وہ قیاس کرتے ہین اس مسئلے کو اوپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھہ پر کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اوسکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ مسئلہ دین کا ہے اور دین کبھی یون ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کردیا جاتا ہے اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہے بیع کو اور بیع کو وہ انکار کرچکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا **ص** اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اوسکے اخیر مین ان شاء اللہ تعالی لکھدیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہوجاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مرگیا اور اوسکی زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اوسکی کے **ف** یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی تھی غرض اوسکی یہی کہ محروم نہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے **ص** اور باقی وارثون نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی تھی سامنے اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے نزدیک پہلے مسئلے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور عمرو مرگیا زید نے بعد اوسکی موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہے تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد اسکے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا **ف** اسواسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہین اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح ہوگا **ص** اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہون سے اور گواہون نے یہ نکہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث میت کا نہین جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اون قرضخواہون یا وارثون مین تو اب ونسے ضمانت نہ لیجائیگی اس بات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورت مین ضمانت لیتے ہین ظلم ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی **ف** اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق

ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون نے یہ کہدیا کہ ہم سوا انکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت
نہ لیجاویگی در مختار ص زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے مین ہی اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجکو اور میرے
بھائی عمرو کو جو غائب ہی میراث مین ہمارے باپ سے پونہچا ہی تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو دلاویگا اور باقی مکانکو
عمرو کے آنے تک بکر کے ہی پاس رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نلیگا برابر ہی کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعوے کا یا انکا
اسواسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا پس اوسکے قبضے کو دفع نکرینگے اس حال مین کہ مدعی اوسکا حاضر نہین
اور صاحبین کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعویسے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار کے
سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاویگا اوس سے اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ
باقی مکان کو اوسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو اوسمین
بھی یہی اختلاف ہی ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورت مین اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک انکار کی صورت مین اوس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین کہ منقول بصورت انکار بالاتفاق
امام اور صاحبین سے لیا جاویگا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال مین سے
ثلث دیا جاویگا ف خواہ مال زکوۃ کا ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا مین مالک
ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہی تو مراد اس سے مال زکوۃ کا لیا جاویگا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت
بقدر نصاب اور غیر مال زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما مر فی
الزکوۃ اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمامی اموال کو خواہ مال زکوۃ ہووے یا غیر زکوۃ ص تو اگر اوسکے پاس
سوا اموال زکوۃ کے کچھ نہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر کچھ نہین
واسطے مختلف ہونے احوال آدمیون کے کہا گیا ہی جو روز کا مزدور ہی وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی
رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان دکانین وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی
غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اوتنا رکھ لے جو اوسکو کافی ہو نئے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو
تو جتنا مال قوت کے لیے رکھ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کر دیوے ف در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہی اوس
شخص کے لیے جو قسم کھاوے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا میرا مال صدقہ ہی تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک کے
ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا خرید کرے اور اوسپر قبضہ کر لے اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی
پھر اوس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اوسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ص ایک شخص کو وصی کیا میت نے
اور وصی کو خبر اسکی نتھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ مین سے بیچڈالی تو صحیح ہی بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو
اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اوسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف جائز نہوگا اور ابو یوسف کے
نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے
یا دو شخصون مجہول الحال ف یعنی اونکا حال معلوم نہین کہ فاسق ہین یا عادل ص نے دی تو اب اوسکا تصرف

بعد اسکے صحیح نہوگا **ف** کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات بعد اس خبر پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے **ص** اسیطرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخص نے سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا **ف** یعنی درصورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اوسنے یہ خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا منظور ہے **ص** اسیطرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اسی طرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہوجاویگی اسی طرح اوس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام مین اوسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہوجاوینگے **ف** ان سب صورتونمین خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور ابطال شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت نہونگے **ص** لیکن وکیل کرنیکی خبر مین دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہین بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا **ف** اسیطرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا تو وکالت ثابت ہوجاویگی در مختار اور صاحبین کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ یہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہے **ص** قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اوسکے قرضخواہون کے لیے بیچکر مشتری سے ثمن لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہونسے غلام کے ثمن وصول کرے جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہون کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اوسکی ضائع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اون قرضخواہون سے جنکے لیے غلام بیچا تھا **مسئلہ** جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اوسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہین اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اوس شخص کو کہ سبب ان سزاؤن کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح بیان کردیوے **ف** مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کا اس سے استفسار کیا جسطرح معروف ہے اور اوسنے اقرار کیا اور حکم کیا مینے رجم کا یا سرقے مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جائے محفوظ سے لیا جسمین کوئی شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ کفایہ **ص** تو یہ افعال کرنا اوسکو درست ہین اور اگر اچھی طرح سبب اونکا بیان نکرسکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول

ہرگز قبول نکرے **ف** مگر اوس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھہ رہا ہووے ھدایہ اور امام محمد کے
نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نکرے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ نکرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی
ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی درمختار لیکن بحر الرائق مین ہی کہ مینے بعد اسکے صدر الشہید کی
شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کی چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت
کی ہی انتہی اس صورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہی **ص** اگر معزول قاضی زید سے
کہے کہ مینے تجھے جو ہزار روپے لیے تھے وہ عمرو کے روپے ثابت کرکے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کردیے یا مینے
جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین تھا اور زید نے دعوی کیا کہ تو نے مجھہ سے ہزار روپے ظلم سے
لے لیے تھے یا ہاتھہ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا
اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوس کیے ہین اور جو امور ثابت کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل
مجھہ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہوجاویگا اس فعل
مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل الحاقیہ** ایک شخص نے دوسرے کو
قتل کر ڈالا بعد اوسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسوجہ سے مینے اوسکو
قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ اسکے اعتبار مین سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص
دوسرے کو قتل کرکے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہی اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی
زبان سے فتوی بیان کردینا اور تحریر فتوی پر اوسکو اجرت لینا درست ہی اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر
اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہی یہی قول مختار ہی اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ
جزا ہی حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر کام پر بیٹھا رہتا ہی اوس کا عوض ہی نہ اجرت قضا
کیونکہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ پہونچتا ہی کہ گواہوں کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے
یعنی اسطرح پر کہ ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہووے مگر عورتون کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک کے ہین کذا فی الدر المختار والاشباہ والنظائر

کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کہتے ہین خبر پہونچانے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر **ف** اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے
حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہی یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعوی ہی یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہی کذا فی الاصل
ص گواہی دینا فرض ہوجاتی ہی جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالے نے
ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا لا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا
فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہی گناہ کی نسبت کی دل کیطرف
جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہی اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہی تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف
باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضائے ظاہری سے ہی بحر الرائق مین ہی کہ وجوب ادائے شہادت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ

کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسری قریب مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو یہ بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد پر تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد قبول الشہادۃ موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی پا چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہی تو اوسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہیں اور اگر مخبر عدول نہون تو شاہد کو اختیار ہی چاہے گواہی دین اور قاضی سے اون مخبرون کا بیان نقل کر دین چاہے گواہی ندین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ساتوین شرط یہ ہی کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اوسکے اقرار کی گواہی نہدے کذا فی الطحطاوی باختصار **ص** اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہی حدود مین **ف** جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا **ص** گواہی دیتے مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تا مالک کا حق بچاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چورایا تا حد واجب نہووے نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین **ف** عورت کی شہادت اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالی جل شانہ کو چھپانا منظور ہی اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالی اسبات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین مین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تم مین سے تو گواہ کرلو اون پر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاوین چار گواہ **ص** اور قصاص اور باقی حدود کے لیے دو مرد ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ یعنی گواہ کرو دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہی نہ قصاص مین نزدیک ائمہ اربعہ کے بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ زہری سے کہ جاری ہوئی سنت نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد تھے اسبات کی کہ نہین شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کہا زیلعی نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین لیکن اوس مین قصاص کا لفظ نہین ہی مین کہتا ہون اوسمین حد کا لفظ موجود ہی اور مراد اوس سے قصاص ہو سکتا ہی **ص** اور کنوارے پن ہونے اور جننے اور عورتون کے اون عیبون کے لیے جنکے مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہی **ف** اسیطرح لڑکے کے رونے مین واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دو عورتون کا ہونا احتیاط ہی ہدایہ مین دلیل اسکی یہ لکھی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہی ان

لیکن نزدیک ... اور شافعی اور احمد کے ایک عورت کی گواہی ... واسطے اثبات میراث کے کافی ہی اور ... صاحب ... کے نزدیک حق میراث مین مقبول نہین ۱۲ منہ عفی عنہ

پوشیدہ اعضا ہین جنکی طرف نہین نظر کرسکتے اور زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا
اوسکو امام محمد نے مبسوط مین عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء بن رباح و
طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ
اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلّی بالف و لام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی
کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا از قبیل ولادت
اور عیوب النساء انتہی اور اگر ان باتون کی ایک مرد گواہی دے تو اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی
وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے
تاکہ خون ضائع نہو دیت اور قصاص واجب ہوگا درمختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو
کہ اوسپر سوا عورت کے کوئی اطلاع نہو سکے ہین جیسے ایک او کی [illegible] تو وہان ایک عورت کی شہادت کافی ہوگی ف اسواسطے
کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص اونکے سوا اور مقدمات مین شرط ہے کہ یا دو مرد ہوون یا ایک مرد اور دو عورتین ف
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ
مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر نہوون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اون
گواہون مین سے جن سے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شرا اور
اعارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے نکاح رضاع طلاق
وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین شہادت عورت کی مقبول نہ ہوگی اور جتنی قسمین
شہادت کی ہین سب مین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے ف یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر
اور صلاح و ثواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے ط و نہایہ درمختار مین ہے کہ عادل [illegible] ہے جسکی طبیعت
شوہ بیٹا اور [illegible] سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن یہ تفسیر عادل کی وہی ہے
جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے تو ص شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت
کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہین ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا
اور حکم دیدیا تو صحیح ہوجاویگا حکم اوسکا ف اور قاضی گنہگار ہوگا فتح درمختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبی مین منقول
ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور جاہ ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی سوا ابو یوسف کا
قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہ تعلیل ہے مقابلہ
نص کے فرمایا اللہ تعالی نے وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے
مقید کیا اللہ تعالی نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانہ کے مناسب ہے کہ شہادت [illegible]
کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ کم لوگ خالی ہین فسق سے اور شائع ہوگیا ہے فسق لوگون مین بہ سبب قلت [illegible]

ہی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اونپر بنا ے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ مخذور ہی شرعًا اور عرفًا اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول ہی فتاوے تاتارخانیہ مین ہی کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق اوسپر طاری ہی اور اصل مین وہ سعید ہی فرمایا حضرت نے کل مومن ذو سعادۃ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہی اور اسی پر اعتماد ہی انتہی مگر ضرور ہی کہ وہ فاسق صاحب مروت و رجاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فی زماننا ھذا الفاسق اذا کان وجیھا ذا مروۃ یغلب علی الظن انہ لایکذب فی الشہادۃ او دلت القرائن علی صدقہ یقبل شہادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین یا قرینہ دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی مین ہی واما شہادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اوسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا ہی اسے وفی الفتاوی القاعدیۃ ھذا اذا غلب علی ظنہ صدقہ وھو مما یحتفظ وظاہر قولہ وھو مما یحتفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت فاسق جب ہی کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ اون باتون مین سے ہی کہ یاد رکھی جاوینگی اور ظاہر قول اوسکا یاد رکھا جاوے یہ ہی کہ اسپر اعتماد ہی اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل مقابلہ نص ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ نص صرف اسی بات پر دلالت کرتی ہی کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہی اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہین ہی فافہم و استقم **ص** اور یہ بھی شرط ہی کہ شاہد بلفظ شہادت کہے **ف** یعنی اَشْھَدُ بصیغہ مضارع جسکے معنی ہین مین گواہی دیتا ہون مین دل المختار وجہ اس شرط کی یہ ہی کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین بلفظ شہادت مذکور ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ اور فرمایا وَاَشْهِدُوا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنكُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اِذَا رَاَيْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی ہان روایت کی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے ایک شخص کو تو دیکھتا ہی آفتاب کو بولا ہان فرمایا اوسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام **ص** تو اگر شاہد نے لفظ اشہد کا نہ کہا بلکہ کہا اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اوسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نکرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے **ف** کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض اونکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمرؓ نے ایک کتاب طرف ابی موسی کے اور اوسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین بعضے اونکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا قریب تیرا

والد مین یا قرابت مین روایت کیا اوسکو دار قطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبد الصمد ابو حمید ہی اور وہ ضعیف ہی اور نکالا اوسکو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اوسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اون دونون طریقون دار قطنی کے ص مگر حدود و قصاص مین بغیر جرح خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر مقدمے مین اونکی عدالت کو دریافت کرے حنفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمدؒ کا ہی ص اور اسی پر فتوی دیا جاوےگا ہمارے زمانے مین ف فقہانے لکھا ہی کہ یہ اختلاف زمانے کا ہی نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ اسکی یہ ہی کہ امام اعظمؒ قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت صلعم نے بشارت دی ہی اس بات کی کہ خیر القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يجيء قوم تسبق شهادة احدهم يمينه ويمينه شهادته متفق علیہ یعنی بہتر قرنون کا قرن میرا ہی پھر قرن ان لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم اونکے آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین مین سے ہین لیکن اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہی اسلیے کہ فقہا حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے مین وہ ثابت نہین ہی اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہی قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہی اور وہ انس بن مالک ہین بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفی ہین کوفہ مین اور سہل بن سعید ساعدیؒ ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر ابن [illegible] ابن حجر نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انسؓ کو صحیح ہی جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انسؓ کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت مین ہی کہ کہا امام نے دیکھا مینے اونکو کئی بار اور تھے انسؓ خضاب کرتے سرخ اور آیا ہی کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کین اون سے تین حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہی تو وہ معارض اثبات اون لوگون کی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل مین مقدم ہی نفی پر باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر مکابر معاند جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نعوذ باللہ من العناد وسوء الفہم ص اور کافی ہی دریافت کرلینا خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہی شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے سے ف امام محمدؒ سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ بلا ہی اور فساد ہی ھدایہ ص اور کافی ہی تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہی کہ مزکی یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہی تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر اصح یہ ہی کہ فقط عادل کہہ دینا کفایت ہی کیونکہ آزادی اصل ہی دار الاسلام مین صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ اگر مدعی کے گواہون کو اسطرح عادل بتاوے کہ یہ گواہ عادل ہین لیکن اونھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف سو جب ہے کہ مدعی کے نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہی اپنے انکار مین باطل پر ہی اپنے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تعدیل مدعی علیہ کی درست ہی مگر محمدؒ کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے

شہود کی کیونکہ اونکے نزدیک عدد شرط ہی تزکیہ مین هدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین
انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہوجاویگا دعوی کا اور تزکیۂ شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہی اسی طرح شاہد کی زبان کے
ترجمہ کرنے کے لیے اور قاضی کے پیغام پونہچانے کے لیے طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہی اور دو کا ہونا محتاط ہی اور یہ
مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا ہی اور محمد کے نزدیک دو شخص ضرور ہین اور یہ اختلاف اوس تزکیہ مین ہی
جو خفیہ ہو اور تزکیۂ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے کہ تزکیۂ علانیہ مثل شہادت
کے ہی یہان تک کہ تزکیۂ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہی ف بخلاف تزکیۂ خفیہ کے کہ اوسمین عبد مزکی ہوسکتا ہی
هدایہ ص اور ضرور ہی کہ مزکی عدل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہی ف مجہول الحال وہ شخص
جسکی عدالت اور فساد کا علم نہووے ص جسنے اپنے کانون سے سنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور
مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے سنا ص یا قاضی کی زبان سے اوسکا حکم سنا
یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت دینا درست ہی اگرچہ
وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہووے اور سکے گواہی دیتا ہون مین اور نہ کہے گواہ کیا اسنے مجھکو اس صورت مذکورہ مین
ف حاصل مطلب یہ ہی کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع وشراے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اوسکو
اگر اپنے کانون سے سُنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہی اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار
تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے
اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھہ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوسنے اقرار کیا حلال نہین
اگرچہ وہ کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد و صلوۃ
معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہی البتہ
اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہی اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسیطرح اگر پڑھا اوسکو کسی
اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ رہو تم اس روپے کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ
رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہون کو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی وشامی
ص اور گواہ کی گواہی سُنکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اوسکو گواہ نہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ
کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اوسکی گواہی سُنی تو اب اسکو اُس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین
جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اسکو
یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اوس شخص کو شاہد بنایا
جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین نہایہ مین ہی کہ اگر
شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین اداے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہی البتہ
اوس صورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین اسکے جا...

جیسا کہ معلوم ہوا مجکو تو صحیح اسصورت مین وہی ہی جو نہایہ مین ہی اور یہی مستنبط ہی تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین
کہ صدر الشریعہ (لقب مصنف شرح وقایہ ۱۲) نے اسکے خلاف کہان سے کہا ص اور وہ شخص گواہی ندیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو
یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہی ف خلاصہ مین ہی کہ امام اعظم رح نے جمیع امور مین احتیاط اختیار کی (یہی حکم راوی اور قاضی کا بھی ہے ۱۲ منہ) لہذا اون سے
روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی
مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور
مقدار مال اور صفت مال یاد رکہنا ضرور ہی تو اگر اون مین سے کوئی چیز اوسکو یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی
اور یہ میری مہر ہی تو اسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی کذا فی الملتقط ص اسواسطے
کہ خط مشابہ ہوتا ہی خط کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہی اسواسطے کہ تبدیل
اوسمین نادر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ اختلاف اسمین ہی
کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے
مدعی علیہ پر حکم دیسکتا ہی صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہی تو اوسمین احتمال تغیر و تبدل کا نہین
ہو سکتا اور امام صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہو برخلاف
تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہی ف تو اگر کسینے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی
اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہین ہی تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہووے قاضی
یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہی صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک
اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہووے تب بھی شہادت دینا درست ہی جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا
خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیے کذا فی البحر الرائق ص ایسی چیز کی گواہی ندے جسکو مشاہدہ
ندیکھا ہو ف یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور نہ آنکھون سے دیکھا ہو
دیکھنے کی چیزون مین ص محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول ف یعنی وطی زوج بساتھ
زوجہ کے ص اور ولایت قاضی ف یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے قضا کی
شہادت درست ہی اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو ص اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین
ف اصل وقف سے مراد یہ ہی کہ فلانا مکان وقف ہی فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق
ہین اوس سے لیکن درمختار مین ہی کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جائز ہی اسی طرح مہر مین بھی
ص مگر شرط اسکی یہ ہی کہ شاہد کو ان باتون کی دو عادل شخصونے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو
ف مگر ہدایہ مین ہی کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہی کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سنی ہو ص
اور ضرور ہی کہ شاہد ان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ مین شہادت دیتا ہون بسبب سماع کے
یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہو جاویگی شہادت اوسکی ف درمختار مین ہی کہ ابطال شہادت

اوسی صورت مین ہی کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہین کیا ع لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جائز ہی سب امور مین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تو اگر استفسار کی نوبت نہ پونہچے تو بہتر ہی اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہی اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہود لہ کا حق ضائع نہووے **ص** ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین تو اوسکو گواہی دینا درست ہی زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور آپسمین اسطرح اختلاط کھلم کھلا رکھتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہی کہ یہ عورت زوجہ اوس مرد کی ہی یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے مین اس طرح پر دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین ہوتی ہی تو اوسکو شہادت دینا اسبات کی درست ہی کہ یہ چیز زید کی ملک ہی **ف** اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ نکیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم و یقین ہوجاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہی تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہین جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان کر سکتے ہون برابر ہی کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اونمین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہون تو اونمین قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیا کے **ص** جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا مینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ موت کے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معاینہ موت کے ہی اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردے مین بیٹھا ہوا اور اوس پردے کی آڑ مین شاہد نے ایک کلام سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہوجاوے یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اوسکے باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہین ہی اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہی مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دیگا تو شہادت اوسکی مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہی کہ مقرہ عورت ہی شاہد نے اوسکا جثہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی بعد اوسکے دو مردون نے شاہد سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان ابن فلان کی ہی تو بھی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہی اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اوس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پر درست نہین اگرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان کی بیٹی ہی اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہون مینے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہون کو بغیر دو مرد کے سنکے

بقیہ صفحہ ۹۰ … وقال بعضهم … [illegible]

بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی اوسکے اقرار پر شہادت دینا درست ہی جبتک وہ عورت زندہ ہی کیونکہ ممکن ہی شاہدون کو کہ اوسکی طرف اشارہ کردیوین اور جب مرگئی تو اب اون گواہون کو احتیاج ہی دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی شامی مسألہ مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعوی مین خط اقراری مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوس سے انکار کیا اور قاضی نے اوس سے لکھوایا اور دونون خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوے تو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مُدّعی مدعی کا کردیا جاویگا اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہی اور بہت سے فقہا نے اسکو رد کیا ہی اور درمختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہی لیکن اس صورت مین اتفاق ہی کہ اگر وہ خط مُصَدّر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہی اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پہ گذری اسطرح پر کہ شاہدون نے معاینہ کیا ہو اوسکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے لکھکر شہود کو سنایا ہووے اور وہ تحریر مُصَدّر و معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کردیا جاویگا اور اوسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہی تحقیق فقہا سے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

باب بیان مین اون لوگونکے جنکی گواہی مقبول ہی اور جنکی مقبول نہین

ف اس باب مین اسی کا ذکر ہی یعنی اس بات کا کہ کن لوگون کی گواہی صحیح ہی اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نکیجاویگی اور قاضی اگر حکم کرے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہی لیکن خزانۃ المفتیین مین ہی کہ جسوقت قاضی نے حکم کردیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہین پہونچیگا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے بطلان کا قائل ہووے شامی ص شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول اونکے چھ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ فرقے ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے ف جیسا روایت ہی عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے ہونگی میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہی یارسول اللہ فرمایا آپنے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد اور ابوداؤد کی روایت مین ہی کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہی جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہی اوسکو کسی طرح کا اختیار نہین جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہی اور نفی کرتے ہین قضا و قدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی رض اور حسنین رض اور دیگر اہل بیت کی

اونکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اور بھی تکفیر کرتے ہین طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالیٰ کو ساتھہ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہین قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھہ کوئی گناہ مضر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ بیکار محض ہے یعنی صفات سے اوسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ **ص** اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین اون اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہے اور جن کا اعتقاد کفر تک نہین پونہچا **ف** تو شہادت نہین قبول کرتے فرقۂ اولیٰ کی اور قبول کرتے ہین فرقۂ ثانیہ کی **ص** اور امام شافعی رح کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت مقبول نہین بسبب اونکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اوسی اعتقاد کو دین اور حق سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق ان سبکے قوم کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے اونکا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اوسکے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین **ف** اگرچہ جھوٹی ہو چلپی حاشیۂ شرح وقایہ مین ہے کہ خطابیہ بفتح خاء معجمہ اور طاء مشددہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے منسوب طرف ابو الخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفہ مین قتل کیا اوسکو عیسیٰ بن موسیٰ نے اور سُولی دی اوسکو کناسہ مین اسواسطے کہ اوسکا گمان یہ تھا کہ علیؓ خدائے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ **ص** اسی طرح قبول کیجاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگرچہ ادن دونونکی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہون **ف** شہادت ذمی کی ذمی پر مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک اور شافعی رح کے نہین مقبول ہے اسواسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمانپر مقبول نہین ہے بالاتفاق تو ہوگیا مثل مرتد کے کہ شہادت اوسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی اون مین سے بعض پر اخراج کیا اوسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہین بلکہ ان روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین انحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپ نے شہادت ذمیون کی اور فسق اوسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اوسکے نزدیک بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتو نمین انتہی ما فی الہدایۃ ملخصاً اور مستامن اگرچہ جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترک اور روم تو اونکی شہادت ایک دوسرے پر مقبول نہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نکیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے اعتبار نہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت مین داخل ہین **ص** اور قبول کیجاویگی شہادت اوس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو **ف** یعنی اگر دو مسلمانو نمین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت دینی مین احتمال کذب کا نہین ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا **ص** اور اوس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہون

ف ... مدظلہ

اوسنے اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہون پر اور غالب ہو صواب اوسکا اوسکی خطا پر ف یہی معنی عدالت کے ہین جیسا کہ اوپر گذرا
ص جاننا چاہیے کہ علمانے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کبائر سات ہین ایک شرک کرنا ساتھ
اللہ کے ف یعنی جو باتین مختص ہین اللہ تعالی کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلاً سوا خدا کے کسیکو قابل
عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا ص دوسرے بھاگنا کفار کے
مقابلے سے جہاد مین تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے
زنا ساتوین شراب پینا اور بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہی اور بیشک وارد ہوا حدیث
مین بچو تم سات گناہون سے جو ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اوس نفس کا جسکو حرام کیا
اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا اون مقابلے کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان
عورتون پاک دامنون کو ف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابو ہریرہ رض سے ص اور فرمایا علیہ السلام نے کبائر
کبائر شرک کرنا ہی ساتھ اللہ کے اور نافرمانی کرنا والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا ف روایت کیا
اسکو بخاری نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور انس رض کی روایت مین جھوٹی گواہی ہی بدلے مین جھوٹی قسم کے
متفق علیہ ص تو صحیح یہ ہی کہ یہ عدد شین نہین ہین واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ وہ گناہ ہی جسکو فاحشہ کہین جیسے
لواطت یا باپکی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہوا اوسکے مرتکب کے لیے عذاب کی دنیا یا آخرت مین اور کہا
امام حلوانی نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہی جو شنیع ہو مسلمانون مین اور اوسمین ہتک حرمت الہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو
تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہی اوسی طرح یہ بھی چاہیے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اسواسطے کہ اصرار کرنا یعنی
بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہی اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اوسکا خطا پر یعنی نیکیان اوسکی برائیون پر زیادہ ہو وین
اسواسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہین کرتا مین کہتا ہون کہ اسکے سوا اور ایک قید ضرور ہی وہ یہ
کہ بچے اون افعال سے جو دلالت کرتے ہین خست اور دنارت یعنی بیہودگی اور سفلگی پر جیسے راستے مین کھانا کھانا
یا راہ مین پیشاب کرنا اور مقبول ہی شہادت اقلف کی یعنی جسکا ختنہ نہوا ہو مگر اوس صورت مین جب سنت ختنہ کو ہلکا
سمجھکر ختنہ نکیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی در مختار ص
اور خصی کی ف یعنی جسکے خصیے نکالے گئے ہون اسواسطے کہ اوسمین اوسکا کچھ قصد نہین ہی بلکہ جبراً اوسکا ایک عضو
کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسیکا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کہ حضرت عمر رض نے قبول کی
شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اسواسطے کہ یہ اوسکے مان باپ کا فسق ہی
اوسکا اسمین اختیار نہین ص اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا مین مقبول نہین اسلیے کہ وہ چاہیگا کہ دوسرا
بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل وہ لوگ ہین جو بادشاہون کیطرف سے واسطے تحصیل حقوق
واجبہ کے معین ہین جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوۃ وصول کرنیکے لیے ص بشرطیکہ معین نہون ظلم پر
اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین اور بعضون کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ ضبط کے

اپنے کلام مین تو شہادت اوسکی مقبول ہی اگرچہ فاسق ہو واسطے کہ مروی ہی ابی یوسف سے کہ فاسق جب وجیہ ہو تو جرات نہین کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہی ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی مان بہن باپ بھائی ص اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس یہ سب درست ہی ص اور نہین مقبول ہی گواہی اندھے کی اور ایک روایت مین امام صاحب سے ہی کہ گواہی اندھے کی اون چیزون مین جن مین شہادت سمعی جائز ہی مقبول ہی اور یہی قول زفر کا ہی ف لیکن اس روایت پر فتوی نہین بلکہ صحیح یہی ہی کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہین در مختار ص اور امام ابو یوسف رح اور شافعی رح کے نزدیک قبول کیجاویگی شہادت اندھے کی اوسصورت مین جب دیکھا رہا ہو وقت اوٹھانے شہادت کے ف یعنی جسوقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت دو کنارے ہین ایک شروع کا کنارہ ہی یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہی اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہین اور ایک اخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہی قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہین ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسیطرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اوسکی شہادت کے ساتھ قضا درست نہین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک درست ہی اور یہی قول ظاہر ہی ف شامی نے کہا کہ اور سب کتابون سے اس قول کی عدم ظاہریت ثابت ہوتی ہی تو فتوی قول طرفین پر ہی ہوگا ص اور نہین مقبول ہی شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے ف اور شافعی رح کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہی دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا یعنی نہ قبول کرو اون لوگونکی جنھون نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی جسکو حد قذف حالت کفر مین پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہی اور نہین ہی مقبول شہادت اوس شخص کی جو دشمن بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہی اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہی محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابون سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کر دی کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا اور وہ اوسکا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والون کی جنکا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہی کہ روایت مقبوضہ یہ ہی کہ قبول کیجاویگی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہی اور اسی پر اعتماد ہی چاہیے لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہی کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہی اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے صحیح وہی ہی جو منقول ہوا اوپر سے ص اور نہین مقبول ہی شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ اونکے اوپر درست ہی اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہی ف اصل جیسے باپ دادا مان نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے ناجائز ہی ایسے ہی

عدم قبول شہادت عدو دنیاوی

شہادت زوجہکی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہی لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اوسکو خصاف نے یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے حضرت عایشہ رض سے اور روایت کیا عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے قول شریح قاضی کا مثل اسکے اشباہ والنظائر مین ہی کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہی ص اور نہین مقبول ہوگی گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل ان مسألون کی وہی حدیث حضرت عایشہ رض اور اثر شریح کا ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ نہین جائز ہی شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اوس چیز مین جسمین شرکت ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہی ص اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہی جو اپنے اوستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہی اور اوسکا نفع اپنا نفع سمجھتا ہی نہ نوکر ماہانہ یا سالیانہ کا کذا فی الاصل اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابو داود نے عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہی اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہی یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو واسطے احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہی اور شہادت اوستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہی در مختار ص اور نہین مقبول ہی شہادت اوس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہی ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہی اور لواطت کراتا ہی جیسے زنانے اس ملک کے سنن ابو داود مین ہی ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہین جماع پر اور نرمی اور لچلچا پن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی گواہی مقبول ہی ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہی در مختار مین ہی کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہی اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہین مقبول ہی شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہی تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہی در مختار منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہی جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہی جا کر نوحہ کرتی ہی اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے

تو گواہی مقبول ہی در مختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن درمختار
مین خلاف اسکے مرقوم ہی کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہوجاویگا اوسمین مداومت
شرط نہین کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہی درمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص یا اور اشیائے
مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اسواسطے کہ جو اشربہ مسکر نہین ہین اونکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی
بلکہ ادمان اسکا موجب ہی سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہی فقہا نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہی جو نیت سے ہوتا ہی یعنی ایکدم
پیکر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیونگا کہا امام سرخسی نے کہ شرط ہی اسکے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہوجاوے یہ امر لوگونپر
یا حالت نشہ مین نکلا اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہان تک کہ اگر خمر پیا اوسنے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط نہوگی
اور مذکور ہی حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہی اور خمر مین کچھہ اس قید کی حاجت نہین مین کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی
ضرور ہی اسواسطے کہ پینا اوسکا واسطے دوا کے جب اطبا حاذق یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہین ہی مختلف فیہ
بعضون کے نزدیک حرام ہی اور بعضون کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب
درمختار نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہی کہ خمر مین بھی ادمان شرط ہی تا فعل اوسکا ظاہر
ایسا ہی ظاہر ہی کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی اور عینی اور نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہی چڑیون سے
ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یون ہی پلے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہی مگر جب
کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے درمختار ص یا طنبورہ سے ف داخل
ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہی لوگون کو جمع کرکے اونکے لیے اور جو اپنے لیے گاوے
واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصاً اوس صورت مین جب وہ کلام وعظ اور نصیحت
ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہی درمختار ص یا ارتکاب کرتا ہی کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہی ف جیسے زنا سرقہ قطع طریق
ص یا داخل ہوتا ہی حمام مین بغیر تہ بند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہی ہدایہ ص یا سود کھاتا ہی
ف لیکن شرط کی ہی مبسوط مین کہ مشہور ہو سودخواری مین اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہی بیوع فاسدہ سے
حالانکہ وہ سب سود مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو ف درمختار مین ہی
کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہی عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہی اسلیے چھہ چیزون مین سے ایک چیز بھی
اگر اوسکے ساتھہ پائی جاویگی تو مسقط عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت حلف لعب درراہ سب وشتم مداومت شطرنج
ص یا اونکے سبب نماز فوت ہوجاوے ف ہدایہ مین ہی کہ یا شرط بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن
بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہین کرتا اسواسطے کہ اجتہاد کو اوسمین گنجایش ہی اور اس سے
سمجھا گیا کہ چوسر مین بدنا شرط کا یا نماز کا قضا ہوجانا سقوط عدالت مین ضرور نہین تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی
چوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہی شہادت کو اوسپر حال
خواہ شرط بدا ہو یا نماز فوت ہو یا نہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب کرتا ہی راستے مین یا کھاتا ہی راہ مین ف داخل ہین اسمین وہ افعال

سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب کے ہین جیسے راہ مین فقط پاجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگون کے روبرو پانون
پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر سر ڈھانپنا ادب مین داخل ہی اور ایک لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی
اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور و غل کرنا
فتح و طحطاوی **ص** یا علانیہ برا کہتا ہی اگلے دینداروں کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو **ف** در مختار
مین ہی کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابوحنیفہ رح اور تبرا سلف کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر مسلمان کو برا کہنا
موجب فسق ہی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہی اور قتل کرنا اوسکا کفر ہی اسکو
روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے عبد اللہ بن مسعود رض سے **مسائل لحاقیہ** شہادت ایسے دوست کی
دوسرے دوست کے لیے یعنی انتہا درجہ کی دوستی ہووے اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز
نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول نہوگی اسلیے
کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہو گئے اسی طرح مقبول نہین شہادت جلسازون وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبین
دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی
اور لڑکون کی آپس کے کھیل کود مین اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی
اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی
اور ناچنے والون کی اور کفن بیچنے والے کی (روایت قویہ پر) در مختار مقتضی اوس تحقیق کے جو ہمنے شہادت فاسق مین ذکر کی
جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ اون کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہی در صورت وجود شرائط مذکورۂ
سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہی کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع
و روش شاہد کے عمل کرے **ص** دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا
تو اگر زید مدعی ہی وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہی تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو دائنون
یعنی قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیونون یعنی قرضدارون نے یا اون دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی
وصیت کی ہی یا میت کے دو وصیون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا مدعی ہی تو شہادت
جائز ہی ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہی زید کو وکیل بنایا تھا اپنے
قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی **ف**
وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہی
جسمین اظہار ہووے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے **ف** یعنی ایسے فسق سے جرح ہو کہ
جو موجب نہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا **ص** جیسے طعن کرنا شہود پر اسطرح
کہ وہ فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہی صورت اس مسئلے کی یون ہی
کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگی مقبول نہوگی

اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہوئی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو
خبر کردیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت دیکر اونکو لایا ہی تو قبول ہوگا اور حکم جائز نہوگا قبل
ثبوت عدالت کے خاص کر اوس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین **ف** یعنی
مسموع نہونا جرح مجرد کا اوس صورت مین ہی کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت
اون شہود کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہی علی الخصوص دو شخص کا در مختار مین
ہی کہ اسی پر اعتماد کیا مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام
رکھا ہی خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہوے ہین
اور دفع کیا ہی اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیے مین اور یہان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا **ص** ہان مقبول ہونگے
گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دین اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہی
یا گواہ مدعی کے غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا ابھی شراب پیکر آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک
شخص کو یا مدعی کے شریک ہین یا اس اقرار پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون واسطے گواہی کے
یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہی میرے مال مین سے جو تیرے نزدیک ہی مدعی کے یا مینے مدعی کے گواہون سے
اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپے مین اون گواہون کو دیچکا ہون اور باوجود اسکے انھون نے
شہادت دروغ دی **ف** یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا باپ ہی یا ان گواہون نے کسی کو عمدا مار ڈالا ہی **ص** تو ان سب صورتون مین
شہادت شہود مدعی علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہین یا حق شرع کے یا حکم مین
تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کیجاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت مین
بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے
دعوی کیا دس روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اوسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا بلکہ
دس روپیہ مدعی کے چاہیین یا مدعی خطا کا ہو زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی
دس روپیہ پر پھر کہا اوسی مجلس مین کہ خطا کی مینے اور کہا مینے دس عوض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی
اور یہ قول قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس مین ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے
جسوقت دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہی شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہی گواہ کو اور بعد مجلس
بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی
اسواسطے کہ احتمال ہی مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہین کیا
تو وہ دوسری مجلس مین اوسکو بیان کرسکتا ہی

مسائل لاحقہ

گواہی اسکی کہ زخمی زخم سے مر گیا اولی ہی
اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہوکر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا
اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے بہ نسبت

گواہون سے رضامندی کے اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نہ کرین تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اعلی ہے گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہے قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہے قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی ملکیت کی یہ بیان نہ کیا مدعی کا ہے اور دو اور شاہدون نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ قبضے مین مدعی علیہ کے ہے یا دو شاہد نے ملک کی گواہی دی شے محدود مین حدود اور سے حدود اونکے بیان کر دیے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسب اور دو نے اوسکی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے بات اظہار دیا اور اوس شاہد دوم نے کہا کہ جو اظہار اوسکے موافق ہے تو نہین قبول کیا جاویگا یہان تک کہ ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہوجاتی ہے بعض مین تو بعض ہوجاتی ہے کل مین مثال اوسکی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول معتمد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہووے آرا منجملہ یہ ہے کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اسکی مذکور ہین اشباہ مین ذکرہا مختصر ی طحطاوی نے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہے موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان دونون شاہدون کے لفظاً اور معنیً نزدیک امام صاحب کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونون شاہدون کے لفظ اور وہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے ص اور صاحبین کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہے تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا ص اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاویگی ف یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا ص جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے دعوی سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر نہین ہین مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اوس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پا چکا ہون یا مینے ابرا کیا ہے سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے ص تو شہادت اوسکی مقبول ہوجاویگی بسبب موافقت کے ف در مختار مین ہے کہ یہ حکم دین مین ہے اور دعوی عین مین جسقدر پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوگا دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا مین مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہے قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے

ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول
ہوگی **ف** اسواسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً **ص**
اگر دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور اون دونون مین سے ایک نے کہا کہ پانسو روپیہ
مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہی تو قبول کیجاویگی شہادت اون دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ
مدعی علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہی اسواسطے کہ وہ متفرد ہی
اس شہادت مین مگر جب اوسکے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اسکی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے
کہ مدعی اپنے دین مین سے کچھ وصول پا چکا ہی تو نہ شہادت دیوے یہان تک کہ مدعی اوسکا اقرار کرے تاکہ مدعی علیہ کا
ضرر نہووے جبکہ دو شاہدون نے گواہی دی مدعا علیہ پر کہ اوسنے زید کو دسوین تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکے مین قتل
کیا ہی اور گواہی دی اور دو شاہدون نے کہ اوسنے زید کو اوسی تاریخ کوفے مین قتل کیا ہی اور دونون شہادتین قاضی کے
پاس گذرین قبل حکم کے تو دونون مردود ہو جاوینگی اسلیے کہ ایک اونمین سے جھوٹی ہی بالیقین اور کوئی دوسرے اولی
نہین کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اوسکے دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری
(اسی صورت مذکورہ مین)
تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضا قاضی کے تو نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے
اگر دو گواہون نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چورایا لیکن اوسکے رنگ مین اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی
اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی
یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضون نے کہا ہی
کہ خلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگون مین ہی جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی اور سرخی
نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے اور کہا گیا ہی کہ اختلاف سب رنگون مین ہی **ف** اور یہی صحیح ہی عنایہ **ص** امام صاحب کی دلیل
یہ ہی کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہی شب مین اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگون کا مانع نہوا **ف** اور کبھی ایسا بھی
ہوتا ہی کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہی اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہی کہ ایک شاہد نے ایک
طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ **ص** اور ظاہر تر قول صاحبین کا ہی **ف**
جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان نکرے
اور جو اوسنے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اوسکے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی
اسواسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہی ایک شاہد کی چلپی **ص** اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہی
ہزار کو یا مکاتب ہی ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی
اسلیے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہی باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہوگا **ف** برابر ہی کہ مدعی مدعی
اکثر کا ہووے یا اقل کا درمختار **ص** اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح
کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے

اور سابق میں قابل امام ہی ف مستحق کے دعوی میں ص اور قتل ہی ف صلح کے دعوی میں ص اور رہن ہی ف رہن کے
دعوی میں ص اور عورت ہی ف خلع کے دعوی میں ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوی
کرتا ہووے یا اقل کا ص اور اگر مدعی مولیٰ ہی یا ولی مقتول ہی یا مرتہن ہی یا شوہر ہی تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا
ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر
مدعی دعوی کرتا ہی اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت اوس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی اور اگر دعوی کرتا ہی اکثر کا
تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل اور شارح علامؒ نے اسپر اعتراض کیا ہی اصل میں مذکور ہی ص اور
اجارے میں اگر قبل گذرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین میں اختلاف ہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی
سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت
ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا
مثل دعوی دین کے ہوگا ف جسطرح ابھی گذرا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہی ص اور اگر نکاح میں
اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانسو پر تو قول پر نکاح
صحیح ہوجاویگا استحساناً نزدیک امام صاحب کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا
ص اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ یہ اختلاف اوس صورت میں ہی جب مدعی
زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی لیکن صحیح یہی قول ہی کہ ہر صورت میں اختلاف ہی
اور یہ لازم ہی میراث کی گواہی میں شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے
واسطے میراث چھوڑا یا یوں کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تادم موت یہ چیز اوسکے قبضے میں تھی یا ملک میں تھی اور جو یہ کہا
کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہی تو اسپر قضا نکیجاویگی اور امام ابی یوسف کے نزدیک جر میراث ضرور نہیں ف اور
قول طرفین یہ ہی اور جر میراث کے ساتھ دو باتیں اور ضرور ہیں ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی بیٹا
بھائی سگا ہی یا سوتیلا یا چچا ہی دوسری یہ کہ سوا اسکے اور کسی کو میں وارث میت کا نہیں جانتا اور میت کا نام بیان کرنا
شرط نہیں در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اوسکے عاریت یا امانت یا اجارے میں دی تھی
اوس شخص کو جو قابض ہی تو جائز ہوجاویگا بالاتفاق بغیر جر میراث کے اگر دو شاہدوں نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے
قبضے میں تھی اتنی مدت سے اور بوقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے میں نہیں ہی تو اس شہادت سے ملک مدعی کی
ثابت نہوگی اسواسطے کہ شہادت مجہول ہی کیونکہ گواہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ مدعی کے قبضے میں بطور مالک تھی اور
قبضہ چند قسم کا ہوتا ہی بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت
مقبول ہوگی ہاں اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی یا گواہوں نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت
صحیح ہوجاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی اسلیے کہ جہالت مقر بہ مانع صحت اقرار نہیں ف اسیطرح اگر گواہوں نے یہ کہا
کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہوجاویگی در مختار

باب شہادت علی الشہادۃ کے بیان میں

ص شہادت علی الشہادۃ سب مقدمات میں سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہی لیکن شرط اوسکے قبول ہونے کی یہ ہی کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مرجانیکے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہوویں قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جسطرح کہ کتاب الصلوۃ میں گذرا ص اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہی کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر میں آکے نرہ سکے ف در مختار میں ہی کہ اسی مذہب پر فتوی ہی اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت سے علمانے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہی کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید میں ہووے ص اور یہ بھی شرط ہی کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہوویں لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہوویں ف مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اصلی دو گواہوں میں سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہیں اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہی کہ خالد اور بکر دونوں زید کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور دوسری صورت یہ ہی کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہوں اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہوں ص اور امام شافعی رح کے نزدیک چار گواہ علحدہ ہوں یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو دو گواہ ہوں ف اور یہ صورت درست نہین ہی کہ اصلی شاہدوں میں سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے ص گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہی کہ اصلی گواہ فرعی گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ میں گواہی دیتا ہوں ان باتوں کی اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے گواہ کیا مجکو اپنی شہادت پر ان باتوں کی ف یہ قول ابو جعفر کا ہی اور اسی پر فتوی دیا ہی امام سرخسی نے اور اصل میں دو عبارتیں اور مذکور ہیں مگر دونوں طویل ہیں ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان کر دیویں تو صحیح ہو جاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہی اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان نکریں تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کر لیوے ف یعنی قاضی اصلی گواہوں کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہوں کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کا اس میں خلاف ہی مذکور ہی اصل میں مع دلیل دونوں کے اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہی ص باطل ہو جاتی ہی شہادت فرعی گواہوں کی اگر اصلی گواہوں نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یوں کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمے کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انھوں نے منع کر دیا فرعی گواہوں کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہو جاویگی در مختار ص زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات کا کہ مسماۃ عزہ بنت عمرو قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا

کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہین بعد اسکے مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہی جسپر گواہی دی زید اور عمرو نے آو پسر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہی یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی جسکا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہی **ف** اور اصل کتاب مین اس مسئلے مین تفصیل کی ہی **ص** اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو پہچانتے نہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہی وہی مدعی علیہ ہی جسکو قاضی کاتب نے لکھا ہی اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت طرف بعض کے کر دی تو یہ جائز نہوگا جبتک کہ اوسکی نسبت خاص قریب دادا کیطرف بیان نکرین یہ امر عرب مین ہی اور لیکن عجم مین تو اون لوگون نے اپنے انساب ضائع کر دیے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہی اونکے دادا کے ذکر کرنے کے **ف** عجم کہتے ہین ماسوا عرب اور لوگون کو **ص** جس شاہد نے اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اوسکی تشہیر کر دیجاوے گی اور نہین تعزیر دیا جاویگا ساتھ ضرب اور حبس کے اسواسطے کہ شریح **ف** قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا تھا اونکو عمر بن خطاب نے **ص** جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہین دیتے تھے **ف** روایت کیا اوسکو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین **ص** تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اوسکو اوسکے بازار مین روانہ کرتے تھے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریح نے تمکو سلام کہا ہی اور کہا ہی کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اوس سے اور آگاہ کر دو لوگون کو اوسکے حال سے کہ پرہیز کرین اور صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا ہے ضرب اور حبس ہوگی **ف** اور تقدیر اوسکی رأے قاضی کیطرف مفوض ہی **ص** اور یہی قول شافعی کا ہی بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمرؓ نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن الہمام نے اسی قول کو ترجیح دی ہی اور کہا ہی کہ یہی صحیح ہی **ص** بعضون نے کہا ہی کہ مصنف نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون سے نہین ثابت ہو سکتی ہی بدون اقرار کے **ف** کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہین **ص** مین کہتا ہون کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہو جاتا ہی بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اوسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گذرے اور آسمان مین کوئی آفت ابر وغیرہ کی نتھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اسکے بہت سی صورتین ہین

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین

دونون گواہ اگر پھر جاوین اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا **ف** اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہین اسیواسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا رجوع شاہدون کا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوے کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے

تو مقبول ہوگا در مختار **ص** تو اگر قبل حکم کے پھرے **ف** یعنی ابھی تک قاضی نے اونکی شہادت
سے حکم نہین کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے **ص** تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور کچھ تاوان
نہوگا اونپر **ف** اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اونکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہین ہوئی
نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ کی ہدایہ **ص** اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا
بلکہ دونون شاہدون کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اونکی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شی
مدعی علیہ سے لے چکا ہی اور جو ابھی تک وہ شی مدعی نے مدعی علیہ سے نہین لی ہی تو تاوان واجب
نہوگا بلکہ موقوف رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہی کہ وہ شی مدعی دین ہو یا عین اور امام
شافعیؒ کے نزدیک تاوان نہوگا شاہدون پر **ف** اور دلیل ہماری اور اونکی اصل مین مذکور ہی
اور مختار یہ ہی کہ مذہب مفتی بہ یہ ہی کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان اوس سے
لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شی متدعی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم فسخ نہین
ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کریگا اور مدعی علیہ کو وہ شی ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ
اپنا نقصان شاہدون سے پھر لیگا **ص** اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا
اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ باقی گواہون کا شمار ہوتا ہی نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی
اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہی اب البتہ اگر ایک اور
پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہی اور اگر ایک مرد اور
دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر
دونون عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی
بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو اونپر ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اب اگر
ایک عورت اور پھر جاویگی تو اون نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے
باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہی تو سب ملاکر تین ربع ہوے اور اگر صورت مذکورہ
مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر
اور باقی دس عورتون پر آویگا اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر **ف**
صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہی کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہی اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملاکر
قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد
ملاکر گویا چھ مردون کی گواہی ہوئی اوسا وسمین یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی
اسیطرح ہی اصل اور ہدایہ مین **ص** اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا
مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہی بالاجماع یعنی باتفاق امام

ہوگا یعنی
عالم نصاب کا
باقی رہنا

اور صاحبین رحمہ کے اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اوس سے کچھہ ثابت نہین ہوتا **ف** اسواسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہین ہوسکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہی شاہد کا تو نہ حکم مضاف ہوگا اوسکی طرف هدایه **ص** اگر دو شاہدون نے گواہی دی نکاح پر عوض مین اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل اوس عورت سے مقدار مین کم ہی یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے برابر ہی کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمی زیادہ ہی مہر مثل سے اوتنا شہود سے زوج پھیر لیگا اور اگر مدعی زوج ہی اور اوسی کی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھہ ضمان نہین **ف** حاصل یہ ہی کہ یہان چھہ صورتین ہین اسیطرح پر کہ مہر مسمّی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان صرف ایک صورت مین ہی وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمّی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہی مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھہ تاوان نہین **ص** اور اگر دو گواہون نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن مسمّی یا قیمت سے زیادہ ہی یا برابر ہی یا کم ہی تو اول دونون صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہی قیمت سے اوتنا گواہون سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہی تو اول صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہی اوسکا تاوان گواہون سے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت مین کچھہ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہی قبل دخول کے اور خاوند پر اوسے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اسکے اون دو گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہون نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع کیا تو اون پر کچھہ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہان واجب ہوچکا ہی شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہون نے زوج کا کچھہ تلف نہین کیا **ف** مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہین شرع مین **ص** اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے گواہ اوس غلام کی قیمت کے **ف** اور ولاء اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی نہ شاہدین کو [اور قاضی نے حکم آزادی کا کر دیا] **ص** اگر گواہون نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہون نے تو دیت زید کی لازم آویگی گواہون پر اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص مین **ف** دلیل ہماری اور شافعی کی ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اگر بعد حکم کے فرعی گواہون نے رجوع کیا تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصل گواہون نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہون کو گواہ نہین بنایا

یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہے تو اون پر ضمان نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے اور محمد رح کے
نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہون نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہون پر
ہوگا اور محمد رح کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہونسے لیوے یا فرعی
گواہون سے اور اگر فرعی گواہون نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھون نے غلطی کی تھی
اس شہادت مین تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہون کی بتاتا ہے اگر اونے
بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اسلیے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت
شہادت ٹھہری اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا ف لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ مینے تزکیہ ... کیا تھا
تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا ص اگر چار گواہون نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی
اور دو آدمیون نے اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہون نے رجوع
کیا تو وہ ضمان دیت ندینگے ف البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے ص اگر
دو گواہون نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو
گواہون نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے
سب گواہون نے رجوع کیا تو تاوان اون دونون گواہون پر لازم آویگا جنھون نے یہ بیان کیا تھا
کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا ف اور جو فقط پچھلے گواہون نے رجوع کیا تو اوسمین مشائخ کا اختلاف ہے

ص کتاب الوکالۃ

جائز ہے وکیل کر دینا ف جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے
فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ الی المدینۃ الآیۃ یعنی بھیجو ایک کو تم مین سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل
کیا اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا النسخ اوسکا تو حجت ہوگا
اور لیکن احادیث تو متعدد ہین از انجملہ یہ ہے کہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین واسطے آنحضرت کے
قربانی تو حکیم نے اوس دینار کے بدلے مین ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اوسکو بدلے مین دو دینار
کے پھر ایک دینار کے عوض مین قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے کہ برکت ہو تجارت مین اونکی اور روایت کی مانند
اسکے بخاری نے عروۃ بن ابی الجعد بارقی سے از انجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد نے جابر رض سے
کہا کہ ارادہ کیا مینے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام
کرکے کہا مینے کہ مین ارادہ رکھتا ہون خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپ نے جب ملے تو ہمارے وکیل
سے تو لے لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا

اور بگلے کے اور از انجملہ وہ ہی کہ روایت کی مسلم نے جابر رضی سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ جانورون کی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رض کو کہ باقی تم ذبح کرو اور از انجملہ یہ ہی کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ اونکی مان سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن مین **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہین کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اوسکی یہ ہی کہ مؤکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ضرور نہین کہ مؤکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا مؤکل مالک ہو یہان تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہی اونکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور وکیل اوس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اوسکا قصد و ارادہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہی ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہی ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو مؤکل کی طرف سے نہوگا کذا فی الاصل **ص** تو صحیح ہی وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہی یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے مؤکل سے متعلق ہوجاوینگے **ف** تو حاصل یہ ہی کہ ضرور ہی یہ بات کہ مؤکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہی تو اوسکی توکیل مطلقاً صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہی لیکن غیر ماذون ہی تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہی اور تصرفات ضارہ محضہ مین یعنی جن مین نرا ضرر ہی جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہین اور جو تصرفات دائر ہین نفع و ضرر مین جیسے بیع وشرا اجارہ اونمین اجازت ولی پر موقوف ہی اسی طرح صحیح نہین ہی توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہی اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جاکر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہی کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ عاقل ہون لیکن عبد محجور اور صبی محجور نے اگر تصرف کیا مؤکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کرینگے اصل مؤکل کیطرف یعنی وکیل سے اِن حقوق کی بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلون کے اونسے حقوق عقد متعلق ہوتے ہین اصل عاقد سے جو خود وکیل ہی در مختار مع زیادۃ من شروحہ و حواشیہ **ص** جتنے معاملات مؤکل خود کر سکتا ہی اونمین دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہی اور بھی جائز ہی وکیل کرنا سوال و جواب کے لیے مقدمات مین یعنی مدعی کو درست ہی کہ خصومت اور استغاثہ کے لیے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعا علیہ کو بھی درست ہی کہ جوابدہی کے لیے جسکو چاہے وکیل کریگا لیکن بعض مشائخ کہتے ہین کہ وکیل کرنا خصومت کے لیے بغیر رضامندی طرف ثانی کے

باطل ہی امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہی صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہین کہ یہ اختلاف صحت مین نہین ہی یعنی صحیح سب کے نزدیک
ہی بلکہ اختلاف لزوم وکالت مین ہی ف یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضاے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہی کیا معنی کہ خصم کی
نامنظوری سے وکالت رد نہین ہو سکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاوی ص اور ہدایہ نے اسی کو اختیار
کیا ہی ف مین کہتا ہون کہ اب قول مفتی بہ یہ ہی کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہی اور لازم نہین ہی یعنی ہر ایک مدعی علیہ
اور مدعی مین سے پہونچتا ہی کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہو اور یہی مذہب ہی صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہی اوسکو عتابی نے اور تصحیح کہا اوسکو نہایہ مین اور اوسی پر فتوی دیا فقیہ ابواللیث وغیرہ نے اور بعض فقہانے اوسکو
مفوض کیا ہی طرف رائے حاکم کے درمختار وکالت بالخصومت کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضی رض کے ثابت ہی روایت کیا بیہقی نے
کہ حضرت علی رض وکیل کرتے تھے مقدمات مین عقیل رض کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبد اللہ بن جعفر طیار رض کو ص ہان اگر موکل
مریض ہو ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اوسکو ممکن نہو یا بمسافت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہو
تو بغیر رضاے خصم کے توکیل لازم ہی اجماعا ف اور مفتی بہ یہ ہی کہ سب صورتون مین درست اور لازم ہی جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل
کرنا درست ہی سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہین جب موکل غائب ہو
ف اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہین ہو سکتی تو ضرور ہی اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اسواسطے کہ احتمال ہی
عفو کا قصاص مین ف یعنی احتمال ہی کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفاے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور
عفو کرتا ص اور شبہہ ہی کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف مین ف یعنی اگر موکل جو مقذوف ہی حاضر ہوتا وقت
قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کر کے حد کو اوس سے ساقط کرتا ص یا مدعی مال کا دعوی کرتا اور سرقے کا دعوی نکرتا ف
حد سرقہ مین اور جائز ہی توکیل واسطے استیفاے تعزیر کے مدعی علیہ سے طحطاوی ص جن عقدون کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہی
ف یعنی اوسمین موکل کے ذکر کی حاجت نہین جیسے بیع شرا مین وکیل اتنا ہی کہتا ہی کہ مینے بیچا یا مینے خریدا کذا فی الاصل
ص جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اونکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے
اگر بائع کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت مین اور ثمن اوس سے مانگی جاویگی دوسری
صورت مین اور اوس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع مین اول صورت مین (یعنی جب بائع کا وکیل ہو) اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت
عیب نکلنے کے دوسری صورت مین اور خصومت کیا جاویگا شفعہ کی بابت اوس چیز کے جو اوس نے بیچی ہی جب تک وہ چیز اوسکے
قبضے مین ہی اور جب موکل کو تسلیم کرے تو اب رد نکرے عیب کے سبب بے اوسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے
اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہی ف یہ ہمارا مذہب ہی اور نزدیک امام شافعی کے سب حقوق راجع ہوتے ہین
طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہین ایک وہ حقوق جو وکیل کے لیے ثابت ہوتے ہین دوسرون پر اور ایک وہ
حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہین دوسرون کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور
خصومت کرنا عیب مین اور پھیر لینا ثمن کا بصورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت مین تو اس قسم کے حقوق مین وکیل کو اختیار ہوتا ہی
لیکن اوسپر تعمیل انکی واجب نہین یہان تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اوسکو مجبور نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہی ان کامون مین

تو سپرد کر سکتا ہی مؤکل کو ان کامون کے لیے اور قریب ہی کہ آویگا کچھ بیان ** کتاب المضاربۃ مین اور اگر وکیل مر جاوے تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل یعنی اپنے مورث کے مؤکل کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مؤکل یہ کام کر سکتا ہی بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اوسکے وارثون کو وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناوین اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کر سکتا ہی اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان مین وکیل مدعی علیہ ہو جاتا ہی طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ ان کامون کے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل **ص** اور جب وکیل خریدتا ہی اوسی وقت سے اوس شی مین ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہی تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہوگا **ف** اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہین ہوا **ص** اور بعض مشایخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہی ملک اول وکیل کے لیے پھر اوس سے طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہی اسلیے کہ عقد اوسی سے واقع ہوتا اور اوسی سے جاری ہوتا ہی لاکن اس طریقے پر بھی آزاد نہوگا اسلیے کہ وکیل کے لیے ملک غیر متقرر ثابت ہوتی ہی پس آزاد نہوگا اور جو عقود ایسے ہین کہ وکیل اونکو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے **ف** یعنی جب مدعی علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ اوسمین مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرا کے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اسکے **ص** اور قتل عمد سے اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض دینا تو اونکے حقوق بھی متعلق ہونگے مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہی کہ باوصف طلب کے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہی پھر وکیل اوس سے طلب کرے **ف** اسواسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالون مین دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہین طرف وکیل کے یا مؤکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہین اسمین کہ وہ مستغنی ہین مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول مین سے ہین اسیطرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہین تو وہ قسم ثانی مین سے ہین لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت مین ہووے یا انکار کی حالت مین کچھ فرق نہین ہی دونون صورتون اضافت مین یعنی دونون قسمین اوسکی یکسان ہین مثلاً زید نے جب دعوی کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اسبات کا کہ صلح کر لے زید سے بمقابلے ایک روپیے اور زید نے اون روپیون پر صلح کی اور وکیل نے قبول کر لیا تو یہ صلح تمام ہو جاویگی برابر ہی کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اسواسطے کہ اگر عمرو مقر ہو تو یہ صلح مثل بیع کے ہی تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع مین تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آویگا اور اگر عمرو منکر ہی تو وہ عوض ہی قسم کا حق مین مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے اپنے تئین چھوڑایا تو وکیل سفیر محض ہی تو نہ راجع ہونگے حقوق اور اسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسألہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہین البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضے کے لیے تو درست ہی

ص باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان مین

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کچھ دراہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہین **ف** مثلاً دس درہم یا زیادہ **ص** تو مراد طعام سے گیہون ہونگے **ف** یہ مبنی ہی ہر ملک کے عرف پر تو عرب مین طعام کا عرف گیہون پر ہوتا ہی تو وہی مراد ہونگے **ص** اور اگر

دراہم قلیل دیے ہین ف جیسے تین درہم یا کم ص تو مراد اوس سے روٹی ہوگی اور اگر درہم بدرجہ متوسط دیے ہین یعنی نہ قلیل نہ کثیر
ف جیسے تین اور دس کے بیچ مین چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہ ان مسائل کی یہ ہی کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ
دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہی جسکا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہین رہ سکتا اور روٹی
مدت متوسطہ تک رہ نہین سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اوسکی گیہون ہین اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہی جو بالفعل کھائی جاوے
وہ روٹی ہی اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہی درمیان مین روٹی اور گیہون کے باقی رہنے مین ص اور جو موکل نے
دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال مین ف کیونکہ لوگ اوسکے یہان بیٹھے ہوے ہین منتظر کھانیکے اور یہ قرینہ ہی اس بات کا کہ مراد اوسکی
طعام سے ایسی چیز ہی جس سے سر دست کارروائی ہو سکے ص اور توکیل مین صحیح ہی اوس چیز کی خرید کے لیے جسکی جنس مین جہالت فاحشہ
ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی بیان کر دیوے ف جاننا چاہیے کہ جو دو چیزین ایسی ہین کہ اونکی حقیقت اور
اونسے غرض ایک ہی تو وہ ایک جنس مین داخل ہین جیسے بکرا بکری قربانی کے حق مین اور اگر اونکی حقیقت اور غرض مختلف ہو مثلاً انسان
اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزین علٰحدہ علٰحدہ جنس سے ہین اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہی کہ وہ جنس
ایسی ہو کہ اوسکے نیچے اور اجناس ہوون جیسے بردہ اسمین غلام اور لونڈی دونون داخل ہین اور وہ دونون الگ الگ جنس ہین آپس
مین کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہین مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہین اور لونڈی سے وطی
اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک مین بھی اغراض پھر مختلف ہین جیسے غلام ترکی مین حسن مقصود ہوتا ہی اور غلام ہندی
مین خدمت اسیطرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجہول ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہین
ہی اگرچہ قیمت بیان کر دی جاوے جبتک اوسکی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان
کر دیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کر دیوے تو درست ہی ف اسی طرح اگر گھوڑا گدھا یا خچر تو توکیل درست ہو جاویگی تو اگر
موکل نے ثمن بھی بیان کر دی تو بہتر ہی ورنہ وکیل جسطرح کا گھوڑا یا گدھا خریدلاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی
جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہی جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گاے یا بکری کے
اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اوسکی نوع
یعنی ترکی ہندی یا ثمن اوسکا اسطرح کہ اوس سے نوع معلوم ہو جاوے بیان کرے تو درست ہی مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ
آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خریدے اوس ہزار روپیہ کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر ہین صحیح
ہو جاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنیکے تلف ہو گیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے کہا عمرو سے
کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خریدے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اوس ہزار کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر آتے ہین اور عمرو نے
ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اسبات کے کہ زید کو وہ غلام حوالے کرے عمرو کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر
وہ غلام زید نے قبضہ کر لیا عمرو سے تو زید کا ہو جاویگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہی دلیل دونونکی مذکور ہی
اصل مین اور ہدایہ مین ف اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کرے میرے لیے اپنے مولی سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ
تو مجھکو میرے ہاتھ فلانے کے لیے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہو جاویگا جسنے حکم کیا تھا ف اسواسطے کہ غلام غیر کا

وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہو سکتا ہے ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجکو میرے ہاتھ اور فلانے کے لیے نہ کہا تو آزاد ہو جاویگا ف اور ثمن اوس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے مین ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اوس غلام کو اوسی کے لیے خرید کرتا ہون اور مولی نے بیچ کی آزاد ہو جاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہو جاویگا اور ثمن کے روپے اوس شخص پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام کی ہے ف تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام خرید دے بعد اوسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مر گیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تونے اپنے لیے خریدا تھا تو صورت مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اوسکے لے سکتا ہے گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہونچتا ہے کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جبتک اوس سے دام وصول نکرے اگرچہ اوسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہو گئی وکیل پاس قبل اوسکے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اوسکا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اوسکا ساقط نہوگا اور اگر وکیل نے اوسکو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاویگا موکل کے ذمے سے اور ضمان اوسکا وکیل پر لازم ہوگا ابو یوسف کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک ضمان بیع کا اور زفر کے نزدیک ضمان غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفر کے نزدیک پندرہ کا ضامن ہوگا اور طرفین کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہون اور قیمت دس تو زفر کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل قیمت و دین سے لازم ہوتا ہے اور طرفین کے نزدیک پندرہ لازم ہونگے وکیل کو یہ نہین پہونچتا ہے کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے ف تو وہ شی موکل ہی کی سمجھی جاویگی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اسطرح کہ تخصیص کر دے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو مین اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ ص تو جب کسینے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی معین کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف کرنیکی یہ صورتین ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون کے یا اشرفیون کے عوض مین خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہین یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خرید لی وکیل کے حکم سے اوسکی غیبت مین تو اگر اوسکی موجودگی مین خرید کریگا تو مخالفت نہوگی کیونکہ رائے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شی غیر معین کے اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شی وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جب کہ وکیل عقد کو مضاف کر دے اپنے موکل کے مال کیطرف مثلاً یون کہدے کہ خریدا مینے اس چیز کو بدلے مین اس ہزار روپے کے اور وہ روپے مملوک مین موکل کے یا عقد کو مضاف نکرے اوسکے مال کیطرف لیکن نیت کرے موکل کے لیے خریدنیکی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک گر گیہون کا خریدے

بطور عقد سلم **ف** خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے مین بطریق سلم کے توکیل درست نہین اور وجہ اوسکی اصل کتاب مین مذکور ہی
ص یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جدا ہو جاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہین اگر مشتری نے
خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا اس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے
خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اوسکا مسموع نہوگا اور لیوے اوس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کرچکا ہی زید کے لیے خریدنیکا پس
انکار مین اوسکے تصدیق نہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ مینے اوسکو حکم نہین کیا تھا خرید کا اسصورت مین زید پھر جبراً اوس چیز کو نہین
لے سکتا ہان اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے قیمتی روپیہ سیر
والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا
ف اور فتوی امام کے قول پر ہی **ص** اگر وکیل سے لے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل
ایک غلام اون دونون مین سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہی اور اگر اون دونون کو ہزار روپیہ مین خریدنے کو کہے اور دونون کی قیمت برابر ہووے
پھر ایک کو وکیل پانسو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہی اور اگر پانسو سے زیادہ کو خریدے تو نہین صحیح ہی جانب موکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے
ہوگا ہان اگر موکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہی کیونکہ مقصود دونون غلامون کا ہزار روپیہ مین آنا تھا
اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے تنے دام زیادہ دیے ہین جتنے کی کمی بیشی معاملون مین ہوا کرتی ہی اور باقی اتنے روپے
ہین کہ اونسے دوسرا غلام خرید کرسکتا ہی تو موکل کی طرف سے یہ اشترا صحیح ہوگا اور اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خرید دے
اوسنے جب خریدی تو کہا کہ مینے ہزار روپے کو خریدی اور موکل کہتا ہی کہ تونے پانسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اوس لونڈی کی قیمت
بازار مین ہزار کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت مین موکل نے
ہزار روپے وکیل کو دیے نہین تھے تو اگر اوس لونڈی کی قیمت بازاری پانسو یا زیادہ ہین لیکن ہزار سے کم ہی تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور
اگر ہزار کی ہی تو دونون حلف کرینگے اسلیے کہ وکیل اور موکل مثل بائع اور مشتری کے ہین جب دونون نے حلف کرلیا تو بیع فسخ کرکے لونڈی
وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتون مین قول جسکا معتبر ہوگا تو بلا قسم معتبر ہوگا **ف** یعنی اوپر جہان جہان لکھا ہی کہ قول اوسکا معتبر
ہوگا مراد اوس سے یہ ہی کہ بلا حلف معتبر ہوگا در مختار مین ہی کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال اور ملا خسرو نے درر مین تبعاً لصدر الشریعۃ یعنی مصنف
شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ تحریف ہی اور مخالف ہی عقل و نقل کے اور صواب یہی ہی کہ حلف سے معتبر ہوگا انتہی
ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اوسکا بیان نکیا تب عمرو نے اوسکو خریدا اور
کہا کہ مینے اوسکو ہزار روپیہ مین خریدا ہی اور زید نے کہا کہ نہین تونے پانسو کو خریدا ہی تو دونون سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے
پھر اگر دونون حلف کرلینگے تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا یہ کہتے ہین کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت مین دونون سے
حلف لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر تر یہ ہی کہ دونون سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہی امام ابی منصور ماتریدی کا
ف طحطاوی مین ہی کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہی قاضی خان نے تبعاً للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح
مین اختلاف ہی انتہی اسصورت مین قاضی کو مناسب ہی کہ اسکو کسی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہی واللہ اعلم

فصل بیان مین اون لوگون کے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

ص نہین صحیح ہو وکیل کی بیع و شرا کرنا ایسے شخص سے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول نہین ہوتی ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہین اور صحیح ہی وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے مین اسباب کے اور اودھار اور کل اسباب مین سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل مین صاحبین کا اختلاف ہی اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض مین ثمن کے گرو کر لی یا اوس سے ضمانت لے لی تو جائز ہی اور جو بعد اوسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی وکیل کے پاس یا ضامن مال وصول نہوا اسطرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس گیا یا غائب ہو گیا اور اوسکا پتہ معلوم نہین اور یا معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہی اسبات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہی کفالت کفیل سے اور کفیل مفلس ہو کر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہی پس ان سب صورتون مین ضمان وکیل پر نہو گا مسئلہ وکیل بالشرا مطلق کو لازم ہی کہ برابر قیمت اور ریالیت پر چیز مول لیوے خواہ اوتنے دام بڑھکر جو نرخ کرنیوالون کی قیمت مین آ جاتے مین ف یعنی کئی نرخ کرنے والون سے جو اوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کا ثمن اونمین سے کسی کے قول کے برابر ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ رہے ص اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہین اگر وکیل نے ایک شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہی کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہین ہو سکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہی جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اوسکو اپنے موکل پر رد کر دے برابر ہی کہ رد مشتری کا وکیل پر گواہون سے ہوا ہو یا اقرار یا انکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہی کہ مثل اوسکے اس مدت مین پیدا ہو سکتا ہی تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہون سے یا نکول سے ثابت کر کے رد کیا ہی تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہی تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکے گا اگر وکیل نے اودھار بیچا اور موکل نے کہا کہ مینے تجکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہو گا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور رب المال مین یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہو گا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی ص اگر کوئی دو شخصون کو وکیل کرے تو ضرور ہی کہ اوس تصرف کو جسمین وکیل ہوئے ہین دونون ملکر ایک ساتھ کرین مگر جو وکیل بالخصومت ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑنے کے وکیل ص ہون یا امانت کے پھیر دینے مین یا قرض ادا کرنے مین یا بغیر عوض طلاق دینے مین اور آزاد کرنے مین وکیل ہوئے تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہی اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اوسکے مال سے شرا کرے تو صحیح نہین تو حاصل یہ ہی کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہین اپنے صغیر فرزند کے مال مین اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال مین جو صغیر سن ہو ولایت نہین واللہ اعلم ف وکیل کسیکو وکیل نہین کر سکتا اوس امر مین جسمین وکیل ہوا ہی الا اوس صورت مین کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی راے کے موافق عمل کرنا ہدایہ

ص باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان مین

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہی کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اور اوسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینون اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظم اور محمد اور ابو یوسف کے برخلاف زفر کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے پہونچتا ہی کہ مال لے لیوے ظاہر الروایت مین اور اب فتوی اس زمانہ مین اسپر ہی کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن ہو جانے وکیلون کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنے کا ہی اوسکو خصومت کا اختیار ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک نہین ف اور فتوی امام کے قول پر ہی البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہین ص نہ اوس وکیل کو جو ایک شی معین کے لے لینے کے لیے وکیل ہو ف یعنی اوسکو بالاتفاق

اختیار خصومت نہیں ہے تو اگر کسینے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر نہو وے اور جبتک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ضرور اور ان گواہونکی گواہی سے بیع ثابت نہوگی تو جب موکل حاضر ہو ویگا اوسکے سامنے پھر گواہوں سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسیطرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون واسطے لیجانے اوسکی زوجہ یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اوسکے آزاد کردینے پر تو ان گواہون کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا ندیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہانتک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی مسألہ اگر وکیل بالخصومۃ اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کہی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہوگا امام ابی حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہو اور زفر اور شافعیؒ کے نزدیک کسیطرح جائز نہین اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ مین وکیل ہون زید کا جو غائب ہے اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا الا اوس صورت مین جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا ہو اس بات کا کہ اگر زید آنکر میری وکالت کا انکار کریگا تو مین ضامن ہون اس مال کا یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہو اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہو اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ مین زید کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مُودَع یعنی جسکے پاس ودیعت ہے اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مُودَع کو امانت حوالے کردینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اوسکا وارث مین ہون اور وہ امانت میرے لیے میراث چھوڑ کر مرگیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہے تو اوسکو حکم ہوگا کہ امانت اوس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسینے کہا مُودَع سے کہ مینے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مُودَع نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو حکم دینے کا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ زید یہ دین وصول پاچکا ہے اور گواہ نہین ہین مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا وہ دین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پاچکنے کا تو اوس سے بکر قسم لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اسبات پر کہ مین نہین جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول پاچکا ہے اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اوس عیب کی بابت جو مبیع مین نکلا ہے اور مبیع واپس کردے بعد اوسکے مشتری غائب ہوگیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہین پھیر سکتا یہانتک کہ مشتری قسم کھائے کہ مین راضی نہین ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہے کہ دونون مسألون مین یعنی مسألہ دین جو پہلے گذرا اور اس مسألہ مین تاخیر چاہیے یہانتک کہ حلف کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپے دیے کہ اسکو میرے اہل و عیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے لیکر اونپر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہو جاوینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ استحسان ہے اور قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عمرو نے جو روپے اپنے پاس سے صرف کیے ہین وہ تبرعاً ہو جاوین وجہ استحسان کی یہ ہے کہ وکیل خرچ کرنیکے لیے مثل وکیل بالشراء کے ہے اور وکیل بالشراء باوجود اسکے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہے اسیطرح یہان بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان مین

موکل کو پہونچتا ہی کہ جب چاہے وکیل کو معزول کردیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہی کہ وکیل کو اوسکا علم ہوجاوے **ف** تو جبتک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہووے یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سناوین تو جتنے تصرفات عمل وسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ہدایہ **ص** اور باطل ہوجاتی ہی وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر مجنون رہا ہی **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی باطل ہوجاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات اونسے منقول ہی اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہی اور اسی مین احتیاط ہی کذا فی الاصل لیکن درمختار مین ہی کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر ہی اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے **ص** یا مرتد ہوکر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادا ے زر کتابت سے عاجز ہوگیا یا دو شریکون نے ملکر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کرلیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کردیا یا وکیل کیا اوسکو ایک عورت سے نکاح کردینے کا پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کرلیا اور جدا بھی کردیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کردیوے **ف** اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہوچکی البتہ اگر وکیل نے اوس سے نکاح کرلیا اور نکاح کرکے اوسے جدا بھی کردیا تو اب اوسکو پہونچتا ہی کہ موکل سے نکاح اوسکا کردیوے ہدایہ

ص کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر **ف** اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف جامع و مانع وہ ہی جو صاحب درمختار نے بیان کی ہی کہ دعوی ایک قول مقبول ہی نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہی اوس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اسمین دعوے دفع تعرض داخل ہوگیا صورت اسکی یون ہی کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض کرتا ہی مجھ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہی اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعی علیہ کے پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اثبات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہی میرے اوپر تو کرے اوسکو ورنہ روبرو گواہون کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہی طحطاوی **ص** مدعی وہ ہی کہ اگر خصومت کو ترک کردے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہی کہ جو جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہی جو خبر دیتا ہی اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہی ذکر کیا ہی اسکو بعض مشایخ نے اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے جو غیر ظاہر ہی کہ وہ ایک امر حادث ہی **ف** یعنی وہ دعوی کرتا ہی ملک کی ایک شی کا حال آنکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہی بلکہ قبضے مین مدعی علیہ کے ہی اور یہ امر خلاف ظاہر ہی کہ شی مالک کے قبضے مین نہووے **ص** اور مدعی علیہ وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہی یعنی عدم اصلی کا **ف** یعنی ظاہر یہی ہی کہ شی اوسی کی ہی جسکے قبضے مین ہی اور مدعی علیہ یہی کہتا ہی **ص** لیکن اعتبار شناخت

مدعی اور مدعی علیہ مین معنی کا ہی نہ ظاہر کا یہانتک کہ اگر مودَع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مودِع کے تو وہ ظاہر مین مدعی ہی
لیکن حقیقت مین مدعی علیہ ہی کیونکہ انکار کرتا ہی ضمان کا **ف** یعنی غرض مودَع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعوی سے
یہ ہی کہ اوسپر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر مین اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ رد ودیعت کا مدعی مودَع ہی اور مودِع مدعی علیہ ہی
لیکن یہان چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہی اور حقیقت مین منکر ضمان کا مودَع ہی تو اوسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا اسواسطے کہ منکر کو مدعی علیہ
کہتے ہین تو قول اوسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ **ص** اور دعوی کی صحت کے لیے شرطین ہین **ف** رکن دعوی یہ ہی کہ نسبت کرنا حق کی طرف
اپنے اگر اصالتًا دعوی ہووے یا اپنے موکل کیطرف اگر وکالتًا ہوا اور اہل دعوی وہ شخص ہی جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہوگا
اور شروط دعوی یہ ہین کہ مجلس قضا ہو اور مدعی علیہ حاضر ہووے اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہین ہوسکتی اور آیا مدعی علیہ کو حاضر کرنا
اوسی وقت چاہیے جب مدعی دعوی کرے تو جواب اوسکا یہ ہی کہ اگر مدعی علیہ شہر مین ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا مین آکر
پھر رات کو اپنے مکان مین رہ سکتا ہی تو بمجرد دعوی طلب کرے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی وجہ ثبوت نلیجاوے
مدعی علیہ کو طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ حلف لیا جاوے مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدعی علیہ کو ورنہ
اوسکو اپنی مجلس سے نکالدے طحطاوی کہا شلبی نے اور ہمارے زمانے مین قاضیون کا یہ حال ہی کہ جب اونکے پاس کوئی شخص آنکر دعوی
کرتا ہی تو وہ طلب کر لیتے ہین مدعی علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کرین مدعی سے کیفیت اوسکے دعوی کی اور تمیز کر لیوین صحت دعوی کو
اوسکے فساد سے اور یہ غفلت ہی اون قاضیون کی یا جہل ہی ان مسائل سے انتہی **ص** ایک یہ کہ جس چیز کا دعوی ہو اوسکی جنس
اور قدر بیان کرے **ف** جنس یعنی اوسکی قسم کہ شی مدعی دراہم ہین یا دنانیر یا گیہون ہین یا چاول اور قدر یعنی مقدار اوسکی کہ سو درہم ہین
یا سو دینار یا سو من گیہون یا چاول ہین اور اوسکا بیان صفت بھی ضرور ہی کہ وہ دراہم کیسے ہین جید یا ردی کہا طحطاوی نے جسوقت اوس
شہر مین کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہون تو بیان وصف یعنی فلان قسم کے دراہم کا مین دعوی کرتا ہون ضرور ہی اور اگر شہر مین ایک ہی
طرح کے دراہم چلتے ہون تو بیان جنس و قدر کافی ہی بیان وصف کی کچھ حاجت نہین **ص** اور یہ شرط دعوی دین مین ہی اور جو دعوی کسی
شی معین کا ہووے تو اگر وہ شی حاضر ہو اوسکیطرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہی اور اگر غائب ہووے تو اوسکا وصف بیان کرنا اور اوسکی
قیمت ذکر کرنا ضرور ہی دوسری یہ کہ اگر دعوی شی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہی کہ وہ شی مدعی علیہ کے قبضے مین ہی اور جو وہ شی
منقول ہی تو لفظ ناحق بھی کہے **ف** ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شی ہوتی ہی غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شی مرہون مرتہن
پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ ندینے ثمن کے کذا فی الاصل **ص** اور دعوی عقار مین **ف** عقار بالفتح شی غیر منقول کو کہتے ہین
اصطلاح فقہا مین جیسے باغ زمین مکان وغیرہ **ص** قابض ہونا مدعی علیہ کا ثابت نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے **ف**
یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ باہم متفق ہوجاوین اسبات پر کہ اس مکان یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہی تو قبضہ اوسکا ثابت نہوگا کیونکہ
احتمال ہی کہ مدعی اور مدعی علیہ دونون نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اسطرح پر کہ وہ تصدیق کرین قبضہ مدعی علیہ کی حالانکہ وہ شی
شخص ثالث کے قبضے مین ہی تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا برخلاف شی منقول کے کہ اوسمین قبضے کا مشاہدہ اور معاینہ ہوجاتا ہی تو
صرف تصادق متخاصمین کافی ہی ثبوت قبضہ مدعی علیہ کے لیے کذا فی الاصل باختصار درمختار مین ہی کہ دعوی غصب عقار اور دعوی
شراء عقار مین کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہین اس بات پر کہ وہ عقار قبضے مین مدعی علیہ کے ہی کیونکہ دعوی غصب اور شراء جیسے صحیح ہی قابض کو

ویسے ہی غیر قابض پر بخلاف دعوی ملک مطلق کے **ص** تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ مین اوسکو طلب کرتا ہون مدعی علیہ سے تو اگر وہ شی مدعی مدعی علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اوسکو حکم ہوگا حاضر کرنیکا اوس شی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے دعوی مین اوسکیطرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہون کی گواہی دینے اور مدعی علیہ کے قسم دلانے مین یعنی چیز کا حاضر کرنا چاہیے تاکہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعی علیہ اپنی قسم مین اوسکی طرف اشارہ کرین اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا مین متعذر ہووے **ف** بسبب اوسکے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے **ص** تو مدعی اوسکی قیمت ذکر کردیوے **ف** اور اگر باوجود باقی ہونے اوسکے کے حاضر کرنا اوسکا مجلس قضا مین متعذر ہووے جیسے چکی یا انبوہ غلہ کا یا گلہ بکریونکا تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کردیوے کہ اوسکے ساتھ جاکر مدعی اوس شی کی طرف اشارہ کردیوے اور جس صورت مین وہ شی ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اوسکے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہین اگر وہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعی علیہ پاس اور دعوی غصب اسوال مین اور اسی طرح دعوی شی مرہون مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہین جانتا بلکہ قول غاصب و مرتہن کا اوسکی قیمت مین حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعوی سرقہ مین اگرچہ وہ شی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے تا نصاب کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعوی شی مجہول القیمت پر حلف نہین لیا جاتا مگر چھ جگہ دعوی شی مغصوب دعوی شی مرہون دعوی شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعوی شی مسروقہ اشباہ **مسئلہ** اگر مدعی نے بہت سی چیزون کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہے دعوی کیا تو کل کی قیمت ذکر کردینا کافی ہے اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اوسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اوسکے مدعی علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اوسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی وطحطاوی **ص** عقار کے دعوی مین یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوسکے حدود بیان کرے یعنی چارون حدین یا تین حدین اور اون حدون کے مالکون کا نام اور اونکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے **ف** حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعوی عقار مین نزدیک امام ابوحنیفہ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہووے اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہین پھر بیان کردینا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہوگئین تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے اور زفر کے نزدیک چارون حدون کا بیان ضرور ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور اصحاب مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظم کے قول مین لیکن اگر مالک حد یا وہ شخص مشہور ہے تو فقط اوسی کا نام ذکر کردینا کافی ہے اور گھر کے دعوی مین یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوس شہر کا نام اور اوس محلے کا نام اور اوس گلی کا نام جہان پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعوی مین کے ہین لیکن دعوی دین مین تو ذکر جنس و قدر کا ضرور ہے اور ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اوسکی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہے اور اوسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہے کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** جب دعوی مدعی کا صحیح ہوجاوے **ف** یعنی ہر قسم کے دعوی مین جو اوسکے شرائط ہین سب پائے جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے **ص** تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے اوس دعوی سے **ف** یعنی یون کہے کہ فلان شخص نے تیرے اوپر یہ دعوی کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے اور اگر دعوی کی صحت نہو تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اوس سے کچھ ضرور نہین بلکہ مدعی کو خارج کرے کیونکہ

ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بینہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کر دیوے تو قاضی حکم کر دیوے مدعی علیہ پر ف بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ میں مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز نہ ہوتی ہے تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اوس مدت میں مدعی علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیوے کذا فی در مختار و شرحہ للطحطاوی

ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہوں وجہ ثبوت کے تو در صورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے

ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خونوں کا اور مالوں کا دعوی کرتے لیکن قسم ہے مدعی علیہ پر اور روایت کیا بیہقی نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس میں یہ لفظ ہے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اوسمیں کچھ حق نہیں تو فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہیں کہا اوسنے کہ نہیں فرمایا آپنے پس تیرے لیے قسم اوسکی ہے کہا اوسنے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پرواہ نہیں کرتا قسم کی فرمایا آپ نے نہیں ہے تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ اگر حلف کر لیگا مدعی کے مال پر تا کہ کھاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالی سے اور اللہ اوس سے منہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہے روایت کی مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسنے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالی نے اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اوسکے جنت کو تو کہا آپ سے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپ نے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی فائدہ اگر مدعی علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تا کہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان میں در مختار مسئلہ استحلاف کیا ہے فقہا نے بلا طلب قسم دلانے پر اوس شخص کو جو میت پر دعوی دین کرے صورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہے کہ قاضی اوسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میں نے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اوسکی طرف سے مجکو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اوسپر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اوسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر ص تو اگر مدعی علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے ف یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول نہوگا ص اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعی علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعی علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے ف نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے گا یعنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے گا اور مال مدعی مدعی علیہ پر لازم کر دے ص اور مدعی سے قسم نہ لیوے گا اور شافعی رحمہ کے

نزدیک صرف نکول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے جب مدعی حلف کریگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعی علیہ پر اور ہمارے نزدیک بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ رضی نے اور یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہیں ایمۂ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کر دینگے مال کا مدعی علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظم رح نے دونوں مسألوں میں خلاف کیا ایمۂ ثلثہ کا یعنی اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال میں قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعی علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں واسطے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمیں مدعی علیہ پر ہیں تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعی علیہ سے ایمۂ ثلثہ دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے انھوں نے امام جعفر صادق رض سے انھوں نے اپنے باپ محمد باقر رض سے انھوں نے جابر رض سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقر رض سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد باقر رض سے انھوں نے حضرت علی رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم مدعی کے اور یہ منقطع ہے کہا دارقطنی نے علل میں کہ جعفر صادق رض نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعی رح نے اور بیہقی نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہوگیا تھا آخر عمر میں اور مالک اور ثوری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعی رح کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے اور روایت کیا ابوداود اور طحاوی نے ابن عباس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت کی شافعی اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابوہریرہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سنا اونسے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اونسے حدیث بیان کی ابوہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اوسکے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں جواب امام صاحب کا اس حدیث سے چند وجوہ ہے اولاً اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اوسکو نقاد فن حدیث یحیی بن معین نے ثانیاً یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ الاٰیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ثالثاً مخالف ہے یہ حدیث اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اوس میں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر رابعاً اس حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اوس واقعہ سے یا اوس مدعی سے جیسا کہ حضرت نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے بالاتفاق

یعنی ابو شافعی ... کہا ہے ۱۲

یعنی اختلاف مدعی ۱۲

یعنی ... [illegible]

علما آور احادیث اور آثار ہمارے قول میں عام نہوا جب ہوگی ترجیح اونکی اس حدیث پر **خامسًا** بصورت تسلیم معنی اوس حدیث کے یہ ہو سکتے ہیں کہ حضرت نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسپر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادسًا** یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرت نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اوسکی خصوصیات میں سے ہے **سابعًا** یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہود یعنی یمین مدعی علیہ **ثامنًا** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین میں سے ہے **تاسعًا** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا مؤول ہونے پر **عاشرًا** یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسائل میں کے اس سے تمام نہین ہوتا کیونکہ مذہب ونکا رد شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہین بلکہ روایت کی دارقطنی نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب دوسکا یہ ہے کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اوسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اسناد اوسکی نہایت ضعیف ہے تصریح کی اوسکی سب محدثین نے **فتلک عشرۃ کاملۃ** هکذا اینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام **استدلال عجیب** امام مالکؒ نے موطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہین بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین الآیۃ تو حجت اون لوگون پر یہ ہے کہ آیا تم نہین دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہین حلف لیا جاتا مدعی علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اوس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہین ہے اختلاف اوسمین کسی کا لوگون میں سے اور نہ کسی شہر میں شہرون میں سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اوسکو اور کس کتاب اللہ میں پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہین ہے یہ کتاب اللہ میں انتہی مختصرًا **مین کہتا ہون** کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالکؒ سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہے بلکہ اوسپر اجماع ہے مجتہدین کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے صواب سے اور اگر مراد اونکی دس امر اتفاقی سے حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی در صورت نکول مدعی علیہ ہے تو اوسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد و امصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے باینہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم رد کی جاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونون امرون میں غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالکؒ کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص میں نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ **ص** اور نہین قسم لی جاتی ہے امام صاحب کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اندر عدت میں اور مدت ایلا کے اندر رجوع کرنے میں اور ام ولد ہونے میں اور غلام ہونے میں اور نسب میں اور ولا میں برخلاف صاحبین کے **ف** اصل کتاب میں صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ

ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعوی
کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذر جانے عدت کے کہ مین نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا
اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذر جانے مدت ایلا کے کہ مین نے رجوع کیا تھا ایلا سے قبل مدت کے اور انکار
کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اسکا اولٹا ہوا یا جھگڑا کیا
دونون نے آزادی کی ولا یا ولا موالاۃ مین اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی
مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مر گیا ہے وہ لڑکا اور اسکا اولٹا یہان نہین ہو سکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی
کیا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے یعنی اوس لونڈی کے انکار کی طرف التفات نہوگا
دلیلین امام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح و مختار یہ ہے کہ ان ساتون چیزون مین قسم لی جاویگی
درمختار اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ فتوی قول صاحبین پر ہے مسائل نکاح مین کذا فی الاصل ص اور نہین قسم لی جاویگی
حد اور لعان مین ف بالاتفاق ۱۲ جیسے حد زنا اور حد قذف مین صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے
مجکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہے اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اوسپر قسم نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ
ہے کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھپر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو قسم
نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اوس سے قسم لی جاوے مال کے لیے تو اگر
اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے جسمین شبہہ ہے تو مال اوس سے لازم ہوگا
نہ حد اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق
مین بالاجماع قسم لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا اسیطرح نکاح مین جب
عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم ہوگا
اور عورت اوسپر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اسی طرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعوی
کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا ان دونون کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ مین ف یا حضانت کا یا
عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہو سکنے کا شامی ص تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ
حق ثابت ہو جاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعًا تو اگر نکول
کریگا قصاص بالنفس مین ف قصاص بالنفس یہ ہے کہ مقتول کے بدلے مین اسکا قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ
مدعی علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ کے بھی ہاتھ یا پاؤن کاٹے جاوین
ص تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف مین تو صرف اوسکے
نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص بالنفس مین بمجرد نکول دیت
لازم ہوگی قاتل پر اور اسیطرح قصاص بالاطراف آخر تک اوسکا ف اور فتوی امام کے قول پر ہے ص مدعی نے
کہا میرے گواہ حاضر ہین ف یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے شہود

غائب ہین تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی **ص** اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے
قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی **ف** لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہو کہ اوسکے ادا اور اوسکے
خوف بھاگ جانے کا نہووے اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت **ص** تو اگر مدعی علیہ ضمانت نہ داخل
نہ کرے تو خود مدعی یا امین اوسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ مدعی علیہ غائب نہو جاوے
یہ صورت جب ہے کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاویگی اور اگر
ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی
اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکو چھوڑ دیوے **ف مسائل الحاقیہ** اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کر لیا اس
امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو یہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب
مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اسپر کہ وہ اسپنے
دعوی مین سچا ہے یا گواہ اوسکے سچے ہین تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے **فائدہ** طریق قضا کے تین ہین ایک اقرار
مدعی علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہووین اور وہ طلب کرے
قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم کرنیکے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اسپر مال کا حکم کرے
نہ یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کر دیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اوس سے
مال لایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ امر یا جہل ہے اون سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیے
قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسپر نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر
تو اب کچھ سماعت اوسکی نہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے
پاس گواہ نہین ہین یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے
حلف لے سکتے ہین نیابتہً اور حلف نہین کر سکتے نیابتہً اپنے فعل پر آدمی سے قسم لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح
مدعی کہتا ہے اوسطرح نہین ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ مین نہین جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا
وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہے یا مدعی نے اوسکی میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکی میراث
ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ مین نہین جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر
مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ مین یہ دین مدعی کو
پہونچا چکا ہون تو مدعی علیہ سے گواہ اداے دین کے لیے جاوینگے اسیطرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعی علیہ
کے پاس گواہ نہون ایصال دین یا ابراے دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کر لے
تو مال لایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ
پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا ایکبار کل دین کا اور گواہون نے
اداے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے

عورت کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیئے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اوسکو طلاق دیا تھا یا اسنے ابرا کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثون کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ صریح مخالف ہے قول اول کے کذا فی در مختار

باب کیفیت حلف کے بیان مین

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے **ف** تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا امان یا باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبہ کی تو اوسپر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو شرک ہوجاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسم سے اسمائے متبرکہ سے جیسے رحمن رحیم قادر ذوالجلال یا اوسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپون کی سو جو شخص کہ تم مین سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاری مسلم نے ابو ہریرہؓ سے کہ جسنے اپنے حلف مین کہا قسم ہے لات اور عزی کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہین ہے تو اوس سے کافر نہین ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اوس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابو داؤد نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤن کی اور نہ بتون کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذی نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اسنے شرک کیا **ص** اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے **ف** یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یون قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعوی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اوس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ **ص** اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے مین مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے **ف** یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب در مختار اور فقہائے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوسپر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اوسپر لازم کیا جاویگا در مختار اور شامی نے نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہین تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہین مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدمائے فقہا سے بلکہ متون مین اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہائے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضرور نہین علی الخصوص جب کہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم اوس اللہ کی جو طالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے کبھی اوسکو موت اور فنا نہین اور مثل اسکے **ف**

ہدایہ میں اسکی مثال یون لکھی ہو کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہی غائب اور حاضر کا اور رحمن رحیم ہی جاننا ہی
وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہو کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اوپر یہ مال نہیں ہی اور نہ اوسمین سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہونچتا ہی کہ تاکید کرے قسم کی
اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہی اور بعضون نے
کہا ہی کہ جو شخص نیک بخت و دیندار مشہور ہووے اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہو اوسپر قسم سخت کیوے اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر مال
قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ تعالی کی
قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ حاصل ہو گیا
در مختار عن الزیلعی **ص** اور نہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے **ف** تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے
دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لیوے در مختار میں ہو کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہو قاضی کو تو ظاہر یہ ہو کہ اگر کرے
تو مباح ہو لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہیں جائز ہو تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ قسم
کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے اور یہودی کو یون حلف
دلاوینگے کہ قسم ہو اوس خدا کی کہ جسنے اوتارا توریت کو موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہو اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل کو
عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے **ف** کیونکہ سب بت
پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدا تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم
نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہیں ہو بلکہ یون کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو در مختار میں ہو کہ فرقہ دہریہ جو قائل
نہیں خدا سے عز و جل کے بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو اونسے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہو کہ اونسے دہر کی
قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسماے الہی ہو حدیث شریف میں ہو کہ فرمایا اللہ تعالی نے میں ہی دہر ہون اور آدمی برا کہتا ہو دہر کو
اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے تو کافی ہو جاویگا در مختار میں ہو کہ اگر مدعی علیہ گونگا ہو تو اوسکو حلف
دینیکا یہ طریقہ ہو کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہو خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو
وہ حالف ہو جاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووے تو اوسکو اشارہ سے
قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو
اوسکے قائم مقام کیا ہو وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہی یا یقین پر مطلع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر
معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہو ما تقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہو نہ حلف میں انتہی **ص** اور نہ حلف دیے جاوینگے
یہ لوگ **ف** یعنی یہود اور نصاری اور بت پرست **ص** اپنے عبادت خانون میں **ف** اسواسطے کہ قاضی کو اونکے عبادت
خانون میں جانا مکروہ ہو کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریمی ہو اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہو اور اسمین نے
فتوی دیا ہو اور اوس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ کا ہو یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق **ص** اور قسم نہ لائی جاوے مدعی علیہ کو حاصل پر
پر **ف** قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہو کہ اگر سبب ایسا ہو جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اوسمین حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ

سبب مرتفع ہو سکتا ہے جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اسکی
مثالیں آگے آتی ہیں **ص** جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور یا نکاح قائم نہیں
اور طلاق میں اسطرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہیں ہے اور غصب میں اسطرح کہ تجھ پر اوس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں اور یہ نہ دیوے کہ قسم
سبب پر جیسے قسم خدا کی میں نے نہیں بیچا یا میں نے طلاق نہیں دیا یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا **ف** اسواسطے کہ یہ اسباب
مرتفع ہو جاتے ہیں اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلاوینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ بولنے کے یہ مذہب
طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک سب صورتوں میں قسم سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی حلف دلا تو مجکو
سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کر لیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کر لیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھینگے اگر وہ
منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہسکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ
حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ
میں مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ پر گواہ لازم ہیں اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل **ص** مگر اوس صورت
میں جہاں پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعوی بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعی علیہ
ان چیزوں کا قائل نہو **ف** مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور اونکے نزدیک ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ بطلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعی علیہ
سے قسم لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہیں یا نفقہ واجب نہیں تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ
کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی میں نے یہ گھر نہیں خریدا یا میں نے اوسکو طلاق بائن نہیں دی کذا فی الاصل **ص** اسیطرح قسم لی جاویگی اوس
سبب پر جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعوی کرے مولی پر **ف** تو مولی کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی میں نے
اوسکو نہیں آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سبب کا ارتفاع یہاں نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ غلام
مسلمان جب آزاد ہو گیا تو پھر غلام ہو نہیں سکتا کذا فی الاصل **ص** اور لونڈی اور غلام کافر میں اگر مدعی ہوں یہ دونوں عتق کے
مولی پر تو قسم لیجاویگی حاصل پر **ف** اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہاں ہو سکتا ہے لیکن لونڈی میں تو اسطرح کہ مرتد ہو جاوے اور دار الحرب
میں چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے ملجاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل
ص اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ
مجھے معلوم نہیں کہ یہ شی تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے **ف** اسیطرح اگر وارث
مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر در مختار **ص** اور قسم کے بدلے میں مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی
جب اقرار کرے کہ مجکو بدلا قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو قسم نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہو جاویگا **فائدہ**
مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوسنے کہا کہ تو مجکو قسم دے چکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے
ہوئی ہے اور وہ اوسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہے ++

ص باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے کے بیان میں

ص جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں **ف** مثلاً بائع نے ثمن سو روپیہ بتلائے اور مشتری نے سو روپیہ

یا مبیع مین **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ تبلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے دس
من **ص** تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش
کیے تو فیصلہ اوسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہی زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہی صورت اول مین اور مشتری صورت ثانی مین **ص**
اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض بیچا ہی اور مشتری نے
کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپے کے بیچا ہی تو گواہ بائع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بائع
اور مشتری دونون گواہون کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینون صورتون مین **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن
مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے **ف** یعنی
مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونون حلف کرین تو اگر
اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہوجا اوس ثمن سے جسکا بائع دعوی کرتا ہی ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر
اختلاف مبیع مین ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کر دے اوس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور
اگر اختلاف دونون مین ہوئے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہی ورنہ دونون سے
حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینون صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اوسی ثمن کا مطالبہ ہوتا ہی تو انکار
بھی اوسکا اسبق ہی اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہی فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہی برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف
لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہیگا استیفاء ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی بدلے مین اسباب کے ہو یا بیع صرف ہو تو قاضی کو
اختیار ہی کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یون قسم کھاوے کہ واللہ مین نے ہزار کو نہین بیچا اور
مشتری قسم کھاوے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور ملانا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہین یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ
مین نے دو ہزار کو بیچا ہی اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ مین نے ایک ہزار کو خریدا ہی یہی صحیح ہی کذا فی الاصل مع تشریح من الہدایہ **ص**
اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونون کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونون مین سے اوسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا **ف**
یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش
کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہوگا جاننا چاہیے کہ
اختلاف جب مقدار ثمن مین ہووے تو دونون سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہی قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہی زیادتی
ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہی اور مشتری دعوی کرتا ہی تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہی تو
ہر ایک ان دونون مین سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونون پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونون سے حلف لینا
خلاف قیاس کے ہی اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہین کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اوسکے پاس آگئی ہی البتہ بائع دعوی کرتا ہی
زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہی تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونون
کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونون حلف
کرین اور دونون پھیر دیوین یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کی

ابن ماجہ اور دارمی نے عبد اللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع
موجود ہووے اور ان دونون کے پاس گواہ نہووین تو قول بائع کا معتبر ہی یا پھیر لیوین دونون مبیع کو اور نقل کیا سیوطی نے
جامع صغیر مین روایت طبرانی سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینة ترادا البیع
یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کرین اور ان دونون کے پاس گواہ نہووین تو پھیر لیوین مبیع کو **ص** اگر اختلاف ہو میعاد مین
یا شرط خیار مین یا قبض مین بعض ثمن کے تو تحالف نہین بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر **ف** برابر ہی کہ اختلاف اصل اجل مین ہووے
جیسے مشتری کہے کہ مین نے ادھار اتنی مدت پر خریدی ہی اور بائع اوس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہی بمیعاد ایک سال کے
اور بائع کہے کہ نہین بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہی تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی
اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک ونہین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہین بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ
مین بعض ثمن دے چکا ہون اور بائع اوسکا انکار کرے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر
اختلاف ہو قدر ثمن مین بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول
ہوگا برخلاف محمد کے اور دلیل انکی اصل مین مسطور ہی اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہی تو بھی تحالف نہوگا مگر اوس صورت مین
تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہی اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے **ف** اور بعض مشایخ یہ کہتے ہین کہ یہ استثنا مین مشتری سے
ہی تو مشتری پر اس صورت مین یمین آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب مین ہی **ص** اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت مین اختلاف
کیا تو تحالف نہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال مین اختلاف ہوا تو
قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری مین مقدار ثمن مین تو
(اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ۱۲)
دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی **ف** اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی **ص** اور اگر
اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونون حلف کرین
اور ہر ایک دوسرے کی شی کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی
اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اوسکا بیان
(یعنی گواہ ۱۲)
مقبول ہوگا اور اگر دونون برہان لاوین تو قول موجر کا اجرت مین جب اختلاف اجرت مین ہو اور مستاجر کا منفعت مین جب اختلاف
(زیادت ۱۲) (زیادت ۱۲)
منفعت مین مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت مین جیسے موجر نے
کہا کہ مین نے تجکو مکان کرایہ مین دیا ایک برس تک دو سو روپیہ مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپیہ مین اور قائم کیا
دونون نے گواہون کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپیہ مین **ف** تو موجر کے گواہون کا ازدیاد اجرت مین اور مستاجر کے
گواہون کا زیادتی میعاد مین اعتبار ہوا اسلیے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہی پس جسمین زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی و راجح
ہوگی **ص** اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے
مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہی اور بعض باقی ہی تو دونون سے حلف لیکر اجارے کو باقی مین فسخ کر دینگے اور جتنی مدت گذری
ہی اوسمین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین اور کسی کے لیے گواہ نہین تو جو اسباب

زیادہ گواہ اور حلف
مشتری پر ہوگا
کذا فی الاصل

خاص عورت کے لائق ہو ف جیسے اوڑھنی کرتی چولی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاویگا قسم لیکر اور جو اسباب
کہ خاص مرد کے لائق ہو ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونوں کا ہو سکتا ہو ف جیسے ظروف
وغیرہ ص تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہو کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہو ویں اور دونوں زندہ
ہوویں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے ص اور جو کوئی مرگیا ہو تو قول زندہ کا اوس اسباب کے
حق میں جو دونوں کے لائق ہو قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسئلہ میں تو قول ہیں مجتہدین کے مذکور ہیں حواشی در مختار
میں ص اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو سامان اوسکا حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو
اوسے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہو واسطے قیام وارثہ کے مقام مورث کے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک
اگر جورو اور خاوند زندہ ہوں تو مثل قول ابو حنیفہ رح کے ہو اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہو وہ خاوند کے وارثوں کو ملیگا اور اگر
جورو خاوند میں سے کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اون میں سے آزاد ہو حالت حیات میں اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا ف
اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہو مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر بمقدار مہر میں واقع ہووے
تو اوسکی صورتیں کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی میں گذر چکیں اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی میں اختلاف کیا تو کل چیزیں مستاجر
کی ہونگی قسم لیکر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہیں وہ موجر کے ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہوں اور آلات میں اختلاف
کریں اور آلات دونوں کے قبضے میں ہوں تو ہر ایک کو اوسکے پیشے کے آلات حوالے نہ کیے جاوینگے بلکہ جتنے آلات ہیں دونوں میں
مشترک ہو جاوینگے دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک کے پاس ایک شی گران بہا نکلی ہو اوسکے لائق نہیں ہو جیسے جاروب کش
پاس جلی زرکمخاب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیوں کا اور دوسرا شخص اوسکے لائق ہو اور دونوں اوسکے مدعی ہیں اور کسی کے پاس
گواہ نہیں ہیں تو وہ شی اوسی کی ہوگی جو اوسکے لائق ہو کشتی میں دو شخص سوار ہیں اور اوسمیں آٹا بھرا ہوا ہو ایک شخص
آردفروش اور دوسرا ملاح ہو اور ہر ایک دعوی کرتا ہو آٹے اور کشتی کا تو آٹا آردفروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی در مختار

ص فصل دفع دعوی میں

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب میں کہا کہ یہ شی جو میرے قبضے میں ہو اور تو اوسکا دعوی کرتا ہو امانت ہو زید کی یا عاریت لیا ہو اوسکو
میں نے زید سے یا کرایہ میں لیا ہو یا گرو لیا ہو یا غصب کیا ہو میں نے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع
ہو جاویگی ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہوں سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہیں ہو تو مدعی کا دعوی
بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دفع گوئی میں مشہور ہووے
یعنی لوگوں کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہو تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول امام اعظم رح کا ہو اور اسی کو پسند کیا ہو
مختار میں در مختار ص اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب میں کہا کہ یہ چیز میں نے خریدی ہو زید غائب سے یا مدعی نے اسطرح
دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہو یا چرائی ہو یا میرے پاس سے چوری گئی ہو تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتوں سے مقبول ہوگا
اگرچہ مدعی علیہ اوس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ میں نے یہ چیز خریدی ہو زید سے
تو اوسنے خود اقرار کیا کہ ید اوسکا ید خصومت کا ہو تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر

یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہے فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہوگی نزدیک طرفین کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہوجاویگی **ص** جیسے گواہ اگر امانت کی گواہی دین مدعی علیہ کی طرف سے کہ مدعی علیہ پاس اس شی کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اوسکو نہین پہچانتے **ف** تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے **ص** البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہین کہ ہم امانت رکھنے والے کی صورت کو پہچانتے ہین اور اوسکے نام ونسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحب کے **ف** کیونکہ جب گواہون نے نام ونسب امانت رکھنے والے کا بیان کر دیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہے اور نزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام ونسب بھی اوسکا بیان نکرین کیونکہ انھون نے ایک شخص معین کو نہین ذکر کیا جسنے امانت رکھی ہے اوسکے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شی جو قبضے مین مدعی علیہ کے ہے وہ مین نے زید سے خریدی ہے اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ یہ شی زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اوس صورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کر دے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہے اوس چیز کے لے لینے کے لیے **ف** اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اوسنے اقرار کیا کہ ذوالید کو زید کی طرف سے یہ پہنچا ہے تو مدعی علیہ کا ید خصومت نہین ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کر دیگا تو اوس شی کے لے لینے کے لیے **جاننا چاہیے** کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اوس سے خصومت دفع ہوجاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکاری مین تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ مال اوسکے قبضے مین ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیگا اور اوس سے کہے کہ تو روبرو گواہون کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تاکہ کوئی اوس مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہوگی جب گواہون نے یہ کہا کہ ہم اوس شخص کو نہین پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب اوسکا نہین جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہوجاویگی جب مدعی علیہ گواہ قائم کر دیگا اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصون کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کے گواہون سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کرین اور دوسرا ایک کے گواہ وقت نہ بیان کرین **ف** جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصون کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہین پھر اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنھون نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل **ص** اور اگر دونون شخص خارج ہین اور دونون نے ایک شی کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شی آدھون آدھ دونون کو دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعی کے نزدیک دونون طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے **ف** یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکے نام پر قرعہ

نکلیگا وہ شی اوسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعی کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپ سے قرعہ ڈالا اور کہا کہ ای اللہ تو ہی ہے فیصلہ کرنیوالا ان دونون مین روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابوداؤد نے سنن مین ابو موسی اشعری سے کہ دو شخصون نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کردیا اوس اونٹ کو اون دونون مین آدھا آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک اونٹ مین اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونون مین نصفا نصف کہا طحاوی نے کہ قرعہ کا حکم ابتداے اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے **ص** تو اگر دو شخصون نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونون گواہیان ساقط ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ جورو مین شرکت نہین ہوسکتی برخلاف ملک کے کہ اوسمین شرکت ہوسکتی ہے کذا فی الاصل **ص** اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے کہ دونون شخصون کے گواہون نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہو اور جو دونون نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہے عورت اوسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہون کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کردیا اوسکے گواہون پر اس بات کا کہ یہ زوجہ اوس شخص کی ہے بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضاے اول فسخ نہ کیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہون کی تاریخ سے مقدم بیان کرین تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے مین ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی الا اوس صورت مین جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اوسکا شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے **ف** حاصل اسکا زیلعی مین یون مرقوم ہے کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے گواہ پیش کیے تو اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولی ہے اور اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان نہین کین یا تاریخین متحد بیان کین تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین گھسنے سے وہ اولی ہے اور اگر یہ کوئی امر نہو وے تو عورت سے پوچھا جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے **ص** اور اگر دو شخصون نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کردیوے اور جب قاضی نے دونون کے لیے نصف نصف لینے کا فیصلہ کردیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہین پہونچتا کہ کل مبیع لے لیوے **ف** کیونکہ نصف مین اوسکی بیع فسخ ہوچکی ہے ہدایہ **ص** اور اگر اس صورت مین دونون شخصون کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اوسکو وہ شی ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہون نے نہ بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا اور جو کسی نے وقت نہین بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے مین نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مین نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھکو زید نے ہبہ کی ہے اور مین نے اوسپر قبضہ کرلیا تھا یا صدقہ دی ہے اور مین نے اوسپر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر

گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہی اوسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعوی شرا
مقدم ہی دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہین ہدایہ **ص** اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین
ف صورت اسکی یون ہی کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہی ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہی اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے
اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے مجھسے نکاح کیا ہی اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونون گواہیان اور دعوے برابر سمجھے جاوینگے تو وہی حکم
مسائل سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعوی رہن مع القبض اولی ہی ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ
قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اوسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اوسنے
بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین
لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہی **ف** مثلاً ایک کہتا ہی کہ مین نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہی کہ مین نے عمرو سے خریدا اور دونون
کی تاریخین ایک ہین کذا فی الاصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے **ف** یہ بھی صورت اوسی
مین ہی جب ہر ایک نے دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک وقت بیان کرے اور
دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اور اگر ایک خارج ہی اور دوسرا قابض اور دونون نے
گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو
گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خرید نے پر اوسی شخص خارج سے یا خارج اور
قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہو نہ مکرر جیسے نتاج یعنی پیدایش بچہ جوان کی یا دوہنا دودھ
کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالون کے ترشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ شی قابض کو دلائی جاویگی **ف**
اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونمین سے کہ
جنی ہی یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوی پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹنی کا اوس
شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور اگر گواہ لایا ہر ایک **ف** خواہ دونون خارج
ہون یا ذوالید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذوالید یعنی **ص** دوسرے پر کہ مین نے اوس سے خریدا ہی **ف** یعنی دونون
مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مین نے تجھ سے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مین نے تجھ سے خریدا ہی **ص** اور بغیر ذکر وقت
کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص کا ہیگا جسکے پاس قبل دعوی کے تھا
اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین اگر تیرا جی
چاہے تو اوسکا مطالعہ کر لے **ف** ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسی نے قبضہ اپنا
ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اوسکو قبل
قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہی عقار مین نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع
خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ
یہان دونون بیعین درست ہو سکتی ہین شیخین کے اور محمدؒ کے مذہب پر اور جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ

له یعنی بائع زید کے دعوی کیا عمرو اور ذوالید نے گواہ قائم کیے اپنی تاریخ پر ... ملک کی ... ۱۲ منہ

له اسواسطے کہ قابض خارج سے پہلے خرید چکا اور پیچھے اوسکے بیچا ہوا اور ملکیت جائز نہین اسواسطے کہ بیع قبل قبض جائز نہین اور اگر ... امام محمد کے نزدیک کذا فی الاصل ۱۲

گواہون نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہوگا اوسکو ذو الید نے اور قبضہ کیا اوسپر پیچھا ہوگا
اوسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آگیا ہوگا انتہی **ص** اور جان
تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور مین اوسکو خیر سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہون
تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہووے تو اگر دونون
ذو الید یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسی طرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور
یہ شامل ہے اس بات کو کہ دونون تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص اونمین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسی کی تاریخ
مقدم نہووے کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا
دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذو الید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعوی ملک
مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اونمین سے کہ وہ میرا غلام ہے مینے اوسکو آزاد
کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اوس صورت کے جب ہر ایک اونمین سے کہین کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا ہے تو وہ دونون
برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا
اور دوسرے نے کہا کہ مینے اوسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا یہ
صورتین خارج اور ذو الید کی ہین ملک مطلق مین لیکن ملک بالسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے
بیان کرتے ہین تو ذو الید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہین تو خارج احق ہوگا سب صورتون مین اور اگر دونون نے سبب ملک
علیحدہ علیحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا **ف** یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ
کا تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور ترجیح نہین دیجاتی گواہون کی کثرت سے **ف** مثلاً ایک کے دو گواہ ہین اور دوسرے کے چار
ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت اوس سے **ف** یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف
دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایک طرف دو حدیثین ہین اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو
حدیثون کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتون کو ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابون مین تفصیل مذکور ہے **ص**
اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اوس گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونون دلیل لائے
تو کل کے مدعی کو تین حصے اوس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث
اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا **ف** دلیلین امام اور صاحبین کی اصل کتاب ور ہدایہ مین مسطور ہین **ص** اور اگر
ایک گھر دو شخصون کے قبضے مین تھا اور ایک نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ
قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا **ف** اسوجہ سے کہ گھر جب دونون کے
قبضے مین تھا تو ہر ایک کے قبضے مین نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے مین تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہین
تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضاے قاضی کے اور جو نصف کے مدعی نصف کے قبضے مین تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ
خارج کے اولی ہین گواہون سے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلا دیگا کذا فی الاصل **ص** اگر دو خارجون نے

دعوی کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونون کے گواہون نے تاریخ اوسکی پیدائش کی بیان کی تو وس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہو سکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور جو سن اوسکا دونون کے گواہون کے مخالف نکلے تو دونون کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسی کے قبضے مین رکھا جاویگا تو اگر دونون خارجون مین سے ایک نے دعوی کیا ذو الید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہ شی تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونون کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر ہو گئے کیونکہ جسکے امانت سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہی سو گویا دونون شخص مدعی غصب کے ہوئے ف اور ادمین برابر ہونگے اسی طرح اسمین ص جو کپڑے کو پہنے ہوئے ہی وہ زیادہ حقدار ہی اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوے ہی ف یہان سے وہ مسائل شروع ہوتے ہین جنمین دو شخص مدعی ہین بسبب قبضے کے اور کسی پاس گواہ نہین ہین بدائع مین ہی کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ وہ شی اوسکے قبضے مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا ط ص اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہی وہ مستحق ہی اوس شخص سے جو اوسکی لگام کو پکڑے ہوے ہی اور جو زین پر بیٹھا ہی وہ اولی ہی اوس سے جو اوسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہی اور جسکا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہی وہ اولی ہی اوس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹکتا ہی اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو اوسکو پکڑے ہوئے ہی دونون برابر ہین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر یا سوار ہین ایک زین پر در مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ مین کپڑا ہی اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہی تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا ہوا ہی نہ سر اقتطا جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہی اور بات کو سمجھتا ہی ایک شخص کے قبضے مین ہی وہ یہ کہے کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہی اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے مین ہی اوسکا غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی کڑیان اوسپر رکھی ہوئی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہووے بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہی کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک کان مربع کا احاطہ کر لیوین کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہی وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہووے یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوارمین معلوم ہوتین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گھسی ہو در مختار ص اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین ص دھرے ہوئے ہین ف یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہی در مختار ص تو وہ شخص اولی نہوگا

۱۲ منہ مدظلہ

بلکہ دیوار دونون مین مشترک رہیگی **ف** اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھہ اتصال تربیع رکھتی ہووے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولی ہوگا لیکن صحیح اول ہی اور جو کڑیان ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگرچاہے اوکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کردیوے یا صلح یا معاف کردیوے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھہ بیچڈالا تو مشتری کو مطالبہ اوس حق کا پہونچتا ہی اسی طرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا رہنیان رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا در مختار **ص** اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہی تو وہ دونون اوسکے صحن کے منافع مین برابر ہونگے **ف** یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی بیٹھنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرہ ذلک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہی تو جسکی زمین زیادہ ہی اوسکو زیادہ حاجت ہی درمختار **ص** دو آدمیون نے اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک کہتا ہی کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہی تو قاضی حکم نہ دیوے کسی کے قبضے کا یہانتک کہ دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کردین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اوس شخص نے زمین متنازع فیہ مین کہ اینٹین بنائی تھین یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اسی کے قبضے کا حکم ہوگا **ف** اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون دلیلین قبضے کی ہین ہدایہ

ص باب دعوی نسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھہ بعد اوسکے چھہ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہی تو اوس ولد کا نسب ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو بھی اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھہ یا بعد اوسکے **ف** یہ ہمارا مذہب ہی اور زفر اور شافعی کے نزدیک دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہی اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہین ہی بلکہ لونڈی ہی تو اب دعوی ولد مین تناقض ہی اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ نطفہ ٹھہرنا یعنی حمل ایک امر خفی ہی تو اوسمین تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک مین دلیل ہی اس بات کی کہ ولد زید کا ہی اسواسطے کہ وقت بیع سے چھہ مہینے پورے نہین گذرے ہین تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہی کیونکہ اقل مدت حمل چھہ مہینے ہین اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس لڑکا ساتھہ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوس سے ثابت ہوجاویگا اور اسے دعوی کی صحت اسطرحپر کیجاویگی کہ عمرو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک مین تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید کیا اوسکو کذا فی الاصل جز یادہ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ مین لونڈی مر گئی اور لڑکا زندہ ہی اور زید نے اوسکا دعوی کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اوس صورت مین جب لڑکا مر گیا ہووے **ف** اسواسطے کہ ولد اصل ہی ثبوت نسب مین فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی مان کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباس رض سے

مسئلہ ولدان نامعلوم

اور جب صحیح ہوا دعوی زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اوسکی ماں کے حصے کو کذا فی الاصل بزیادۃ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ مین عمرو نے فقط لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہوجاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا **ف** صورت اوسکی یون ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پونہچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اوسکی ماں کو پونہچیگا اوسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا **ف** یا دونون کو آزاد کر دیا تھا **ص** تو اب دعوی زید کا مسموع نہوگا جیسے اوس صورت مین کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم مین جنی یا دو برس سے زیادہ مین جنی **ف** یعنی ان دونون صورتون مین بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا **ص** مگر اوسوقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسمون مین **ف** یعنی جب چھ مہینے سے کم مین جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہو یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم مین جنی **ص** وہی قسم اول کا حکم ہوگا **ف** یعنی زید کا نسب ثابت ہوجاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور قیمت پھیر دیجاویگی کذا فی الاصل **ص** اور تیسری قسم مین **ف** یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ مین جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی **ص** بیع باطل نہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے **ف** ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہین جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اوسکا مالک ہوجاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور اس جگہ وہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل بزیادۃ **ص** جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعوی کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کر دیا اوس لڑکے کو یا گرو رکھا اوسکو یا کرایہ دیا اوسکو یا بائع نے اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کر دیا اوسکا پھر لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ یہ سب عوارض محتمل نقض ہین اور دعوی نسب محتمل نقض نہین برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد یا مدبر کر دیا ہووے کہ اس صورت مین دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ف** اصل مین اس مقام پر ایک تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی **ص** جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام **ف** اوسکا بیان آگے آتا ہے **ص** اوسی کے پاس پیدا ہووے اور اون دونون مین سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے پاس موجود ہے دعوی کیا نسب کا تو دونون لڑکون کا نسب اوس شخص سے ثابت ہوجاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہے تو اوس شخص سے دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے توامین اون دو بچون کو کہتے ہین جنکی پیدایش کے بیچ مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کرے تو اوسکی

فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہوجاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی
یہ ہے کہ نسب اون چیزون مین سے ہے جو منقوض نہین ہوسکتین تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے **ف**
اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو یہ نفی صحیح نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی
بیٹا ... سے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہوا اوسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے
تو نسب ثابت ہوجاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق
اوسکی درمختار **ص** اور اگر ایک بچہ ہے مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہے کہ
وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا **ف** اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی
ہے اور اسلام انجام کار کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہین اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکو بالتبع
حاصل ہوجاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہوجانا اوسکی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک لڑکا
خاوند اور جورو کے پاس ہے **ف** اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا ہے درمختار **ص** اور زوج اور زوجہ
دونون نے اوسکا دعوی کیا **ف** ایک ساتھ درمختار **ص** اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہے تیرے
سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونون کا بیٹا قرار
دیا جاویگا **ف** اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان ... تو جسکی تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا درمختار
ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اوسکا دعوی بھی کیا **ف** یعنی یہ کہا
کہ یہ میرا لڑکا ہے اسلیے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے نسب اوسمین بدون دعوے کے ثابت نہین ہوتا **ص** بعد اوسکے
وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی **ف** اسواسطے
کہ زید مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے
صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوس سے جنی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملو
نکلی اور اسکو مغرور اسلیے کہتے ہین کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اوسکی نتھی
کذا فی الاصل یہ اسلیے کہ اوسنے لڑکے کو نہین روکا **ص** اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت
ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا **ف** بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا **ص** اور ترکہ
اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کرڈالا یا کسی اور نے قتل کیا **ف** اور باپ نے دیت
اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ وصول کرلی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوسی قدر تاوان اوسی کے موافق آویگا
درمختار **ص** تو تاوان دے اوسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر
لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہووے اسواسطے کہ یہ بدل ہے استیفاے منفعت
بضع کا مسائل ملحقہ تناقض موضع خفا میں اور نسب مین عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون پھر
اوسنے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہوجاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے

ایک عورت کو کہا کہ میری شیرخوارہ ہی پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا صحیح ہی بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہوں سے ثابت نہو اوسی طرح اگر وارثونے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت مین اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوی کیا اس بنا پر کہ عورت نے اوسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا بعد اوسکے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہی اور مجکو میرے باپ کے ترکے سے پہونچا ہی تو دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجکو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا تھا تو یہ دعوی سُنا جاویگا اور بدل خلع پھر وا دیا جاوے گا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا کرایے کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہی تو یہ دعوی سُنا جاویگا کذا فی الحموی ملتقطاً اگر مدعی یا مدعی علیہ سے نام کے بیان کرنے مین غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کر دیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہین کذا فی الحامدیۃ جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اوّلاً مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کر دے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اوسکے باپ پر نافذ نہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اوسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ مین نہین جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا ہی اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث کو گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے تو دعوی اوسکا ثابت ہوگیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاویگا اوس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور بتقصیر کے قسم لیجاویگی اگر اوسنے قسم کرلی تو بہتر ہی ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کر دیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصاً اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہین اور اگر چچا زاد بھائی ہونیکا دعوی کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہی اوسی کے حصے سے دین وصول کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدر المختار و حواشیہ **مسائل** شہادت نفی پر مقبول نہین ہی مثال اسکی یہ ہی کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ مین اوس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہ نہونا نفی ہی بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اوسکا کہ مین دوسری جگہ تھا نفی ہی بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہی روایت نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آویگا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہ نتھا اوس دن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہی کہ اگر نہونا اوسکا

متواتر ہو جاوے لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون سب لوگ کہ وہ اوسوقت اوس جگہ مین نتھا تو دعوی اوسپر
مسموع نہوگا اور حکم کردیا جاویگا مدعی علیہ کی برات ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہی
بالبداہتہ اور اوسمین شک نہین ہوسکتا اسی طرح حال ہی ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے یہ قول نہین
کیا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی ہے بزازیہ مین کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت
علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہی کہ اوسمین شہادت نفی پر مقبول ہی منجملہ اوسکے یہ صورت ہی کہ خاوند نے عورت کے
طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہو جاویگی اور یہ صورت ہے کہ شاہدون نے
شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسیطرح شہادت نفی
متواتر پر مقبول ہی باقی صورتین اگر دیکھنا منظور ہین تو اشباہ کو مطالعہ کرلے مسئلہ ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا
پھر مدعی ہوا اوسکے ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونون کی مجلس بدل گئی پھر دعوی
کیا ادائے دین کا اور قائم کیے گواہ اوسپر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے
ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہی باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

ص کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ چاہیے کہ اقرار کرے
وہ شخص جسپر حق ہی تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابوذر سے اور حکم کیا حضرت
نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہی مقر کے حق مین یہانتک کہ ثابت
کیا انھون نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات
پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اوسکی ذات کے
حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادہ **ص** اقرار کہتے ہین خبر دینے کو اس
بات کی کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہی **ف** جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو
مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مقر بہ کہتے ہین **ص** حکم اقرار کا یہ ہی کہ مقر بہ اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی
نہ یہ کہ اقرار انشا ہی مقر بہ کے ثبوت کا **ف** یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل
اوسکو پیدا کرے جیسے انشای عقود ہوتی ہی آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہی **ص** تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر
میرے پاس ہے تو صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہوتا کیونکہ لازم آتا انشا سے تملیک خمر واسطے مسلم کے اور
یہ صحیح نہین اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا
اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہین **ف** یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا
غلام کو آزاد کردیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الاکراہ مین آویگا درمختار وغیرہ مین

اور مسائل بھی اسپر متفرع کیے ہین اونمین سے یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہین ہوگا مگر جو عقود دلازم ہین جیسے نکاح وغیرہ اونمین اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کر دیا بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا محض بہ بنا سے اقرار مدعی علیہ کے ایک شی معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شی میری ملک ہی اور مدعی علیہ نے اوسکا اقرار کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہی اور اسی طرح اوسنے اقرار بھی کیا ہی تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہین ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شی کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کی طرف نہین ہی تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا **ص** جس شخص آزاد عاقل بالغ نے **ف** حالت بیداری مین خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے در مختار **ص** اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہی لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ نرکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا **ف** حاصل کلام یہ ہی کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہین ہی البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہی تو جس صورت مین مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا **ص** اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا میرے ذمے پر مال ہی تو ایک درم سے کم مین اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا میرے اوپر بڑا مال ہی تو سونے اور چاندی مین مقدار نصاب زکوۃ سے **ف** یعنی بیس دینار اور دوسو درم سے **ص** کم مین اور اونٹون مین پچیس اونٹون سے کم مین اور سوا انکے اور مالون مین قیمت نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نکیجاویگی **ف** در مختار مین ہی کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم مین تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ مین تصدیق ہوجاویگی اور اس قول کی تصحیح بھی ہوتی ہی **ص** اور تین نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ علی اموال عظام **ف** یعنی مجھ پر بڑے اموال ہین **ف** اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابو کی قیمت معتبر ہوگی در مختار **ص** اور دراہم کے اقرار مین تین درم سے کم مین اور دراہم کثیرہ کے اقرار مین دس درم سے کم مین تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا کہ علی کذا درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہین ان مسائل کی اصل مین ہدایہ مین مذکور ہین اور یہ متعلق ہین خاص زبان عرب سے ہماری زبان مین اسکا کچھ لحاظ نہوگا **ص** اگر کہا کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہی تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اوسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کی جاویگی اور

اگر اوسکے بعد کہیگا تو دین ہی شمار کیا جاویگا اور اگر یون کہا کہ تیرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین فلانے کا اتنا ہی تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا اسباب اوسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون وہ اوسکا ہی یا اوسکو میرے مال مین سے یا میرے دراہم مین سے اتنا ہی تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہی اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اوسے تسلیم کرے در مختار **ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہین عمرو نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ اونکو وزن کرلے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجکو وہ روپے معاف کر دیے ہین یا خیرات کر دیے ہین یا ہبہ کر دیے ہین یا مین نے اون روپیون کا حوالہ کر دیا ہی تجھے زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہوجاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہوگا **ف** یعنی اون روپیون کی طرف ضمیر نہین پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل مین مذکور ہی اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہین اور عمرو نے اوسکے جواب مین سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہی در مختار **ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقر لہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہی تو مقر لہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ نہون میعاد کے **ص** یعنی مقر لہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہین ہی تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل دلا دیا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیون کا اقرار کیا تو ویسے ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوسمین قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار کر لیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہی عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کی طرف سے وکالتاً یا وصایتاً اوس شی کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سُنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعوون سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہی در مختار **ص** ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو اور روپیہ ہی تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہی تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہی اسی طرح سو اور دو کپڑون کے اقرار مین اور اگر یون کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہین تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اوسپر لازم ہوگا **ف** نہ طویلا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب نہین ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہی کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہی اگر منقول ہی تو ظرف اور مظروف دونون مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہی تو صرف مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہین ہی جیسے یون کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہی درم کے اندر تو صرف اول لازم ہوگا نہ ثانی در مختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگین دونون لازم آوینگے اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آویگا اور حجلہ کے اقرار مین اوسکی لکڑیان اور پردے بھی لازم آوینگے اور

جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے مین یا کپڑے کا رومال مین یا کپڑے مین **ف** یا غلے کا کشتی مین یا گون مین ہدایہ **ص** تو ظرف اور مظروف دونون اوسپر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہین ہو سکتے اور امام محمدؒ کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کبھی کپڑون کی تہ مین ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون مین اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک اور دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفرؒ کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس گھر مین سے اس دیوار سے لیکر اس دیوار تک ہے تو دونون دیوارین داخل نہونگی صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کے لیے **ف** مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے لیے ہے **ص** اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لیے بعد اوسکے موصی مر گیا تو اب وارث مقر کا اقرار کرتا ہے اوس حمل کا موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہے اقرار حمل کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درہم ہین بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہو سکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہے اور اسی طرح حمل وارث بھی ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال اونکا ہو جاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اوسکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہو سکتا جیسے کہے کہ مین نے اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا مین نے اوس حمل کا وکیل ہو کر اس چیز کو خریدا ہے یا مین نے اوسکے ہاتھ یہ چیز بیچ کی ہے یا مین نے اوس سے قرض لیا ہے یا بالکل سبب بیان نکرے تو یہ اقرار لغو ہو جاویگا **ف** باتفاق ائمہ ثلثہ **ص** اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم ہین لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہے تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ اختیار فسخ کے لیے ہوتا ہے اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہے **ص** اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اوسکے دعوی کیا کہ مین نے جھوٹھ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے اس قول کی طرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مقر لہ سے قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹھ نہین بولا تھا اسی طرح پر اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھ کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور اصح یہ ہے کہ مقر لہ سے یہان بھی اوسی طور پر قسم لی جاویگی اور اگر مقر لہ مر گیا ہے تو اوسکے وارثون سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھ کیا تھا مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی اونگلیون کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہو گیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہے اگر مدعی علیہ اقرار کرنے سے انکار کرے تو قاضی

له دونون صورتون مین ابتدا اول مین غایت داخل ہو الضرورة اور دوسری مین غایت خارج ہے اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین غایت داخل ہے اور زفرؒ کے نزدیک ابتدا اور غایت دونون خارج ہین دونون صورتون مین کذا فی الاصل ۱۲

اوسکو قید کرے یا تنگ کرے یا اقرار کرے یا انکار کرے تاہم یہ جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اوسکی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے منکوحہ ہونے کا بخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہوگا کذا فی الدر المختار و الطحطاوی و القنیة ملتقطاً من مواضع

ص باب استثنا کے بیان مین

ف یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان مین ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اوسمین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہین مگر دو یا دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً اس مثال مذکور مین آٹھ روپے لازم آوینگے ص اور جو سب کا استثنا کرے سب کا تو باطل ہے ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم تو یہ ص اور اوسپر سب لازم آوینگے ف تو مثال مذکور مین ہزار پورے دینے ہونگے ص جو چیزین ناپی یا تُلتی ہین اونکو روپیون مین سے استثنا کرنا درست ہے تو اوسقدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست نہین ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا واسطے وجود مجانست فی الجملہ کے اور سو درہم مین سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم مین ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک سب صورتون مین صحیح ہوگا جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار مین سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس اقرار کی دونون مقر لہ کی ہوجاوینگی اسلیے کہ بنا داخل ہوتی ہین زمین بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اوسکا استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن تیرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہے مگر نگین میرا ہے یا یہ باغ اوسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اوسمین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلا اوسکا ہے اور نگین میرا ہے یا زمین اس باغ کی اوسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل ص اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک مین نے اوس غلام پر قبضہ نہین کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت مین مقر لہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام نہین دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہو گئے اور یہ قول اوسکا کہ مین نے ابھی اوس غلام پر قبضہ نہین کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اوسنے جب انکار کیا قبض کا ایک شے غیر معین مین تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو قیمت واجب نہوگی تو یہ رجوع ہوگیا اقرار سے اور وہ مسموع نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت مین تصدیق اوسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے اونکے نزدیک کذا فی الاصل ص جسطرح مقر نے یون کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہین بابت قیمت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے درمختار ص تو مقر پر ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاوینگے ف امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے

یا جدا کہے اور نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہیگا تو اوسکی تصدیق کی جاویگی کذا فی الاصل لیکن یہ صورت جب ہے کہ مقر لہ ان اقوال کا منکر ہوا اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپیہ اوسکو لازم نہونگے در مختار **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہین بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپیہ زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہین تو کھرے ہزار روپیہ اوسکو دینا ہونگے **ف** امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہووے اور صاحبین کے نزدیک وصل کی صورت مین تصدیق کی جاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغیر ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپیہ ہین جو مینے اوس سے غصب کیے تھے یا اوسنے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپیہ زیوف یا نبہرجہ ہین تو اوسکی تصدیق کی جاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپیہ ستوقہ یا رصاص تھے تو بصورت وصل اوسکی تصدیق ہوگی اور بصورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی **ف** وجہ فرق اصل مین لکھی ہے **ص** جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس بات کا کہ فلان کے مجھپر ہزار روپیہ آتے ہین مگر اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو پیچھے کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار دینا آوینگے اور جو کہے کہ مینے تجھسے ہزار امانتاً لیے تھے وہ تلف ہو گئے اور مقر لہ کہے کہ تو نے غصباً لیے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجکو ہزار امانتاً دیے تھے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم نہ آویگا **ف** وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول مین مقر نے اقرار کیا سبب موجب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی مین اقرار نہین کیا اسکا بلکہ مقر لہ اوسپر دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مینے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہین تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس شی کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس شی پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس شی کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مینے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایے مین دیا تھا سو عمرو اوس گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر دیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے داموں کے عوض سیا تھا بعد اوسکے مینے لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتون مین زید کے قول کی تصدیق کی جاویگی **ف** یعنی زید کو یہ حکم نہوگا کہ وہ شی عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوسپر دعوی کرے جیسے کہ مسئلہ امانت مین گذرا بلکہ یہان عمرو کو اختیار ہے کہ گواہون سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرکے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لے لیوے **ص** اور صاحبین کے نزدیک یہان بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت مین اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارے مین نہین اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا واسطے انتفاع کے پس باقی رہیگا سو جسقدر قبضہ ماوراے ضرورت مین بخلاف ودیعت کے **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے **مسئلہ** اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہین بلکہ امانت عمرو کی تو یہ ہزار زید کے لیے ثابت ہو گئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے لیے اوسپر لازم ہوے اور یہی حکم غصب مین ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص ہووے اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار ازروے مقدار کے زیادہ ہے یا ازروے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے میرے اوپر ایک ہزار روپیہ ہین

نہیں بلکہ وہ ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے سیر سے اوپر ہزار روپے ہین کھوٹے نہین بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

ص باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین ذمہ پر واجب ہوا ہو حالت مرض موت مین اسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین ف یعنی دین صحت مطلقًا اور دین مرض اسباب معروفہ ص مقدم ہونگے اوا کرنے مین اوس دین پر جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو ف یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقًا اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کرینگے بعد اوسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیوین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ص اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض قرض خواہون کا قرض ادا کرے نہ بعض کا ف اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہ ہو اوسکو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرض خواہون مین سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسرونکا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ ص اور جائز نہین مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے ف دین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین ص مگر اوس صورت مین جب باقی قرض خواہ دین مین اور باقی ورثہ اقرار لوارث مین اوسکی تصدیق کرین ف کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسی طرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور اشباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثون کے مگر کئی جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسری نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ کی طرف یا میری مان کی طرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو ص اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے ف اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو ص تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا اسواسطے کہ اول صورت مین اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لیے اور دوسری مین اقرار اجنبیہ کے واسطے ف اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار ص اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا

مجہول النسب ہو اور اوس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہو اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقر سے اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اوسوقت ضرور ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور جو گفتگو نکر سکتا ہو اور مرجاوے مقر ثابت ہوگا نسب اوسکا اور شریک ہوگا ورثہ مین اور تصدیق کی کچھ حاجت نہین ہے **ف** اشباہ مین ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثون نے تقسیم کرلیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون سے اسطرحپر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کردیا اوسکے ثبوت نسب کا اب وارث اوس سے یہ کہتے ہین کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری مان سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا دافع ہو سکتا ہے یا نہین تو کہا علی بن احمد نے کہ اگر قاضی اوسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہے تو نسب اور فرزندی اوسکی ثابت ہوگئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہین ہے انتہی اور اوپر گذر چکا فتاوی قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظ **ص** مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا مولی یعنی آزاد کرنیوالا بتاوے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہو جاویگا اور اسیطرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہے مگر جب وہ تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اوسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو جاویگی اگر اقرار کرے سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے **ف** درمختار مین ہے کہ اسی مین داخل ہے یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے **ص** تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہے شخص غیر پر **ف** کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اوسکا نسب اپنے باپ سے اور جب کہا کہ میرا چچا ہے تو اوٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی صرف دلیل ہے مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا **ص** اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید **ف** یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین سے ہووے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے **ص** جسکا باپ مرگیا ہو وہ اگر اقرار کرے کسی کے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث مین شریک ہو جاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہوگا زید کے عمرو پر سو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑکر مرگیا جنمین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہے **ف** اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہے اور خالد نے یہ بیان گواہون سے ثابت نہ کیا **ص** تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاوینگے **ف** بعد قسم لینے کے اسطرحپر کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور یہ قسم بھائی کے حق کے لیے ہے اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہے تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن یہان قسم عمرو کے حق کے لیے ہوگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو خالد اوسکے حصے مین شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نکھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا طحطاوی

ح

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح کے بیان مین **ف** صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہی
اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہی درمیان مین مسلمانون کے
مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہین شرطون پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال
کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو محدثون نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف
کی ضعیف ہی اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے اور
اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے ابو ہریرہؓ سے کتاب القضا مین **ص** صلح ایک عقد ہی جو مٹا دیتا ہی نزاع کو اور صحیح ہی صلح ہر حال مین
خواہ مدعی علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک صلح نہین صحیح ہی مگر اقرار
مدعی علیہ کی صورت مین کذا فی الاصل **ص** اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہی اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو وہ بیع کے
حکم مین ہی تو جاری ہونگے احکام بیع کے [illegible] خیار العیب و خیار الرویت اور خیار الشرط [illegible]
ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ دونون کو [illegible]
اور مصالح عنہ مین **ف** جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہی
جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو روپے لے اور مکان کا دعوی
نکر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہی کہ زید نے [illegible] سے صلح کر لی ایک مکان پر
یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی **ص** صلح مین اگر بدل صلح معلوم نہو
بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی **ف** اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہین ہی اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہی مدعی علیہ
کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہین ہی در مختار **ص** مصالح عنہ مین سے بعد صلح کے جسقدر [illegible] حق نکلے
تو اوسکے موافق حصہ مدعی بدل صلح مین پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح مین سے غیر کا حق نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ
مدعی کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی در مختار **ص** اور جو صلح
واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے **ف** تو اگر وہ منفعت ایسی ہی جسمین مدت کا بیان کرنا ضرور ہی تو مدت کا بیان
شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا ورنہ ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پہونچا دینا کذا فی الاصل **ص** تو وہ صلح اجارے
کا حکم رکھیگی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مرجاویگا تو صلح باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ
رہنے کی صورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہی اور مدعی علیہ کے حق مین فدیہ ہی قسم کا **ف** یعنی جب مدعی علیہ
منکر ہی تو اوسپر شرعاً قسم لازم آتی ہی تو گویا مدعی علیہ بدل صلح عوض مین قسم کے دیتا ہی **ص** اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ
منکر ہی اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا **ف** اسواسطے
کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ [illegible] اور مدعی علیہ کے گمان مین یہ نہین ہی کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا
اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہی تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہین ہو سکتا مدعی علیہ پر برخلاف اوس صورت کے
کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہی کہ میں نے لیا ہی اسکو عوض مین اپنے حق کے پس مواخذہ کیا جاویگا اوسکے زعم پر اور واجب ہوگا

شفعہ کذا فی الاصل **ص** صلح سکوت اور انکار مین اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر بدل صلح مین سے
مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور جو مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا
دعوی اور بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر پھر کرنے لگے **ف** اور بدل صلح کا تلف ہو جانا مثل
تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحون مین مثل استحقاق کے ہے در مختار **ص** زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد
اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلہ اسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے
ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شی باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے **ف** یہ صلح اسواسطے
صحیح نہین ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہو سکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ
شی زائد عوض اوسقدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے
تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہے دعوی اعیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہے اسواسطے
کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق
ان دونون مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہووے اور مدعی بری کر دے اوسکو دعوی سے اوس
گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہووے مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثون مین سے اپنے
حصے سے ابرا کیا تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ
ہو جاویگا باقی دین سے قضاءً نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا در مختار **ص** صحیح ہے صلح مال کے
دعوے اور منفعت کے دعوے سے **ف** دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ انکے مورث
نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے
حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ صلح جائز
نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہوا جارے کا یا مدت کا یا
اجرت کا درست ہے طحطاوی و شامی **ص** اور صحیح ہے صلح جنایت نفس اور ما دون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا **ف** اسواسطے
کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ترجمہ جسکو معاف
کیا گیا اوسکے بھائی کی طرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباسؓ نے کہ نازل ہوئی یہ آیت
صلح مین ہدایہ **ص** اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کے **ف** مثلاً زید نے دعوی کیا عمرو پر
کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا **ص** تو اگر مدعی علیہ اقرار کرتا
ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے
حق مین آزادی ہوگی مال پر نہ مدعی علیہ کے زعم مین بلکہ اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہ ہون اوسپر غلام
ہونے کے **ف** ولا کہتے ہین غلام کے ترکے کو اور بیان اسکا کتاب الولا مین انشاء اللہ تعالی آویگا **ص** اور صحیح ہے صلح
نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت مین دونون کے حق مین خلع ہوگا

اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہانتک کہ اوسپر عدت واجب نہوگی اور
جو دوسرے خاوند سے اوسیوقت نکاح کریگی تو صحیح ہوجاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر زوجہ یہ بات جانتی
ہوگی کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین
اوسکی زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرلے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی
ف اسی قول کو صحیح کہا ہی نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبی اور اختیار مین اور بعضون نے اس صلح کو صحیح رکھا ہی اور صحیح کہا اوس
قول کو درر البحار مین در مختار **ص** اور نہین صحیح ہی صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہی اور غلام ماذون جب وہ
کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہین کرسکتا **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے
اذن تجارت کا دیا ہی اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا
کذا فی الاصل **ص** ہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہووے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس
کی طرف سے صلح کرسکتا ہی **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہی تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور
چھوڑانا اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل **ص** اسی طرح شی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اوسکے غاصب
نے مالک سے صلح کرلی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک
قیمت سے زیادہ پر درست نہین **ف** اور مختار قول امام صاحب کا ہی اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین
ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اونمین سے شریک تونگر نے اپنے حصے کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک
سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہوجاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے
اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہی صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہی اور امام صاحب کے نزدیک اسواسطے کہ
یہان قیمت منصوص علیہ ہی پس زیادتی قیمت جائز نہین اور غصب مین غیر منصوص ہی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے
کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر دین کا اوسپر دعوی ہی اوسمین سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لیے تو بدل صلح موکل
پر لازم ہوگا نہ وکیل پر **ف** اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہی لیکن قتل کی صورت مین
تو ظاہر ہی اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے
طرف موکل کے کذا فی الاصل **ص** البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم آویگا
اور جو صلح مثل بیع کے ہی اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہی **ف** مراد اس سے وہ صلح ہی جو مال سے بعوض مال کے
اور یہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہووے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص فضولی نے صلح
کی مدعی علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال
مین سے یا اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپیہ پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ
صلح کی مین نے تجھ سے ہزار روپیہ پر **ف** یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا **ص** اور وہ ہزار روپیہ
دیدیے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہوجاویگی **ف** اور فضولی پر اون روپیون کا تسلیم کرنا لازم آویگا نہ فضولی

فی الاصل ۱۲

مراد شخص اجنبی ذی ... مدعی علیہ سے ... ۱۲

منہ مد ظلہ

کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ بے اوسکے حکم کے صلح واقع ہوئی **ص** اور اگر فضولی نے یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپئے پر اور ہزار روپئے نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپئے دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو جاویگی جب مدعی اپنے قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہے اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کر لیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ **ف** اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہو سکتا **ص** تو صحیح ہے صلح ہزار روپئے سے جو باقی تھے تو سو نقد پر یا ہزار میعادی پر **ف** تو پہلی صورت مین نو سو روپئے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین بے میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل **ص** یا ہزار روپئے زیوف سے تو سو کھرے روپیون پر **ف** اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے نو سو روپئے اور کھرے پن کا تو اس صورت مین صلح صحیح ہو جاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہین کذا فی الاصل **ص** اور صلح دراہم سے میعادی دینارون پر درست نہین **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہو جاویگی اور اوسمین قبض کرنا دینارون پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح صلح ہزار روپئے میعادی سے پانسو روپئے نقد پر درست نہین ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانسو کے ہو گیا اور یہ وصف مال نہین ہے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح سیاہ رنگ کے ہزار روپئے سے پانسو روپئے سفید رنگ پر جائز نہین ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپئے کا پانسو روپئے سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین مین وصف کا اعتبار ساقط ہے پس سب صورتون مین ربا لازم آویگا قاعدہ کلیہ اسکا در مختار مین یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضے کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص** اگر زید کے عمرو پر ہزار روپئے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کر دے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانسو ادا کر دیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپئے پورے اوسپر واجب ہو جاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسفؒ کا ہے دلائل سب کے مذکور ہین اصل کتاب اور ہدایہ مین **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہین کیا **ف** یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کر دے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دین پورا کبھی لوٹے گا **ف** یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپئے ادا نہ کیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہینگے **ص** اور اگر زید نے صلح کر لی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کر دے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اس صورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کر دیوے تو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کر دیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کر دے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہو گیا خواہ باقی ادا کر دے یا نہ ادا کرے **ف** باجماع امام اور صاحبین اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر زید نے ابراکو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر

تو مجھے اسقدر ادا کردے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہو تو یہ ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہو اور اگر مدیون نے داین سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تو مجھے مہلت ندیگا یا کچھ نہ چھوڑیگا سو داین نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کردیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو داین اوسکو مہلت دیگا یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر داین سے کہا تو داین کا پورا دین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دین فی الحال لیگا

فصل دین مشترک مین صلح کے بیان مین

ص دو شخصون کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو اون دونون مین سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے مین مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کرلی تو دوسرے شریک کو اختیار ہو کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کرد یوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے مین نہ ہوگا **ف** مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درمون کے بدلے مین ایک کپڑا لیکر زید سے صلح کرلی تو خالد کو اختیار ہو کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر بکر خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہین لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا **ص** یہ جب ہو کہ دین مشترک کا سبب وجوب متحد ہووے جیسے ثمن اوس چیز کا جو ایک ہی عقد مین بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیون مین مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروث کی یا قیمت شی مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین مین جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہو مثلاً ان دونون مین سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اوسمین دوسرا بھی شریک ہوجاویگا اب دونون قرضدار سے باقی کا مطالبہ کرسکتے ہین **ف** یعنی قرضدار اوس شریک سے جسکا حصہ قرض ادا کرچکا ہو یہ نہین کہہ سکتا کہ مین تیرا حق دیچکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہین ہو کیونکہ جتنا اوسنے دیا تھا وہ دونون شریکون مین بٹ گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو دو شریکون مین سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے مین کوئی چیز مدیون سے خریدلی تو دوسرے شریک کو اختیار ہو کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونون شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کرلیوین اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصۂ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کردیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اوس دین کے عوض مین ہوگیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا مثال اوسکی یہ ہو کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے مین وہ پچاس روپے ہوگئے جو زید کے اوسپر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہین پہونچتا کہ عمرو سے یون کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پالئے تو نصف اوسکا مجھے ادا کردے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اوسمین شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اونکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کردیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہین کیا اور ایک حصہ اوسکا

جسنے معاف کردیا اگر دو مردون نے عقد سلم کیا ملکر ایک کُر مین گیہون کے اور دونون کا راس المال سو روپیہ تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کُر کے بدلے مین پچاس روپیہ پر مسلم الیہ سے صلح کر لی اور وہ روپیہ اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اوس مین سے اقالہ کر لیا **ف** اور طرفین کی دلیل اصل مین مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان میں

ص تخارج کہتے ہین اسکو کہ سب وارث اتفاق کرکے ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھون نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھون نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونون ہین اور انھون نے دونون دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتون مین برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر **ف** یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا کے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذا فی الاصل لیکن اس تخارج مین جہان مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہان قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے در مختار **ص** اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف روپیہ یا صرف اشرفیان دیکر خارج کرین تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پونہچے **ف** مثلاً وارث مذکور کو میراث مین دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج مین ضرور ہے کہ اور وارث دس درہم سے زیادہ پر صلح کرین تاکہ دس بعوض دس کے ہوجاوین اور زائد عوض حصۂ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہوجاویگا اسلیے کہ یہ صلح نہین جائز بطریق ابرا کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور ابرا عن الاعیان سے جائز نہین کذا فی الاصل **ص** اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہین متوفی کے اوپر لوگون کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثون کے ہون کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے **ف** جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے **ط** مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہین ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کرین اسبات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دین سے قرضدارون کو بری الذمہ کرے اور صلح کر لے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اوسکا حصۂ دین بقیہ ورثہ کا ہوگیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلاوے مدیونون سے اور اس حیلے مین ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثان کو نقد دینا پڑا اور اونکا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلون مین بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیوین نقد سا اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کر لیوین دین کے سوا اور ترکے کے حصے اور مصالح حوالہ کر دے وارثون کو اپنے قرض کا قرضدارون پر مثلاً فرض کرین ہم کہ حصہ مصالح کا دین مین سے سو درم ہے اور باقی ترکے مین سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہین بعوض دو سو درہم

تو ضرور ہی یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہوین تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور قرض کے دیوین اور دہ اون تمسکو اوتار دیوے قرضدارون پر اور وارث اوتروائی قبول کرلین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیزون سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہوسکتے ہوں اور جو نہو سکتے ہون تو کچھ اور بڑھا دینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کردینگے تاکہ دس بدلے مین دس کے اور چھری باقی کے بدل مین ہو جاوے **ف** یہ حیلہ احسن اسواسطے ہوا کہ حیلۂ اولی مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گذرا الطحطاوی **ص** جس شے کے اعیان معلوم نہین اوسمین صلح صحیح ہونے مین مکیل و موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا **ف** اور صحیحت صلح ہے مختار دلیلین دونون کی اصل کتاب مین مذکور ہین **ص** اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح مین اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تب بھی صلح نہ کی جاوے قبل ادا سے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاویگی **ف** یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین **ص** لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردی جاویگی از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہے مسئلہ مہمہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہے یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہے لیکن قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکان مین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ گذرا باب الحقوق و الاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور ذخیرے مین بہت سے مسائل ہین جو تائید کرتے ہین ہمارے قول کی و اللہ اعلم

ص کتاب المضاربة

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہے اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت کرتا ہے اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہے اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہونے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرتؐ نے منع نہ کیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور کسی نے اوسکا انکار نہین کیا ہدایہ **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضاربت قبل عمل کے امانت و ودیعت ہے **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہے **ف** پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدرر **ص** اور جب نفع ہووے تو شرکت ہے اور جو مخالفت کرے مضارب رب المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اوسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہے اور در صورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور در صورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارۂ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو لیکن زیادہ نہ دیجاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ **ف** اور ایمۂ ثلثہ کے اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان

نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین صحیح نہین ہو مضاربت مگر اوس مال مین جسمین شرکت صحیح ہوتی ہو **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ مین گذرا **ص** اسیطرح ضرور ہو کہ رب المال اوس مال کو مضارب کے سپرد کر دیوے **ف** اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہو اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہو تو اگر رب المال بھی اوس مال مین اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی **ص** اور نفع شائع ہو دونون مین **ف** یعنی مثلاً انصافا نصف یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ **ص** تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کے لیے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہووے **ف** جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذافی الاصل **ص** جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے **ف** یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو کذافی الاصل **ص** تو مضارب کو اختیار ہو کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اوسکو سفر کرنا درست نہین اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہو تو اوسکو سفر درست نہین اور اگر پردیس مین دیا تو سفر جائز ہو کذافی الاصل لیکن صحیح یہ ہو کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہو کذافی الدر المختار **ص** اور مال کو بضاعۃ دیوے اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھاوے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیکر یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہین پہونچتا کہ اوس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالے کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت مین مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوے یا قرض لیوے **ف** یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہین ہو **ص** اگرچہ رب المال نے وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونون کی اجازت دیدی ہو تو درست ہو اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی راے کے موافق کرنا اور اوسنے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے دھلوا لیا یا لادوایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہو مجرا نہین لے سکتا کیونکہ وہ اودھار کرنے کا مالک نہین ہو اور اگر اون کپڑون کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سرخ رنگوایا تو جسقدر رنگ اوسمین بڑھا ہو اوسمین رب المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اوسمین ملا دیوے **ف** اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول مین کہ تو اپنی راے کے موافق کام کر داخل ہو جاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمین کوئی چیز بڑھی نہین تو اگر نشاستہ یعنی کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہو اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول مین مالک کے نزدیک امام صاحب کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہو نزدیک امام صاحب کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہین کذافی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار **ص** تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لیگا اور کپڑے کے دامون مین نفع مین شریک ہوگا **ف**

[illegible] ... کذافی الاصل ۱۲

مثلاً دو کپڑے پانچ روپیہ کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپیہ کا ہوا اور آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کا لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے **ص** اور مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کر دیا ہووے یا کسی مال خاص مین تجارت کو کہا ہووے یا کوئی وقت یا موسم یا کوئی خاص معاملے والا اختیار دیا ہووے کہ اوس سے تجاوز کرے تو اگر اوسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب کی ہوگی اسیطرح مضارب کو یہ نہین پہونچتا کہ مال مضاربت مین سے جو غلام لونڈی خرید ا ہووے اوسکا نکاح کر دیوے یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہو جاوے **ف** مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہووے یا رب المال نے اوسپر حلف کیا ہو کہ اگر مین فلانے غلام یا لونڈی کو خرید ون تو وہ آزاد ہے کذا فی الاصل **ص** اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر مال مضاربت مین سے اور نہ اوس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے جب مال مین نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر نفع نہوا ہووے تو صحیح ہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین مضارب کا کچھ روپیہ ہی نہین ہے تاکہ اوسکی ملک اوس غلام لونڈی مین آوے **ص** تو اگر بعد اسکے اوس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کے مقدار وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپیہ تھے نصفا نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اوسکی ہزار روپیہ تھی بعد اوسکے اوس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار روپیہ کا اور مضارب نے اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو گئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو اختیار ہے چاہے اوس لڑکے سے سوا ہزار روپیہ مین سعی کرالیوے چاہے آزاد کر دے پھر جب رب المال ہزار روپیہ لڑکے سے وصول کر لیوے تو پانسو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھر لیوے **ف** یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب مین اس مقام مین بعض اصل کی ہے نقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنیکے بیان مین

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہوگا یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین عمل نکرے ظاہر الروایت مین اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت مین امام صاحب سے یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین نفع نکماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاویگا **ف** اور مفتی بہ اول روایت ہے اور دلیل دونون روایت کی اصل مین مذکور ہے **ص** اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ ادھون آدھ ہمارے تمھارے بیچ مین ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اوسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجھکو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی اور جو مالک نے یون کہا تھا کہ جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونون کے بیچ مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر دیا ہو تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف مین مضارب اول

اور رب المال شریک ہونگے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف مین لونگا یا جو کچھ بڑھے
وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہی اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی
کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین
دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی
کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اسمین گھٹتا ہی وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی
رب المال کی اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے
لیے تو درست ہی رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجانے سے
مضاربت باطل ہو جاتی ہی **ف** اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل
نہوگی کذا فی الاصل **ص** مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہین ہوتا جب تک اوسکو خبر
برطرفی کی نہووے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کر لے اور
پھر ثمن مین تصرف نکرے اور نہ اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے
نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہی از روے استحسان کے نہ قیاس سے **ف** مثلاً راس المال اگر دراہم
تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور
مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اوسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہی استحساناً تا نفع ظاہر ہووے **ص**
اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر تو اگر مضارب کو
اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہی تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضدارون سے لازم آویگا ورنہ نہین **ف**
کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہی تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین
بطور تبرع کے ہی **ص** بلکہ مضارب مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کر دیوے اسی طرح سب کیا ان
کا حال ہی کہ اگر تقاضا نکرین تو موکل کو وکیل کر دیوین اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر
ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بکوا تا ہی اور سمسار وہ شخص ہی جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہی تا
وہ اجرت لیکر بیچ دیوے تو او سپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا **ص** مال مضاربت مین جسقدر نقصان
ہووے اولاً وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضارب اوسکا ضامن نہوگا
کیونکہ وہ امین ہی اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب مین ہی بعد اوسکے
از سر نو عقد مضاربت کیا اور اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ گویا عقد جدید ہی
البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہی
پھر سے جمع کرین اور رب المال پہلا راس المال اوس نفع سے پورا کر لے جو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور اگر
اوس نفع سے اصل مال پورا ہونے سے بچا اصل مال کم رہے تو مضارب پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے

کہ مضارب امین ہے جیسا کہ گذرا **ص** جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہ کر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ
اور اپنی دوا ہر حال مین اپنے ہی پاس سے اوٹھاوے یعنی مال مضاربت مین سے نہ لیوے اور جو سفر مین جاوے
تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑون کی دھلوائی تیل جہان تیل کی حاجت ہے جیسے ملک حجاز
مین **ف** حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور اون شہرون کو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین
ملک حجاز مین تیل کی اسلیے حاجت ہے کہ بلاد حجاز واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہے اور یابس
تو وہان بدون تیل ڈالے اور گھی کھائے گذر نہین ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہے امام اعظمؒ کے نزدیک **ص**
اور سواری خواہ کرائے کی ہو یا خریدکی ہو اور دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین سے لیوے
موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اوسقدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے
اور سفر کی چیزون مین سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھین کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کر دیوے
اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہان جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اوسکا
حکم سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہے شہر کے بازارون مین سے پھر اگر مضارب
کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لے لیوے جو مضارب نے مال مضاربت مین سے سفر مین
صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اب اوسپر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو
مال مضاربت مین سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ بار برداری وغیرہ اصل لاگت مین
لگا لیوے اور کہے مجکو اتنے کو پڑی ہے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہے اوسکو نہ لگاوے **مسالہ** اگر مضارب پاس
ہزار روپے تھے نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی وہ ہزار
اوسکی قیمت کے بائع کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہو گئے تو مضارب پانسو کا ضمان دیگا اور
باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت مین رہینگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت
غلام کی تو دو ہی ہزار تھی اور اوس تاوان کو جو بسبب ہلاکی کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار
ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار مین سے راس المال
یعنی ڈھائی ہزار کو نکالکر باقی جو پانسو بچینگے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اونکو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ
لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچے
کے وقت مضارب پانسو اصل جمع بتلاوے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے اور
اوس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اوس غلام کے دینے سے ڈرے اور فدیہ دینے کو
اختیار کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونون نے فدیہ دیا
تو اب وہ غلام مال مضاربت مین سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی

مضارب نے مال مضاربت سے ہزار روپے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنیکے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو رب المال کو ہزار پھیر دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھیر دینے ہونگے اسی طرح پر جہان تک تلف ہوتے جاوینگے مالک دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال مین شریک ہوتے جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھے ایک ہزار روپے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مین نے تجھے دو ہزار روپے دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہین زید کے اور کچھ نفع ہو چکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص ان روپیوں کو قرض کے بتلاوے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ مین نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کی طرف سے ہے

ص كتاب الوديعة

یہ کتاب ہے امانت کے بیان مین **ف** امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ایمان ہے اوسکا جو امانت دار نہین ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس رض سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کے لیے اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے مالکون کی طرف **ص** ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہوگا مُودَع اگر خود بخود بغیر اوسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے **ف** جو چیز امانت رکھائی جاوے اوسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اوسکو مُودِع بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مُودَع بفتح دال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مُودَع کے تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہو تاوان اور نہ مُودَع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین اوسپر تاوان اور اسناد اوسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان **ص** مُودَع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مُودِع نے اوسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے مین خوف غارتگری کا نہووے اور جو مُودِع نے اوسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کردیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ مین امانت تلف ہو جاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسی طرح اگر مُودِع نے اوسکی حفاظت سوا اپنے

گھر والون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی در صورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے
خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجاوے تو ضمان نہ دیگا **ف** مگر ثبوت
ان عذرات کا بغیر گواہون کے نہوگا ہدایہ **ص** تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودع نے
باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اوسکے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب
مال کے تو ضامن ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اوسکا اقرار کرے یا منکر رہے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو
ضامن نہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے اور اگر مودع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی ضامن
ضامن ہوگا یا مودع نے اوس امانت کو اپنے مال مین اسطرح ملا دیا کہ تمیز نہین ہوسکتی تو بھی ضامن ہوگا **ف**
مثلاً امانت گیہون تھے اور اوسنے اپنے گیہون مین اونکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس مین ملا دیگا جیسے جو کو گیہون مین
تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس مین ملا دے نزدیک امام صاحب
کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسف رح کے مگر جب امانت کو اوسی جنس مین جو اکثر ہووے امانت سے ملا دے تو اقل
تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل مین ملا دے کیونکہ اس صورت مین حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمد رح
کے نزدیک ہر حال مین شرکت ہوگی خواہ اقل مین ملا دے یا اکثر مین کذا فی الاصل **ص** یا مودع نے امانت مین
زیادتی کی اسطرح پر کہ اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیون مین سے کچھ خرچ کیے
پھر ویسے ہی اوسمین شریک کر دیے یا جس گھر مین مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودع نے اوسکے سوا دوسرے
گھر مین حفاظت کی تو ان سب صورتون مین مودع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودع کے مال مین خود بخود مل گئی
تو دونون اوسمین شریک ہوجاوینگے اور اگر مودع نے امانت مین زیادتی کی پھر اوس زیادتی [illegible]
ضمان بھی زائل ہوجاویگا **ف** جیسے امانت کو جس گھر مین مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر مین
رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر مین رکھدیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اوسمین ودیعت
رہتی تو ہلاک ہوجاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک زائل نہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر
دو شریکون نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مودع کو یہ نہین پہونچتا کہ اوسکا
حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آنے کے **ف** جب یہ ودیعت سوا کیل اور موزون کے اور کوئی
چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظم رح کے برخلاف صاحبین کے
اسواسطے کہ مودع کو ولایت تقسیم مال کی نہین ہے کذا فی الاصل **ص** جب ایک چیز امانت رکھی دو مردون
کے پاس تو اگر وہ شے قابل قسمت نہین ہے تو ہر ایک اوسکا حفاظت کر سکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل
تقسیم ہو تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کر کے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے **ف** اور صاحبین کے
نزدیک یہان بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دیسکتا ہے کذا فی الاصل **ص** باوجود اسکے اگر ایک مودع
نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض

ہو کل مال پر کیونکہ مُودَع المُودَع ضامن نہین ہوتا امام صاحب کے نزدیک اگر مُودِع نے منع کر دیا مُودَع کو کہ اس
امانت کو اپنے گھر والون کے سپرد نہ کرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نہ تھا تو
ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ
چیزین تھین جسکی عورتین حفاظت کرتی ہین اور اپنی بیوی کو دین تو ضامن نہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ
مین کئی کوٹھریان ہین اور مُودِع نے ایک کوٹھری خاص مین رکھنے کو کہا تھا اور اوسنے دوسری کوٹھری مین رکھا
تو ضامن نہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریان حفاظت مین برابر ہین بخلاف دار کے اسلیے کہ دو دار حفاظت
مین متفاوت ہوتے ہین **ف** پس جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا **ص** مگر جب دوسری کوٹھری
مین جسمین اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا **ف** جیسے اوسکا دروازہ بودا ہووے یا
دیوار ٹوٹی ہووے **ص** اور اگر مُودَع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم آویگا
ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہو چاہے تاوان اوسکا مُودَع سے لیوے
خواہ مُودَع المُودَع سے لیکن اگر مُودَع المُودَع سے لیگا تو وہ مُودَع سے پھیر لیگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر غاصب
نے شی مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شی اوس شخص کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہو
چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مُودَع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہو **ف** یعنی اوس شخص
سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مُودَع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے
درمختار **ص** عمرو کے پاس ہزار روپے ہین زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور بکر نے دعوی
کیا کہ یہ میری امانت ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور عمرو دونون کے دعوے سے منکر ہو تو قاضی عمرو کو حلف
دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کرین تو قرعہ ڈال لیوے
تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونون کے
ٹھہرینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے **ف** دلیل اسکی مع اور تفصیل کے اصل کتاب مین مذکور ہو فقط

ص کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہو عاریت کے احکام کے بیان مین یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان مین عاریت کی خوبی قرآن اور
حدیث اور اجماع سے ثابت ہو فرمایا اللہ تعالی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہین ماعون کو ماعون اوس
چیز سے عبارت ہو جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت
دینا خوب ہوا اور ہدایہ مین ہو کہ عاریت جائز ہو اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے کئی زرہین عاریت لی تھین صفوان سے غزوۂ حنین مین روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور بخاری مین
ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا **ص** عاریت
کہتے ہین نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہین ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہو

دوسری تملیک عین بلاعوض یہ ہبہ ہو تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہو چوتھی تملیک منفعت بلاعوض یہ عاریت ہو **ف** اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شی جو عاریت دیجاوے **ص** صحیح ہو عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز مین نے تجکو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین مین نے تجھے کھانیکو دی **ف** یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا **ص** یا مین نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا مین نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہو سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہو اور معیر کو اختیار ہو کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے **ف** اگرچہ معیر نے اوسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اوسکو ابو داود نے ابی امامۃ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جسنے خیانت کی تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود نے ابو ہریرہ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور منکر جانا اوسکو ابو حاتم رازی نے **ص** اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ عاریت امانت ہو اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا **ص** مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اوسنے کرایہ دیا اور ہلاک ہو گئی تو معیر کو اختیار ہو کہ تاوان اوسکا یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت علم اس بات کا نہووے کہ یہ شی عاریت ہو سو جس پاس اگر ایک شی عاریت دی اور نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہو کہ وہ شی دوسرے کو بطور عاریت دیدیوے برابر ہو کہ استعمال اوسکا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اوس شخص کو جو اوس شی سے نفع لیوے **ف** جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا **ص** تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تب مستعیر کو اوسکا عاریت دینا درست ہو اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں ہو اسی طرح سوجر کا حکم ہو **ف** یعنی جسوقت کوئی شی کرایہ پر دی تو اگر سوجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہو برابر ہو کہ وہ شی مختلف الاستعمال ہو یا نہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دیسکتا مگر اوس شی کو جو مختلف الاستعمال نہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت مین جائز نہیں کذا فی الاصل **ص** تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ مین یا بطور عاریت لیا اور سوجر اور معیر نے کوئی قید نہین لگائی تو اوس شخص کو پہونچتا ہو کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کے لیے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کراوے اور جس کام کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہو اور تعیین انتفاع مین

بوجہ زیادتی کے ... ضامن ہوگا

مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہین کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہین سکتا **ص** اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت مین اور قسم مین تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے بڑا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارے کو ایک قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اوسکے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہوگا اور جو اوس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا بعد فراغت کے اوس جانور کو مالک کے اصطبل مین چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اوس جانور پر مقرر ہو یا نہو یا اوسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہوگیا تو ضامن نہوگا **ف** اور جو نوکر روزینہ دار ہو تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہین ہی اور بعض کے نزدیک اگر غلام اوسکا اوس جانور پر مقرر نہوگا تو اوسکو تسلیم سے ضامن ہوگا کذافی الاصل **ص** جیسے مستعیر شی مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہو معیر کے گھر مین دے آوے پھر وہ ہلاک ہو جاوے مالک کو پہونچنے سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شی نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر مین دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آویگا تو ضامن ہوگا **ف** یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہی کذافی الاصل **ص** اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض مین داخل ہی **ف** اسلیے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہین ہو سکتا بدون استہلاک عین کے الا اوس صورت مین جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے دھرا رہنے اور کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہی کہ اگر یہ چیزین ہلاک ہو جاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم آویگا کذافی الاصل **ص** صحیح ہی عاریت دینا زمین کا اوسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہی کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت مقرر کر دیا ہو اور قبل وقت کے اوسکے کھودنے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہی کہ معیر قبل وقت کے عاریت مین رجوع کرے **ف** کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہی اور وہ حرام ہی **ص** اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو یہ نہین پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو **ف** اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہی تو اس حکم مین رعایت طرفین کی ہی بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہین ہی کذافی الاصل **ص** شی مستعار اور مستاجر اور مغصوب کی رد کی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہی

ف مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہین بلکہ اوسپر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہے نہ رد کرنا اسلیے کہ
نفع قبضے کا واسطے موجر کے ہے پس ہوگی اجرت رد کرنیکی موجر پر نہ مستاجر پر کذا فی الاصل ص جب
ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی وستاویز مین یون لکھے کہ تو نے مجکو
زمین کھانے کے لیے دی ہے نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے
اور درخت لگانیکے ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک یون ہی لکھے کہ تم نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم

ص کتاب الهبة

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو
آپس مین تا محبت زیادہ ہو آپسمین روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد مین ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلی نے اسناد
حسن سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے مؤطا مین عطا سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی مین اور بیہقی نے
شعب الایمان مین اور روایت کی بزار نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمین ہدیہ بھیجو
اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا ص ہبہ کہتے ہین ذات ایک شی کا مالک کر دینا
غیر کو بغیر عوض کے ف اور واہب کہتے ہین ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور
موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے ص صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وَہَبْتُ ہبہ کیا مین نے نَحَلْتُ عطا کیا مین نے
ف اسلیے کہ وہبتُ صریح ہے معنی ہبہ مین اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ مین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلتہ مثل ذلک کیا سب لڑکون کو دیا تو نے
[روایت کیا اوسکو صحاح ستہ مین نعمان بن بشیرؓ سے ۱۲]
اسی طرح ص اَعْطَيْتُ عطا کیا مین نے اَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مین نے تجھے یہ کھانا ف
اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے
کہے اَطْعَمْتُكَ هٰذِهِ الْاَرْضَ تو عاریت ہے جیسا کہ گذرا کذا فی الاصل ص جَعَلْتُ هٰذَا لَكَ اسکو مین نے
تیرے لیے کر دیا اور اَعْمَرْتُكَهُ اور جَعَلْتُ لَكَ عُمْرِيْ مین نے یہ چیز تجھے بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی ف
عمری یہ ہے کہ ایک شی کسی کو اپنی مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو مین پھیر لونگا سو تملیک
صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہو جاتی
ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمری دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہے تا حیات اوسکی کے
اور بعدہ اوسکے وارثون کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابرؓ سے برخلاف اوس صورت کے
کہ داری لک عمری سکنی کہے کیونکہ قول اوسکا سکنی عاریت ہے کذا فی الاصل ص حَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ
مین نے تجکو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ پہنایا مین نے تجکو یہ کپڑا دَارِيْ لَكَ
هِبَةً تَسْكُنُهَا میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر اوسمین رہیگا تو اور قول تسکنہا تمیز نہین بلکہ وہ مشورہ ہے اور اگر یون
کہے دَارِيْ لَكَ هِبَةً سُكْنٰى تو عاریت ہو جاویگا کیونکہ اس صورت مین لفظ سکنی کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا

پس عاریت ہوگا یا یون کہے سُکْنٰی هِبَةً اسواسطے کہ ہبہ حال ہوگا سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسیطرح عُمْرٰی سُکْنٰی اور سُکْنٰی صَدَقَةً اور صَدَقَةً عَارِيَةً اور عَارِيَةً هِبَةً مین بھی عاریت ہوگا **ف** عُمْرٰی سُکْنٰی کے معنی دیا مین نے تجکو یہ گھر دینے کو از روے سکونت کے اور سُکْنٰی صَدَقَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہو بطریق سکنی کے حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہو اور صَدَقَةً عَارِيَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہو بطریق عاریت کے عَارِيَةً هِبَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہو بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہو یعنی ہبہ منافع مراد ہو نہ ہبہ عین کذا فی الاصل **ص** اور تمام ہوتی ہو ہبہ قبض کامل سے **ف** اسواسطے کہ ہدایہ مین ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین جائز ہوتی ہو ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہو البتہ روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے قول سے ابراہیم نخعی رح کے اور مراد اس سے یہ ہو کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہو جاتا ہو ہدایہ **ص** مراد قبض کامل سے یہ ہو کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہو جو اوسکے مناسب ہو اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیون پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہو اوسمین قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہو جاویگا پس صحیح ہو اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہو صحیح ہو ہبہ کرنا اوس مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہو **ف** مشاع اوس شی کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہووے اور اوسکی قسمت نہوئی ہووے **ص** اور مراد یہ ہو کہ جب تقسیم کیا جاوے تو قابل منفعت نرہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان **ف** کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتا تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہو جاتی ہو **ص** اور نہین صحیح ہوتی ہو ہبہ اوس مشاع کی جو قابل تقسیم ہو جو تقسیم کی جاوے تو منفعت اوسکی باقی رہے اور شافعی کے نزدیک صحیح ہو اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہو **ف** یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کر لیوے **ص** اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہو جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہو جاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر معین مین رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہان شیوع طاری بھی مفسد ہو تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو تو ہبہ صحیح ہو جاویگی **ف** یعنی پہلے اوسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہو اور وقت قبض کے شیوع نرہا کذا فی الاصل **ص** اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر کا آٹا یا تلون کے اندر تیل نہین جائز ہو اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے اور اسیطرح ہبہ دھن کی دودھ مین جائز نہین **ف** اگرچہ دودھ مین سے گھی نکال کر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم تھین وقت ہبہ کے تو انکی ہبہ کسی طرح جائز نہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل **ص** اور ہبہ دودھ کی تھن مین اور اون کی بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختون کی زمین مین اور کھجور کی درخت مین مثل مشاع کے ہو **ف** یعنی اگر ان چیزون کو بعد ہبہ کے

جدا کرکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہین **ص** ہبہ اوس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہو **ف** اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے درمختار **ص** بغیر قبضۂ جدید کے تمام ہوجاویگی **ف** یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہین کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضۂ جدید کرے **ص** اگر باپ **ف** یا جسکو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمین داخل ہین جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اونکے عیال مین ہووے درمختار **ص** اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شی ہبہ کرے تو ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگی نہ اسمین قبول کی حاجت ہو نہ قبض کی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضۂ موہوب لہ کے شمار کیا جاویگا مختار **ص** اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگی خود اوس صغیر کے قبضے سے اگر وہ عاقل ہو **ف** یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے درمختار **ص** یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا مان کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر مان کے پاس ہووے **ف** یعنی اوسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی پرورش مین نہووے تو اوسکا قبضہ کافی نہوگا **ص** یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اوسی کے پاس ہو اور اگر ایک شی ہبہ کی صغیرہ کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہو بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے **ف** اور قبل زفاف کے صحیح نہین درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہو زوج کے گھر مین بعد نکاح کے **ص** دو آدمیون نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہو اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہین ہو اور اسکا اولٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیون کو ہبہ کرے تو صحیح نہین نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو **ف** اسواسطے کہ تملیک متحد ہو تو شیوع باقی نہین رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصون پاس اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہان ہر ایک کے دین کے بدلے مین کل شی محبوس رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو توانگرون کو تو درست نہین اور دو فقیرون کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہو **ف** اور صاحبین کے نزدیک اول صورت مین بھی درست ہو جیسے مکان کی ہبہ مین دو شخصون کو دلیل امام صاحب کی یہ ہو کہ توانگرون کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے اور وہ موجب ہو شیوع کو اور صحیح ہو صدقہ دو غنیون پر اسلیے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہو مجازاً اور ہبہ جائز ہو برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیرون پر کیونکہ وہ در اصل خدا کو دینا ہو اور خدا واحد ہو فرمایا حضرت علیہ السلام نے صدقہ پڑتا ہو اول کف مین خدا تعالی کے قبل اسکے کہ پڑے کف مین فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہین ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان مین

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہو ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنیوالا زیادہ حقدار ہو شی موہوب کا جب تک نہ بدلا یاوے اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح [illegible] سے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ مین درست نہین

مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی
ہبہ میں مگر باپ اوس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد
اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور
ابن حبان اور حاکم نے **ص** ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع
کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہو جاتا ہے **ف** یعنی یہ ممانعت جو حدیث
شافعی میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اوسمیں کہ پھرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا
مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھرنے والا
اپنی ہبہ میں جیسے کتا کہ قی کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قی کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عباس رض سے درمختار
و طحطاوی لیکن رجوع کے سات موانع ہیں جو دمع خزقہ میں مجتمع ہیں سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفی
نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفون میں کر دیا ہے یعنی اس عبارت کے یہ معنی ہیں
کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اوسکو خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی
ص منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے **ف** جو نفس شی موہوب میں ہو کر
اور اوسکے سبب سے قیمت شی موہوب کی بڑھ جاوے اور **ص** متصل ہووے شی موہوب سے **ف**
یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شی موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب
چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شی موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل
گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شی موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں اور زیادت
قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا
کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں **ص** جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا **ف** کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی
بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمیں عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو
رجوع جائز نہوگا فتاوای عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پہ
کھجور جمالے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز
نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو
اگر دکان نہایت چھوٹی بناوے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور
عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ
قطعہ چھوڑ کے دوسرے قطعہ میں رجوع جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار **ص** اور فربہی یعنی موٹا ہو جانا شی موہوب
کا **ف** اور اسی طرح جو بیودتی اور درخت اور رنگ اور شوب پڑنا کپڑے پر یعنی وہ سلوائی جس سے قیمت
بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور [illegible] بہرے کا اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اوسکا

اور معاف ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرارت کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل متاع
ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اوسکی قیمت زیادہ ہو جاوے درمختار **ص** نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے
شی موہوب سے **ف** کہ وہ مانع رجوع نہیں **ص** جیسے بچہ ہونا شی موہوب کا **ف** اور پھل درخت
کا تو اس صورت مین واہب اصل شی کو پھیر لیوے نہ زیادت کو درمختار **ص** اور میم سے مراد ہی مر جانا واہب کا
یا موہوب لہ کا **ف** بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مر گیا تو عقد ہبہ
باطل ہو جاویگا درمختار **ص** اور عین سے مراد عوض ہی جو ہبہ کے بدلے مین موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے
بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو **ف** مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا
عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے
کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہی اور واہب نے اوسپر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض
انتہاءً بیع ہی **ص** اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کی طرف سے واہب کو عوض اوسکے ہبہ کا دیوے یہ کہکر
لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت
طرف ہبہ کے نہ کی **ف** یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہی **ص**
تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہی اور خے سے مراد یہ ہی کہ وہ شی موہوب ملک سے موہوب لہ
کی خارج ہو جاوے **ف** مثلاً موہوب لہ اوس شی کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ
اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اوس شی کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہی اوس سے اسی طرح اگر موہوب لہ
نے نصف شی موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی مین واہب رجوع کر سکتا ہی درمختار **ص** اور زائے معجمہ
سے مراد زوجیت ہی وقت ہبہ کے **ف** یعنی جسوقت ہبہ ہوئی ہی اوسوقت واہب اور موہوب لہ مین علاقہ زوجیت
ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شی ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ **ص** اگر ہبہ کیا
ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہی **ف** اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نتھی **ص**
اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کر دیا تو پھیر لینا شی موہوب کا جائز نہین **ف** اسلیے کہ وقت
ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتین ہین اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے اونمین بھی یہی حکم ہی **ص** اور قاف
سے مراد قرابت محرمیت ہی **ف** یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو
جیسے چچا یا خالہ یا ماموون کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہی **ص** اور ہا سے
مراد ہلاک ہونا شی موہوب کا ہی **ف** ہلاک سے تلف ہو جانا اوس شی کی ذات کا یا اوسکے عامہ منافع کا مراد ہی جو
باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہوگا **ص** اگر عوض دینے کے بعد
آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض مین آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب
یہ نہین کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس باقی ہی موہوب لہ کو پھیر کر اپنا

کل موہوب واپس لے لیوے یا اوسی آدھے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفر کے نزدیک اس صورت
مین آدھا موہوب پھیر سکتا ہی باعتبار عوض کے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی **ص** اگر موہوب لہ نے آدھے
موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جسکا عوض نہین پونہچا پھیر لے سکتا ہی اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب
کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی مین رجوع کر سکتا ہی اسی طرح واہب کو اختیار ہی کہ نصف موہوب پھیر لیوے
اگرچہ موہوب لہ نے اوسمین سے کچھ بھی فروخت نہ کیا ہووے **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین واہب کو کل پھیر لینے
کا اختیار رہی تو نصف کو بطریق اولی پھیر لے سکیگا **ص** اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی
رضامندی یا قاضی کے حکم سے **ف** اسلیے کہ رجوع فی الهبہ مین اختلاف ہی مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور
موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح ہوگا **ص** پس اگر موہوب کو آزاد کر دیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے
قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے
لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہوگا
اسیطرح اگر تلف ہوگیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہین ہی البتہ جب
بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ
قادر ہو تسلیم پر **ص** اور ہبہ مین جب رجوع قضائے قاضی سے ہوجاوے یا بہ تراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا
نہ ہبۂ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسیواسطے قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین **ف** اور اگر
موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جب قبض
کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع
ص اور صحیح ہی رجوع مشاع مین **ف** یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی الهبہ مشاع مین درست ہی
اسلیے کہ رجوع فسخ ہی اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک کے
حصے مین رجوع کرے **ص** اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث
کا تھا اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھر نہین سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان
کا عقد ہی نہ معاوضے کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر **ف** اسکو عربی مین ہبہ
بشرط العوض کہتے ہین مثلا یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط
ہی اسمین کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین **ص** ابتدا مین ہبہ ہی تو شرط ہوگا
کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہوجاوین بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے **ف** جب موہوب قابل قسمت
کے ہووے **ص** اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہی پس پھیر سکتا ہی بسبب عیب کے اور خیار الرویت کے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے
نزدیک اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہی ابتدا اور انتہا دونون مین **ف** اور دلیل ہماری اور اونکی بحر اور ہدایہ اور اصل کتاب مین

ص فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

[illegible] اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اوسکو آزاد کر دیوے یا اوسے ام ولد بنا دے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتون مین ہبہ صحیح ہی اور اول صورت مین حمل کا استثنا اور باقی صورتون مین شرط باطل ہی اور اگر اوسنے آزاد کر دیا اوس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہی **ف** اسواسطے کہ حمل واہب کی ملک نرہا تو جب اوسکی مان کو ہبہ کیا تو گو یا لونڈی کو ہبہ کیا باستثناے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہی تو یہ بھی جائز ہوگا **ص** اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی مان کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اسلیے کہ حمل باقی رہا ملک واہب مین پس نہوگا مثل استثنا کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی **ف** یا کہے کہ مجکو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ہدایہ **ص** تو یہ قول باطل ہی **ف** اسواسطے کہ ابراے دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہی کذا فی الاصل **ص** درست ہی ہبہ عمری اور رہ وہ معمر لہ کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثون کا ہوگا اور عمری کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمر لہ مر جاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور رد واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہو جاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور بعد اوسکی موت کے اوسکے وارثون کا ہوگا **ف** صحیح مسلم مین ہی کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کر دو اوسکو سو بیشک جسنے کیا عمری سو وہ اوسکا ہی جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اوسکے اور اوسکے وارثون کا اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت مین ہی کہ جو چیز عمری دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثون کی ہی کذا فی بلوغ المرام **ص** اور باطل ہی ہبہ رقبی وہ یہ ہی کہ اگر مین مر جاؤن پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہی اور جو تو مر جاوے تو پھر وہ چیز میری ہو جاویگی **ف** رقبی مشتق ہی رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہین گویا ہر ایک اون دونون مین سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہی اور یہ باطل ہی نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف رح کے صحیح ہی اور شرط باطل ہی اسلیے کہ قول اوسکا دَارِیْ لَکَ رُقْبٰی کے یہ معنی ہین کہ یہ گھر میرا تیرے لیے ہی اور مین منتظر ہون تیری موت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہوگی شرط مثل عمری کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمری پر ہوئی کذا فی الاصل **ص** صدقے کا حکم ہبہ کا سا ہی کہ صحیح نہین ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اوس مشاع مین جو قابل قسمت ہی مثلاً تصدق کیا ایک شی محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہین البتہ اگر ایک شی دو فقیرون کو تصدق کرے تو درست ہی اور صدقے مین رجوع درست نہین ہی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ۱۲ **ف** کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہی اور وہ متصدق کو حاصل ہو گیا برخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل

مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک مین بطور عاریت ہی اور یہ قرضہ اصل مین دوسرے شخص کا ہی تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور مقر لہ اوس دین کو لے سکتا ہی ایسا ہی حکم ہی اگر یون کہا کہ میرا قرضہ جو فلان شخص پر ہی وہ فلانے کا ہی دو شخصون نے باہم صلح کر لی اس امر پر کہ عطاے سلطانی مین دفتر سرکار مین ایک شخص کا

نام لکھوا دیا جاوے تو عطاے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار مین مرقوم ہی ایک شخص نے دعوت کی
چند آدمیون کی اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ خوانون پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے
خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اوسمین سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے
مکان کے سوا اور مکان کی بلی کو دیوے یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا
درست ہی اسلیے کہ اوسکا اذن عادۃً پایا جاتا ہی جوہرہ مین ہی کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمین یہ لکھا کہ
اسکی پشت پر جواب لکھ دینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہی اور اگر جواب پشت پر طلب نہین کیا
تو مکتوب الیہ اوس خط کا مالک ہو جاویگا حاکم کو خبر نہین پہونچتا ادا ے زکوۃ بغیر سوائم اور نذر اور کفارے پر
دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اوسکو تو درست ہی پھر دائن کو رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو
یا نہو درست نہین ہی لاکن رد ہو جاتا ہی اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرا کو رد کیا خواہ مجلس مین یا بعد اوس مجلس کے
اسلیے کہ اسمین معنی اسقاط کے ہین عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوسپر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکو حج کرا لاوے
اور خاوند نے ایفاے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہوگا کذا فی الدر المختار و شروحہ من الطحطاوی والشامی
الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف سنہ ۱۲۹۱
ہجری روز پنجشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہی خداے تعالی سے امید یہ ہی کہ اوسکے اتمام
کی بھی جلد توفیق دیکر مقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت مین ذریعہ مغفرت اور حصول ثواب گردانے فقط

ف اسواسطے کہ اسمین اباحت ہی نہ تملیک پس کھانا اوسکا اون آدمیون کیواسطے ہی نہ کسی کو دیدے یا بعض لانا بلا اجازت ... زیادہ ... ۱۲

الحمد للہ العظیم والصلوۃ والسلام علی نبیہ الکریم کہ اندنون بعد طبع جلدین اولین نور الہدایہ ترجمہ اردوی شرح وقایہ
کے یہ تیسری جلد بھی بتحشیہ حواشی جدیدہ و تصحیح مسائل اصل نسخہ عربیہ و اصلاح عبارات مطبوعہ
سابقہ بصرف زر کثیر حسب قانون بستم ۱۸۴۷ء رجسٹری ہوکر باہتمام عاجز
محمد عبد الرحمن خان بن حاجی محمد روشن خان و تربیت یافتہ خدمت
برادر معظم محمد مصطفے خان غفر اللہ لہما مطبع نظامی واقع
کانپور مین بماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۳ ہجری
چھپکر تمام ہوئی مطبوع
خاص و عام
ہوئی
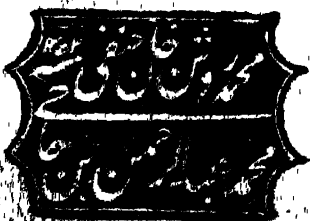
وجہ مُہر و دستخط بر خاتمہ

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور
مین چھپی ہی مُہر و دستخط مہتمم مطبع کے خاتمے پر ثبت کیے گئے
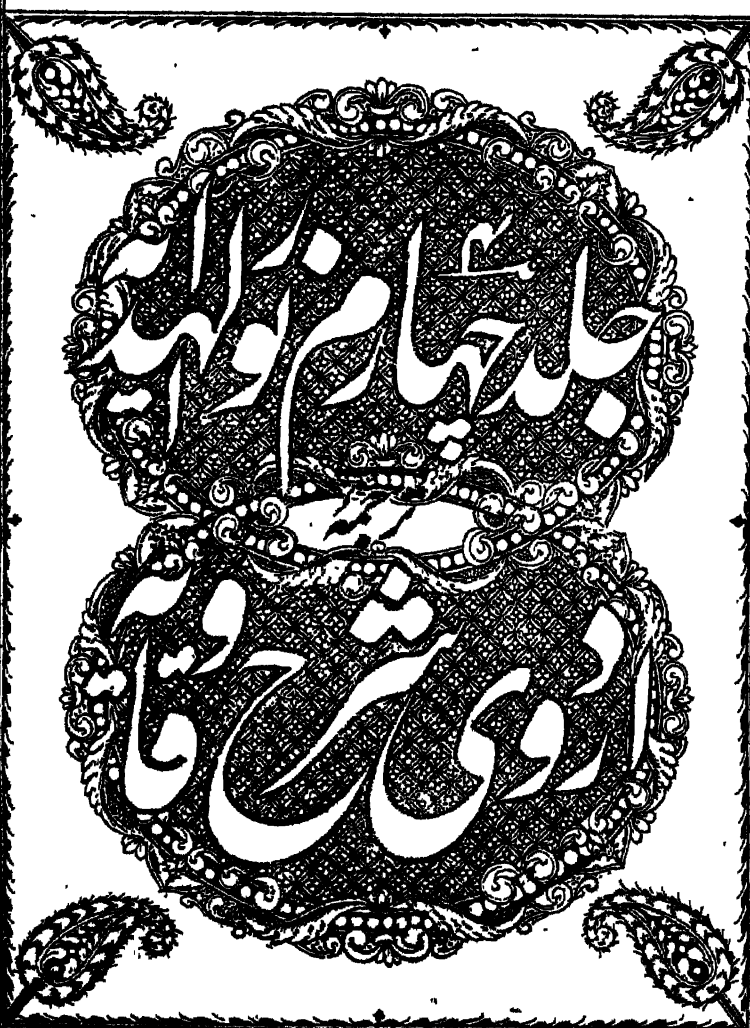
محمد روشن خان حنفی ... محمد عبد الرحمن ...

فہرست جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

تمت

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
جلد چہارم نور الہدایہ
اردو شرح وقایہ
۱۳۰۲
مطبع نظامی کانپور
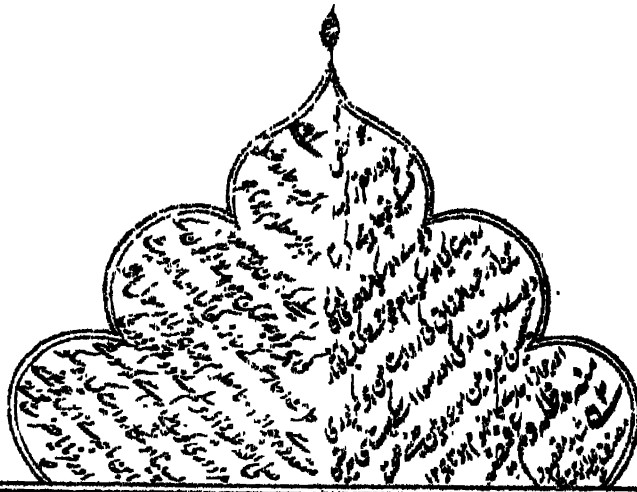
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ص کتاب الاجارۃ

ف ہندی میں اجارے کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ کہتے ہیں جو شخص اپنی چیز کو اجارے میں دیوے اوسکو موجر اور جو اجارے میں لیوے اوسکو مستاجر کہتے ہیں ص لغت میں اجارے کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کی بدلے میں ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ ص یا دین ہووے ف جیسے روپیا اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے یہ جو تعریف مصنف نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے کہ اجارۂ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے اسلیے صاحب در مختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصود ہو اوس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و زیبایش کیلیے یا گھوڑا کوتل چلانے کے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ یہ مستاجر کی ملک ہین کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو اسمین اجرت نہ ملیگی اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہان پر ایک دستور معین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی اسمین کچھ حاجت نہین در مختار و طحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھر ون مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنیکی فلان مدت ہی برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہے یا کم ہو ف اور بعضون نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ یہی ہے جو متن مین ہے ص البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہے اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نکرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارۂ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہا نے جائز کہا ہے جائز ہوگا معاف کرے اللہ خطا اونکی ف صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد ہے اوپر ان فقہا کے جنھون نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہو

لمبی عقد ہوں پھر ہر عقد تین تین برس یا اس سے کم ہوں تو اسطرح مدت اجارہ کی بہت طویل ہو سکتی ہے اور جب ایک عقد ختم
ہو جاویگا تو دوسرا عقد شروع ہو جاویگا اور یہی حیلہ ہے اون لوگوں کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف میں ایکسال سے زیادہ مدت
جائز نہیں رکھتے شارح نے اس قول کو صحیح پر رد کیا کہ اجارہ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہو کہ مستاجر بعد گذرنے
ایک مدت طویل کے باستدلال قبضہ اپنے کے موقوف میں دعوی ملک کی کرے اور وقف ضائع ہو جاوے اور یہ وجہ اس صورت میں بھی
پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارہ طویل ناجائز ہوا تو فسخ ہو جاویگا کل مدت میں یعنی تین سال میں صحیح رہیگا
نہ زیادہ میں اور بعض کے نزدیک اجارہ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان
میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور کبھی منفعت
معلوم ہوتی ہے کام کے بیان کر دینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جسکی مقدار معلوم ہو اور کسی مسافت معین تک
ف یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہے اور
دھلوائی اور رنگوائی کو اور اسیطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کر دینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہووے مثلاً رنگوائی میں کپڑے کا بیان اور رنگ
کی قسم کا کہ زرد و سرخ سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے اسیطرح سلوائی میں وضع کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی دھلوائی میں
کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے درمختار و طحطاوی ص اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کیطرف اشارہ کر کے
کہا کہ اسکو فلان جگہ تک پہونچا دے اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہیں ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے
واجب ہو جاتی ہے کذا فی الاصل ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدیوے بلا شرط ف یعنی شرط اجارہ میں نہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی
بلکہ از خود مستاجر جلدی کر کے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہے اس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اوسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی شرط
پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اوٹھا چکے یا قدرت ہو پورے نفع اوٹھانیکی پوری ہو جاوے ف جیسے جو مستاجر کو
اجارے کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت میں اگرچہ مستاجر
اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر لازم ہوگی الا تین صورتون میں ایک اجارہ فاسدہ میں قدرت انتفاع سے
اجرت لازم نہیں آتی بلکہ جب اوس سے نفع اوٹھاوے دوسری جب کہ جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس
باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہین ہوا تیسری یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا
بدون پہننے کے تو اجرت صرف اوتنے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم
نہوگی اشباہ ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے میں کر لیا اور اوس میں سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد
گذرنے مدت کے اور جو مدت اجارہ میں اوس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اسطرح کہ اوسکی قدرت نفع لینے کی نہ رہی
تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا ہے اوسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف الا اوس صورت میں کہ اوس
غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے اور وہ اوسکو خود نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت
دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روز روز وصول کرے
اور جانور کا ہر منزل پر ابو یوسف ف یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہو یعنی بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا اجیر کا بیان ہوگیا ہے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق در مختار ص اور دہوبی ور درزی مزدوری جب پاوے گا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہوگئی تو مزدوری اوسکی ساقط ہوجاویگی در مختار ص اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر مین کیا ہووے ف یہ اسواسطے لہا کہ خیاط اگر کام مستاجر کے گھر مین کیا اور کچھہ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہوگیا تو اوسکو بقدر سلائی مزدوری ملیگی کذا فی الاصل اسیطرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اوسکی واجب ہوگی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سیتا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اوسکی سیئون او دھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیئون او دھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی اور پھر دوبارہ سینے پر وہ مجبر ہوگا کذا فی الدر المختار ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہی جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جلجاوے بعد نکال لینے کے تو اوسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جلجاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور دونون صورتون مین نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز مالک کا جسقدر آٹا تھا اوسکا عوض دیوے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانے کی مزدوری اوسکو دیدیوے یہ اختلاف صرف صورت اول مین ہی اور لیکن صورت ثانی مین یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر مین پکائی جاتی ہووے اور جو اوسکے گھر مین نہ پکتی ہووے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت مین بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اوسپر نہوگا اسلیے کہ اوسکے ہاتھہ مین امانت تھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہی جیسا در مختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا دیا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا در مختار ص اور کچی اینٹ بنانے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹین کھڑی کردیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اسلیے کہ تشریج تمام عمل سے ہی اور امام صاحب کے نزدیک وہ فعل زائد ہی مثل نقل کے کذا فی الاصل اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی در مختار ص جو اجیر کہ اوسکے کام کا اثر موجود ہو اوس شی مین جیسے رنگریز اور دہوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدی سے دہووے ف کہ ان دونون کے کام کا اثر کپڑے مین موجود ہوجاتا ہی یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور بعضون کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہی کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت مین وہ دہوبی جو فقط کپڑا سفید کردیتا ہی اور نشاستہ وغیرہ نہین لگاتا اسی حکم مین داخل ہی در مختار مین ہی کہ قول ثانی صحیح ہی تو کپڑا دہونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ص ان سبکو روک رکھنا چیز کا مزدوری حصول کرنیکے لیے جائز ہی تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہی اور نہ مالک پر مزدوری ہی ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اون کے نزدیک اختیار ہی چاہے تاوان لیوے ان لوگون سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اوس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اوس

مشتری مین نہو وے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا پیٹنے والا جو صرف کپڑا دھوئے اور کلف وغیرہ او سپر نکرے تو ان لوگونکو
چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین پہونچتا **ف** تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہو گئی تو ضامن
ہوینگے مثل غاصب کے درمختار **ص** البتہ جو غلام بھاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو
روک سکتا ہی **ف** اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل ہلاک کے تھا تو لانے والے
نے گویا اوسکو جلاکر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفر رح کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر ہی کہ اوسکے کام کا
اثر اوس چیز مین ہووے یا نہووے کذا فی الاصل **ص** اگر مالک مال نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ
کرنا تو اوسکو اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی جیسے کہا اس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو
اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین **ف** مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرطا اور بلا شرط اسی طرح درمختار
ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اسبات کا کہ زید کے اہل وعیال کو لے آویگا **ف** مثلاً بصرہ سے جاکر اور جب بصرہ مین گیا **ص** تو بعض
اہل وعیال اوسکے مرگئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اسصورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک
خط دیا کہ بکر کو لیجاکر پہونچا دے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس اپنے کہم لا یا اسصورت مین
عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہی حکم ہی اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پہونچانے کے لیے اور اوسکے مرجانے کے سبب کھانا پھر لیکے
پاس پھیر لاوے کہ اجرت کچھ نہ ملیگی **ف** نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد رح کے خط مین اوسکو اجرت جانیکی ملیگی یعنی نصف
پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا بالاتفاق اسلیے کہ باطل ہو گیا عمل اوسکا بسبب اوسکے کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ
یہ حکم جب ہی کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہووے اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت
لازم ہو گی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد رح کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور نہین انتہی مختصرا **ص**
صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکرے اوس کام کا جو اوسمین کریگا **ف** اسواسطے کہ عمل متعارف دونون مین سکونت ہی
تو مطلق منصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل **ص** اور کرایہ دار کو جائز ہی کہ اوس دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر
وہ کام جس سے عمارت سست ہو جاتی ہی جیسے حلوائی وغیرہ **ف** اور لوہاری اور آٹا پیسوائی کہ ان کامون سے عمارت مین
نقصان آتا ہی تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو
اختیار ہی کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین
نقصان ہوتا ہی نہ رکھے درمختار **ص** اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہی پھر جب
مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جبکہ
مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہولی ہی راضی ہو جاوے تو جبرا اوسقدر
قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کھود لینے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا
نقصان ہوتا ہو اور جو اوسکا نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے
اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا بہاری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر کے

لیکن عمارت اور درخت کا رہتے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک
زمین اور مالک مکان دونون کو پہونچتا ہی کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیوین اور زر کرایہ قیمت زمین بغیر
عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کرکے بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیوین درمختار ص اور
رطبہ کا حکم ف رطبہ مانند درخت اور گھانس کے ہی مراد یہان رطبہ سے وہ چیز ہی جسکو ایک مرتبہ بو دین تو جڑ اوسکی
ہمیشہ زمین مین باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاوین ص مثل درخت کے ہو ف یعنی مستاجر پر
رطبہ اوکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہی اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہین ہوئی تو مثل درخت کے ہو گئی کہ اوسکا
اوکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہین آیا تو مستاجر جبر
نہ کیا جاویگا کھیت اوکھیڑ دینے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی
اور اسی کھیتی کے حکم مین ہین وہ ترکاریان جنکی ایک انتہا ہی جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور
سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونیکا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھا لیا اور
جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہوگا اسواسطے کہ کبھی ہلکا
آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہی اوس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہو کذا فی الاصل
ص اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے ف مثلاً تین
من لادنا ٹھہرا تھا اور اوسنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص یہ حکم
جب ہی کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہی طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی
وہ جانور طاقت ہی نرکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل
طاقت ہی نرکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا یا بوجھ
کی جگہ پر سوار ہو گیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لاد لیے ان سب صورتون مین کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص
اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اوسکی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہو گیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اسطرح لگام کھینچے جو موافق
دستور کے نہووے ف اسی پر فتوی ہی اور امام نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر
منقول اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ
مین ابو حنیفہ سے مروی ہی کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب مین جو تادیب سے زیادہ ہی یعنی
ہر شخص کو منع کرنا درست ہی علی الخصوص جب مالک جانور کے مونہ پر مارے درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ
لیا ایک مقام معین تک آنے جانے کے لیے اور اوس مقام سے آگے لے گیا بعد اوسکے پھر اوسی مقام تک پھیر لایا
اور جانور ہلاک ہو گیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہی عاریت مین اور بعضون کے نزدیک ضمان جب ہی کہ فقط
جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانیکے لیے لیا ہو تو تاوان نہین ہی لیکن صحیح قول اول ہی کہ دونون صورتون مین

ضمان ہی کذا فی الاصل صدر الشریعۃ نے کہا کہ اگر جانور اوس مقام مین آنکر ہلاک ہو گیا اور یقین ہی اس بات کا کہ اوسکی ہلاکت مین اوس مقام سے آگے جانے کو دخل نہین ہی تو فتوی ہو گا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اسکا یقین نہین ہی بلکہ احتمال ہی کہ آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہی انتہی مختصراً **ص** اگر ایک گدھا کرایہ لیا جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتار کے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آویگا برابر ہی کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس زین کو اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہی ایسا ہی کہ اوس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہین کسا جاتا ہی تو ضمان ہو گا اور اگر کسا جاتا ہی تو ضمان نہو گا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہو گا یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہی **ف** یعنی جب پالان اس قسم کا ہو وے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہی تو ضمان نہین ہی مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص کو بوجھ لیجانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ راستہ اختیار نکیا جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونون راستون مین فرق تھا **ف** مثلاً مالک کا راستہ مقرر کیا ہوا مامون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پُرخوف وخطر یا دشوار گذار تھا **ص** یا مزدور جس راستے گیا اوسمین لوگ آمد ورفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال و اسباب تلف ہو گیا تو حمال ضامن ہو گا **ف** اور جو دونون راستون مین کچھ فرق نہووے تو ضامن نہو گا ہدایہ **ص** اور اگر باانہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پونہچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی اوسکو سب حصول تمام کے واسطے حصول مقصود کے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور پھر اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہو گا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب بنگیا اور غاصب پر صرف تاوان ہی جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتا سینے کے لیے اور اوسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہی خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جسقدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہو گیا اور اجارہ فاسدہ مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو کہا اور اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہی چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے اسیطرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہووے سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر اونگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہی اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو

مسئلہ کپڑے کا ۱۲

قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی دوے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہین ہی او سپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے دھوکا دیا سار بان اور تر امیدان مین یہان تک کہ مال تلف ہوگیا چوری یا بارش سے اگر وہان چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہی تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص سے اہل بازار مین سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اجرت کے بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین ظاہر الروایۃ مین گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہین ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے طحطاوی و درمختار

ص باب اجارۂ فاسدہ کے بیان مین

اجارہ فاسد ہو جاتا ہی اوس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہی ف یعنی اوس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کرے اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو وہی شروط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے ماجور یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہی اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے باین طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہوگیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض مین فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا اگر اجارہ دیا شی مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہی کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہان تک پہنچے اجارۂ فاسدہ جدا ہی اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہی جو اپنے اصل اور ذات میں مشروع ہو اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب ہوگیا ہو اور اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہ ہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر سازی کیلیے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے طحطاوی و درمختار ملخصاً ص اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل واجب ہوتی ہی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جہان تک پہنچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد مین قیمت مبیع کی جہان تک پہنچے واجب ہوتی ہی دلیل ہماری یہ ہی کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجرت مسمی سے ساقط کر دیا ہی کذا فی الاول ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا ف اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس در مختار ص اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوسمین بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشائخ کا ہی کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ ہی بس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے مین بھی

عقد اجارہ لازم ہوجاویگا اور ظاہر الروایۃ مین ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہی چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اسواسطے
کہ فقط رویت چاند کی آن کے اعتبار کرنے مین حرج ہی کذا فی الاصل ص مگر یہ کہ سب مہینون کا اکٹھا ذکر کر دیوے توسب
مین صحیح ہوجاویگا مثلاً یون کہدیوے کہ یہ گھر مینے تجکو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک
اجارہ دیوے تو اسی طرح ف یعنی یون کہے کہ یہ گھر مینے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے مین اتنا کرایہ ص اگرچہ ہر مہینے کے
کرایہ کا ذکر نکرے ف یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور سال بھر
کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیونگے در مختار ص اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہی جو مذکور ہو ف مثلاً یہ کہدے
ہوئے کہ اجارہ شروع ہوگا غرہ ماہ رجب یا غرہ ماہ رمضان سے ص اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد
اجارہ وہی اول مدت ہی سو اگر اجارہ منعقد ہوا اور اوسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینون کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور
اگر اجارہ ہوا ہو اثنائے مہینے مین ف مثلاً دسوین آٹھوین چھبیسوین بیسوین وغیرہ ص تو امام ابوحنیفہ کے
نزدیک مہینون کا شمار دنون سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہوجاویگا اور صاحبین کے
نزدیک پہلا مہینا دنون سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام صاحب کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے ہر مہینا تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن
کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ
اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کو اور حق یہ ہی کہ تمام ہوگا سال دسوین ذیحجہ
کو دونون صورتون مین کیا تونے سنا ہی کہ ایک سال مین دو عید اضحی ہوں ف ہمارے عرف کے موافق
مذہب صاحبین کا اولی بالعمل ہی ص اور جائز ہی اجرت دینا حمام کی اور حجام کی ف در مختار مین وجہ اجرت
حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب
مین لکھا ہی کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی اس صورت مین اولی یہ ہی کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور
جہالت مدت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اس پر اجماع ہی مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسکو
مسلمان نیک جانین سو اللہ تعالی کے نزدیک بھی نیک ہی اور جسکو مسلمان بد جانین وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بد ہی کہا زیلعی نے
تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہی مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمد نے موقوفاً ابن مسعودؓ سے اور اسیطرح روایت
کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعود مین اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہی کہ روایت کی
بخاری نے ابن عباسؓ سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو
اجرت اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
سے کہ فرمایا آپنے حرام ہی کمائی حجام کی اور خبیث ہی کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع بن خدیج سے سو وہ
حدیث منسوخ ہی یا محمول ہی اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہی اجارہ لینا اور تا کا ایک جز معین ف
بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین

جہالت کے سبب سے **ص** اسی طرح انّا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہی بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہی اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ انّا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہی بچے کی محبت اور شفقت سے **ف** فتاوای کبری میں ہی کہ انّا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی دلیل اسکے جواز کی صاحب ہدایہ نے قول اللہ تعالی کا بیان کیا ہی فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاویں تمہارے لیے تو دو تم اجرت اون کی دوسرے یہ کہ عمل درآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا **ص** اور انّا کے خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے لیکن نہ مستاجر کے گھر میں **ف** اسواسطے کہ گھر ملک ہی مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہی **ص** انّا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہی اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگون میں یا اوسپر گواہ ہووین اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انّا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا **ف** کیونکہ صرف اون دونون کا قول مستاجر کے زوال حق میں قبول نہوگا درمختار **ص** اور بچے والے فسخ کر سکتے ہین عقد اجارہ کو اگر انّا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے **ف** اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہی کذا فی الاصل اسیطرح جائز ہی فسخ اگر اوسکی زناکاری اور فسق وفجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قی کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اوسکی چھاتی مونہ میں نلیتا ہووے یا دودھ اوسکا نہ پیتا ہووے کہ ان احوال میں امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زنانہ دراکیہ انّا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہیں اور وہ مقدار اجارے سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا باپ مر جاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انّا کوئی ان میں سے مر جاوے تو اجارہ فسخ ہو جاویگا درمختار **ص** اور انّا پر لازم ہی بچے کو اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا طیار کرنا اور اوسکے بدن میں تیل لگانا نہ ان چیزون کی قیمت کہ ان چیزون کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہی **ف** اگر بچے کا مال نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی مثل نفقہ کے درمختار **ص** سو اگر انّا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارے کی گذر گئی تو اجرت نہ پاویگی **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ انّا نے اپنی لونڈی یا ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت میں انّا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انّا کے دودھ پلانے کی شرط ہو گئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے میں مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور راجح یہ ہی کہ اجرت واجب ہوگی درمختار وطحطاوی **ص** اور نہیں صحیح ہی اجارہ لینا اذان کے واسطے **ف** اسواسطے کہ روایت کیا ابو داؤد نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجھکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام اونکا ہی اور رکھ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت **ص** اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے **ف** اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہین اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوسکی روایت کیا اوسکو امام احمد رح نے مسند مین کلیہ اسکا یہ ہی کہ جمیع عبادات اور طاعات
کے لیے اجارہ درست نہین ہی درمختار ص اور آجکے زمانے مین فتوی اسپر ہی کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف
اور امامت اور اذان درمختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہی ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہی
کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہین ہی لیکن جب سستی پڑگئی دین مین تو اب فتوی دیا جاتا ہی ساتھ صحت
اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزین محو اور ضائع ہو جاوین کذا فی الاصل مین کہتا ہون
موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہی جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق اون چیزون مین کہ اجر لیا تمنے اجرت کتاب اللہ کی ہی واللہ اعلم ص تو جب بنظر
زمانہ حال ان چیزون کی اجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوسنے قبول کی ہی اور
درصورت نہ دینے کے اوسکے عوض مین محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس مٹھائی کے دینے پر جو اوستادون کو دیا کرتے
ہین ف عربی مین اوسکو حلوہ کہتے ہین حلوہ ایک ہدیہ ہی جو معلمون کو دیا جاتا ہی بعض سورتون کے شروع ہونے پر چنانچہ سورہ تبارک
اور فتح اس ہدیہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہین اور یہ لغت ہی اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل ص
اور نہین جائز ہی اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہون تو ایک شریک کو
اجارہ دینا درست نہوگا درمختار اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہی شریک
اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہی اور اوسی پر اعتماد کیا ہی ارباب شروح و متون نے
طحطاوی ص اور نہین جائز ہی اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف
مین ہی کہ فرمایا حضرت نے حرام ہی اجرت لینا نر کی گدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ مین ہی زیلعی نے کہا کہ اس لفظ سے غریب
ہی البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی گدوائی سے مادہ پر ص
نہین جائز ہی اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب
معاصی مین داخل ہین اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہی اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ تعالی آگے آویگا ص اگر ایک شخص
نے دوسرے کو سوت دیا اسطرح پر کہ کپڑا بن دیوے اور آدھا کپڑا بنوائی کی مزدوری مین لے لیوے یا ایک گدھا
غلہ اوٹھانے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اوسی مین سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض
کچھ تھوڑے آٹے کے اوسی آٹے مین سے تو یہ اجارہ فاسد ہی ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جب اجرت وہ شی ہوگی جو اجیر
کے عمل سے پیدا ہوتی ہی تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہی یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی
آٹے مین سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے
ابو سعید خدری سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہی اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک
نانبائی کو مقرر کیا تا کہ اسقدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہی نزدیک
امام اعظم رح کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی صاحبین یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہی اور وقت کا

ذکر محض تعجیل کے لیے ہی امام اعظم یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونے مین مستاجر کو نفع ہی اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہی اوسوقت مین اور اوسمین نفع ہی اجیر کو تو آیندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ معقود علیہ دونون ہون مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نرہے اس لیے کہ یہ ممکن نہین ہی عادۃً یہان تک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آجکے دن مین تو امام سے مروی ہی کہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دو بار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہی کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین اس اجارے کے فساد مین اس لیے کہ یہ ایسی شرط ہی جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہی اور اوسمین نفع ہی احد المتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہین ہی بلکہ وہ زمین ایسی ہی کہ بدون دو بار جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہی اور جو بدون دوبارہ کے جوتنے کے کھیتی ہوجاتی ہی تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہوجانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اوسمین منفعت ہی مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین پانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا ایک زمین اجارہ لی زراعت کے لیے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعی کے نزدیک درست ہی ... ایک نوع کا اجارہ ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی کذا فی الزیلعی ص تو یہ سب قسمین اجارے کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے تو درست ہی ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہی ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوس مین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نکی ہو اور جو عام کر دیا ہووے مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے اوس مین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہوجاویگا اور محمد کے نزدیک صحیح نہوگا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہی پھر اوسپر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہین ہی ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہی تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہی ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہی اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اوس نے تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہی ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھ مصر تک پہونچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مقررہ ملیگی تو اگر موجر اور مستاجر مین قبل کھیتی کرنے کے ف اجارۂ زمین کی صورت مین بغیر ذکر زراعت کے ص یا بوجھ لادنے کے ف اجارۂ شتر کی صورت مین ص تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کیواسطے

ص باب اجیر یعنی مزدور مشترک کے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہی جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے ف برابر ہی کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا تعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے در مختار ص تو وہ عامہ خلائق کا کام کر سکتا ہی اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی و مثل اسکے ف اور مقابل اسکے اجیر خاص اور اجیر واحد جسکا بیان آگے آتا ہو ص اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتوی ہی ف یہی قول مروی ہی حضرت عمر اور علی رضی سے ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہی اور امانت کا ضمان نہین ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جسکا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہووے ہان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبین کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہو کہ اوسمین حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہی اور ابو حنیفہ رح یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہی نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہووے لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہی کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظم رح کے اور نزدیک بعضون کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہی لیکن ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کر لی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہو گئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجر ہی نہو گی ف یہ مضمون ہی اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسلیے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہو گئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہی غایۃ الاوطار ص البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اوسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہووے اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے ف یہ مذہب ہمارا ہی اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہی جواب ہمارا یہ ہی کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہین کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے کی یہ ہی کہ عمل اوسکا متجاوز ہو گیا اوس قدر سے جو موافق عادت کے ہی جیسے حجام مین آتا ہی یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین کذا فی الاصل اور در مختار مین عمادیہ سے منقول ہی کہ ضمان دونون صورتون مین ہی خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو بر خلاف حجام کے اور منیہ مین ہی کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہوتا اوس وقت پر ہی جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا ص اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین حجام یعنی پچھنے لگانے والے پر اور بیطار یعنی سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ف پھر اگر مکان معتاد سے

تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہوا ہو اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے ساری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مرگیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مشکا توڑ ڈالا راہ مین تو مالک کو اختیار ہی چاہے مزدور سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مشکا اوٹھانے کی جگہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہان کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہی تو جسقدر مزدور نے راہ طی کی ہی اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس صورت میں ہی کہ مشکا اوسکے فعل سے ٹوٹا ہو اگر ایسا نہو مثلاً لوگون کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اوسپر تاوان نہین ہی درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہی جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک بتخصیص کار مستاجر درمختار ص مستحق ہوتا ہی اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایکسال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریان چرانیکے لیے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہی غیر کا کام نہین کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہی اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہی تا وقتیکہ لوگ سو وین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جاوے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہین اوس چیز کا جو اوسکے پاس ہی اوسکے فعل سے تلف ہوجاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے مگر جبکہ قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریون کو ایسا مارے کہ اونکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے درمختار ص اجرت کی تردید صحیح ہی عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یون کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیون کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہی اور اگر تو رومیون کے طرز پہ سیے گا تو دو درم اجرت ہین ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ مین تردید کرنے سے درمختار ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہی اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر مین تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہی اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفے تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہی اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر مین رہیگا تو یہ کرایہ ہی اور جو اس گھر مین تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہون لادے گا تو یہ اجرت ہی اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ مین جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزون مین بھی تردید درست ہی لیکن چار چیزون مین درست نہین مثل بیع کے لیکن خیار تعیین شرط ہی بیع مین نہ اجارے مین اسواسطے کہ اجارے مین اجرت واجب ہوتی ہی عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہوجاویگی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہی نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہی اور ہدایہ مین مذکور ہی کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور رنگ گیہون اور جو مین اختلاف ابو یوسف اور محمد کا ہی ورحل دابہ مین کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہی اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہی کذا فی الاصل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یون کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایک درم ہی اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیے گا تو اجرت مثل ملیگی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون شرطین جائز ہین اور زفر رح کے نزدیک دونون فاسد ہین ف دلیل سب کی اصل مین مذکور ہی ص لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر مین ہی کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہی اسواسطے کہ کل کا مسمی نصف درم تھا اور اجارۂ فاسدہ مین اجرت

مثل مسمی سے زیادہ نہین دیجاتی ہی اور جو خیاط نے اوسکو پرسون سیا تو بھی اجرت مثل ملیگی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا
فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجا نہین سکتا مگر جب یہ بات پہلے شرط کرلی
ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہی حضر سے ص ایک غلام محجور نے ف ضد ماذون یعنی وہ غلام جسکو مولی نے اجازت
عمل کی نہ دی ہو ص اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو
مستاجر مزدوری پھیر نہین سکتا ف اسواسطے کہ فساد اجارہ بسبب رعایت حق مولی ہی اور بعد فراغ کے یہ اجارہ صحیح ہی استحساناً
اسلیے کہ فساد بجہت رعایت حق مولی کے تھا اور اب مولی کے حق کی رعایت اسی مین ہی کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا
فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اوس عبد محجور نے اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور غاصب نے مزدوری اوسکی لیکر کھا لی
تو وقت غلام پھیر لینے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا امام اعظم کے نزدیک اسلیے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہین ہوتا پس
اسیطرح اپنی کمائی کا تو نہو گا یہ اجر مال متقوم اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وہ مال مولی کا ہی اور صحیح ہی غلام کو اپنی مزدوری
لے لینا غاصب سے پھر مولی کا اوس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہی اسواسطے کہ
بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہی ماذون ہونا اوسکا جیسا کہ گذرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک
مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہی پہلے مہینے مین چار اور دوسرے مین پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام مین آجر اور مستاجر نے اختلاف کیا
اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہی کہ یہ غلام اول مدت اجارہ مین بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہی کہ نہین بلکہ آخر
مدت مین البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بنا وینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع
غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہی تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہین ہی تو قول موجر کا قسم سے
معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہی پنچکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ مین اور مستاجر اوسکا انکار
کرے تو حال کو حکم بنا وینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک مین اور اجیر مین اختلاف ہوا عمل مین
مثلاً مالک یہ کہتا ہی کہ مینے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تونے کرتہ سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تونے
کہا تھا ویسا ہی مینے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہی کہ تو نے یہ کام مجھے مفت
کر دیا ہی اور اجیر یہ کہے کہ مینے اجرت سے کیا ہی تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہی اجیر کے تقوم عمل اور
امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتے ہین تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور محمد کے نزدیک اگر وہ کاریگر
اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنے مین بعوض اجرت کے اور اوسکا گذارا اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت
کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحب فرماتے ہین کہ ظاہر حال لائق حجت نہین واسطے
استحقاق اجر کے واللہ اعلم کذا فی الاصل اور اسی پر فتوی ہی در مختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع
ہو گئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا بر خلاف خراج سلطانی کے کہ در صورت تلف ہو جانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاویگا کذا فی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان مین

ف اجارے کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہی در مختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہی اجارہ کو عیب سے

ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد جارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے سے پیچھے یا قبضے کے پہلے ص جسکے سبب سے
منفعت فوت ہوجاوے جیسے گھر کا ویران ہوجانا یا چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہوجانا ف اگر بالکل پانی نہ بند ہوا بلکہ کم
ہوگیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارے کو فسخ کر دیوے کل زمین مین یا جسقدر زمین سیراب ہووے اوسکے حساب سے اجرت دیوے
اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی مین پھر اوس بستی کے لوگ سب وہان سے کوچ کر گئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض نکل
گئے تو اجرت ساقط نہوگی درمختار ص یا اوس منفعت مین خلل ہوجاوے جیسے غلام کا بیمار ہوجانا اور جانور کی پیٹھ
لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گرجانا درمختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب
کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسیطرح فسخ اجارے کا ہوسکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعیؒ
کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا نہوگا ص اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہین کہ اگر مستاجر اجارے کو باقی
رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اوسپر لازم نہین ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے
اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اوکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت مین اگر
عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اوکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی
دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مر گئی ف یا اوسنے خلع کر لیا کیونکہ اس صورت مین اگر عقد باقی رہے تو مستاجر
کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمے کے کھانا پکانیکا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دین اسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اوس شی کے بیچے
ہوا جارے پر دی ہے وہ قرض ادا نہین ہوسکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگون کو معلوم ہووے یا گواہون کے بیان سے
یا اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو درمختار ص یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کامون کے لیے نوکر رکھا
پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر مین
ہوتی ہے تو اس صورت مین اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہو تو مستاجر کو حق
فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے
لیجانے پر راضی ہوگیا تو اب مستاجر کو فسخ نہین پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایے کو لی پھر مستاجر
مفلس ہوگیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ
مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کرکے سلائی کرتا ہے اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی
جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہین اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہین ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہین
ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم
سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہوگا ف اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کر دیوے
ہدایہ ص اسیطرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا
تو یہ عذر نہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان مین ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے
ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا

در مختار ص اسیطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے مین دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہونے دین کے اوبیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہنچتا در مختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی احد العاقدین کی موت سے جنھون نے اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کے لیے عقد جاری کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی وقف تو انکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوٹیاں جلائین اور اوسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسیطرح اگر کوئی شخص اوسجا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو تاوان نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک مین یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الّا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر اور کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکان دار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہی ف برابر ہی کہ دونون کا پیشہ ایک ہو یا مختلف در مختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اوسپر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہی اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہی بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ ابتک حجاج کا مکّہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا جمال کو بہتر ہی تاکہ بعد کو جھگڑا نہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص اگر اونٹ کرایہ لیا واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الّا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قایم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارے پر راضی نہین ہوا ص صحیح ہی اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات [انکا بیان آگے آوے گا] اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمانہ آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مینے یہ مکان تجھکو کرایہ دیا غرّہ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع اور بیع کی اجازت در صورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے کہ ان امور کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہی مسائل ملحقہ تحریر شہادت اور تحریر فتوے پر اجرت لینا درست ہی کاتب کے کتابت کی اجرت پر اسطرح پر کہ ہر ورق مین غلطی کی تو مالک کو اختیار ہی چاہے

وہ کتابت لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور جو آپنے کاغذ اور روشنائی دام پھیر لیوے
جو اوس نے اجرت لیکر روپی پر کھدیے پھر کچھ روپی کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی دلال نے وہ کپڑا جسکو
بیع کے لیے لیے پھرتا ہی تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال تاوان نہیں ہی اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے
اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہین تو اوسکو قسم دیوے یا اوسکے رفیقون سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا
لوگون کے پاس کرایہ مین جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ اون چیزون کو قرضخواہون کو دینگے

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہی جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرایا ہو وکہ اتنا تو دیوے تو آزاد ہی
ص کتابت آزاد کرنا ہی غلام کا ازروے تصرف کے بالفعل اور ازروے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف
یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی مین حاصل
ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادا کرنے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہی اور ملک رقبہ مآل کار مین
جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالے نے فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا یعنی مکاتب کرو تم اونکو اگر جانو
تم اونمین بہتری اور یہ امر استحباب ہی ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض اوس مال کے جو بالفعل
یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہی اور شافعی کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اوس مال کے ہو جو بالفعل
ادا ٹھہرے درست نہین ہی اور ضرور ہی مدت دو ماہ اسواسطے کہ غلام عاجز ہی ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ قلیل مین ہم کہتے
ہین ممکن ہی کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یون کہے کہ مینے تیرے اوپر ہزار روپے کر دیے تو اونکو قسطون سے ادا کرے
پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام قبول
کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اس صورت مین مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کر دیے ص اور وہ غلام
مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہی جبتک
اوسپر ایک درم باقی ہی روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور بھی روایت کی ابو داود نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو غلام مکاتب
کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کر دیوے مگر دس دینار تب بھی وہ غلام ہی ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے
مفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے
یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کی صورت مین عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت مین دیت اور جنایت مال مین مثل اوس مال کے
یا قیمت اوسکی کذا فی الاصل ص اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر
اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض مین تو ان سب
صورتون مین کتابت فاسد ہی اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی اور یہ
قیمت کتابت فاسدہ مین کم نہ کیجاویگی مسمی سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے مین مکاتب
کرے اور اوسکی جنس کہ اونٹ ہی یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے اگرچہ نوع اور وصف اوسکا بیان نکرے تو درست ہی

ورنہ نہین اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتاب مین ان مقامات
مین کچھ طول کیا ہی لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانہ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہی ترک کیا ص اگر مولی بھی
کافر ہی اور غلام بھی کافر ہی اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہی اور جو اون دونون مین سے
مسلمان ہوجاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لے لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی اوسکی قیمت دینا ہوگی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہی خرید اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہو گئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب
کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اوسکے
آزاد ہونیکے ادا کیا تو ولا اوسکے مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہی اسطرح جائز نہین مکاتب کو
ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر شے قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے
اسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہی اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہی ص اور نہ اوسکا نکاح
کر دینا اسلیے کہ اسمین اتلاف مال ہی اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسی کا بھی مضارب
اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہی اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے
ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہو جاوینگے ص اور جو سوا
اصول اور فروع کے اور رشتہ دارون کو خریدے تو وہ کتابت مین داخل نہونگے اگر مکاتب اپنے ام ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اوسکی
بیع بھی درست ہی اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اوسکی بیع جائز نہین ہی اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہے
کتابت مین داخل ہو جاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو
آپسمین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اوسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت مین داخل ہوگا
اور اوسکی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہی ماں کا رق اور عتق اور فروعات مین اوسکے ص اگر مکاتب نے
یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسی کی مملوک
نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی ف اور مکاتب اوسکو بقیمت نہین لے سکتا نزدیک امام ابو حنیفہ اور
ابو یوسف کے اور نزدیک امام محمد کے وہ حر بالقیمة ہوگا اسلیے کہ وہ ولد مغرور ہی اور دلیل شیخین کی اصل مین نہین ہی البتہ یہ صحیح رہتا اگر شخص آزاد نے یہ
ہووے تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے بقیمت لے سکتا ہی ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈی سے وطی کی اس گمان سے کہ وہ ملک اوسکی ہی اس لیے کہ
مول لیا ہی اور اوسکو یا ہبہ کی گئی ہی اور اوسکو پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور بیع فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک کو تو اوسکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک
لونڈی سے باذن مولی کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہی اب اوسکو اختیار ہی
چاہے اپنے تئین عاجز کر دیوے یعنی مکاتب ہونے سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سوا اس مکاتب کے
کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہی اسلیے کہ اگر
اوسکو عتق فی الحال منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کماویگا اور جو مؤجلا منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کماویگا

اور صاحبین کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہوگا اوسمین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ
لونڈی ام ولد مولی کی ہو گئی اب اوسکو اختیار ہی کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کر کے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تئین
عاجز کر کے بعد موت مولی کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اوسکو پہونچتا ہی کہ عقر اپنا وصول کرے مولی سے اگر چاہے اگر کسی نے
ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مرجانے مولی کے مفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی
قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو اقل ہو اوسمین سعی کرے اور امام
محمد رح کے نزدیک سعی کرے اوسمین جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولی نے مکاتب سے ہزار روپے بدل کتابت بااقساط
ٹھہرائے بعد اوسکے اوس ہزار کے عوض مین پانسو روپے نقد پر صلح کر لی تو درست ہی اگر کوئی بیمار جسنے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض ایک
میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اوسکی قیمت سے دو چند ہین یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ ہی بعد اوسکے وہ بیمار مر گیا اور
وارثون نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر
نہ کر سکے تو غلام بن جاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بنجاوے یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد رح کے نزدیک اختیار ہی کہ خواہ دو ثلث اپنی
قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک یا غلام بنجاوے وکذا فی الاصل ص اور سو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اوسکی دو چند ہی بدل کتابت سے تو غلام کو
اختیار ہی چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیون پر
خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کرون تو وہ آزاد ہی یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اوسقدر روپے مولی کو ادا کر دئے
تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ پھر غلام سے نہین لے سکتا (اس لیے کہ وہ متبرع ہی ۱۲) اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اوسنے اس عقد کو قبول
کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جنمین ایک حاضر اور ایک غائب ہی مثلاً غلام حاضر مولی سے یہ کہے
کہ مکاتب کر مجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہی ہزار روپے پر اور مولی نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اون دونون مین سے جو کوئی
بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونون آزاد ہو جاوینگے اور جو ادا کریگا وہ دوسرے سے اوسکا حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے
کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی لغو ہی نظیر اسکی مسئلہ معیر راہن ہی
صورت اوسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گرو کر کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھوڑانے کی حاجت پیش آئی اور وہ زر رہن لیکر بکر
پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شی عمرو کو دلادیجاویگی مگر یہان اتنا فرق ہی کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لیگا اگر ایک لونڈی نے اپنا اور اپنے دو چھوٹی
طرف سے جو صغیر ہین عقد کتابت کیا تو صحیح ہی اب تینون مین سے جو ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہو جاوینگے اور کوئی دوسرے سے اوسکا حصہ مجرا نہین لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین اونمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض مین مکاتب کرے
بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہو گیا تو جو لیا ہی عمرو کا ہی زید کا
ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اوسکا ایک لڑکا ہوا تب زید نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہی بعد اوسکے دوسرا لڑکا ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا
کہ یہ میرا ہی اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی ادا بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہر گئی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے
یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دیگا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اوس لونڈی کو دیدیگا صحیح ہوگا تو اگر

عمرو نے اوس لونڈی سے صحبت نہین کی بلکہ اوسکو مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ
لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو
مین سے کسینے اوسکو آزاد کر دیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے
شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگا لونڈی سے حصول کر لیوے ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا
اور دوسرے نے اوسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اوسکا الٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر
کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونون صورتون مین اور پہلی صورت مین صرف
یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے ف اس مقام کی اصل مین طول کلیا ہے جسنے اوسکو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنیکے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک
حکم نہ کرے ف اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کر دیوے کذا فی الاصل
ص اور جو اوسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کر دیوے ف یہ امام ابو حنیفہ اور
محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک اوسپر دو قسطین نہ چڑھین کذا فی الاصل و دلیل امام ابو یوسف
کی قول ہے حضرت علی کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکی وہ جو مروی ہے ابن عمر سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہو گئی ایک قسط ادا کرنے
سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے ص اور عقد کتابت کو
حاکم فسخ کرے بطلب مولی اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کر سکتا
ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہو گیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا
ہو جاویگا تو اگر مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے اوسقدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور
اوسکے ترکے مین سے بدل کتابت ادا کر کے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا
وہ اوسکے وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو یا اونکو خرید ہووے یا اوسکے ساتھ
مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ف اور شافعی کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی
دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی کی قول زید
ابن ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی اور اصل مین دلیل دونونکی بالتفصیل مذکور ہے ص اور جو اسقدر مال
چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور جب
قسطین ادا کر دیگی تو اونکا اور اونکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت مین خریدا تھا اونکو یہ حکم ہے
کہ اگر بدل کتابت نقد دیدے تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاوینگی ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اونکا بھی حکم مثل اوسی اولاد
کے ہے جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے ص تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اوسکا ہووے عورت حرہ سے اور اسقدر

قرض کسی پر چھوڑ گیا کہ اوسکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم
مان کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی مان کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولا مین
نزاع کرین اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوٰۃ لیکر مولی کو بدل کتابت مین ادا
کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال رہیگا ف اگرچہ مولی مصرف زکوٰۃ کا نہو لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر
اوسنے لیکر مولی کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہے اور غنی کو
زکوٰۃ لینا درست نہین ہے باینہمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اوسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام
نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے
کذا فی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر نہتھی اوسنے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ایک مکاتب نے
جنایت کی پھر حکم نہین کیا گیا ساتھ موجب جنایت کی اور عاجز ہوگیا تو اب مولی کو اختیار ہوجاتا ہے اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت
کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاوے گا اور کتابت مالک
کے مرجانے سے فسخ نہین ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثون کو حسب دستور اقساط ادا کیے تو اگر بعض وارث اوسکو
آزاد کر دین تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کر دیوین تو مفت آزاد ہوجاویگا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے

ص کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہے ولا نام اوس ترکہ کا ہے جسکا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے کسی شخص کے اپنی ملک مین یا بسبب عقد موالاۃ کے
تو ولا دو قسم ہے ایک ولاء عتاقہ دوسرا ولاء موالات تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع
سے اوسکے مثل کتابت و تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم کے محرم کے مالک ہوجانے کی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولا اوسکی
مولی کو ملیگی اگرچہ ولا نہ ملنے کی شرط ہوگئی ہو ف اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل
ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہین تو انکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی
یون ہے کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرکے اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کر دیوے بعد اوسکے مولی
پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اوسکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
کہ ولا اوسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور فرمایا آپ نے کہ مولی قوم کا قوم مین ہے اور حلیف انکا بھی اونسے
قوم مین ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اور حضرت حمزہ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ
گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہ کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے
اور حاکم نے مستدرک مین ص جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے
سے کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نہ ملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کر دیوے ف
دلیل اسکی اصل مین مسطور ہے ص یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی تو آئمین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ہووے البتہ اگر وہ
لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملے گی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کر دیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

اپنی قوم کیطرف کھینچ لیگا **ف** یعنی اب اگر وہ بچہ مریگا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولا اوسکی موالی اب کو ملیگی اسواسطے کہ ولا بمنزلہ نسب کے ہی اور نسب آباء کیطرف ہوتا ہی تو اسیطرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک اینایت ہی مثل اینایت نسب کے نہین بیع کی جاتی ہی اور نہ ہبہ کی جاتی ہی روایت کیا اوسکو شافعیؒ نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حاکم نے **ص** ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عرب نے آزاد کیا تھا اب اوسکا بچہ پیدا ہوا تو ولا اوسکے بچے کی مان کے مولی کو ملیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کے مولی کو ملیگی اور مولی عتاقہ عصبہ ہی سببی اور عصبات نسبی **ف** جیسے باپ بیٹا وغیرہ **ص** مقدم ہین اوسپر اور وہ مقدم ہین ذوی الارحام پر **ف** یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچے گا لیلیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کل مال لے لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نچھوڑیگا تو مال اوسکا تجھے ملیگا روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور بھی روایت کی عبد الرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث ولاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہین ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کرین تو بیچ مین عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ بیٹا اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹون کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہین مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہی ذوی الارحام پر یعنی اون وارثون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور اونکی نسبت میت کیطرف میں عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** تو اگر مولی مرجاوے بعد اوسکے وہ غلام آزاد مرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتون کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین جیسا حدیث مین آیا ہی **ف** پوری حدیث یون ہی کہ عورتون کو ولا نہین ہی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کرین یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کرین یا اونکا مدبر مدبر کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی

ص فصل ولاء موالات کے بیان مین

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نو مسلم نے اوس شخص کو مولی کیا کہ نو مسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکے مال کا وارث ہووے اور اگر وہ نو مسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہی اس صورت مین اگر وہ نو مسلم مریگا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے اگر قصور ہو جاوے جنایت کے تاوان دیگا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہی اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالاۃ مین اوتری ہی اور روایت کی ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہی اوس شخص مین کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپ نے وہ شخص جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہی اوس نو مسلم کا حیات اور ممات مین ہدایہ **ص** لیکن مولی الموالاۃ اوس صورت مین وارث ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام مین سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف سے تا اوان جنایت کا نہین دیا ہی تو اوسکو درست ہی کہ اوسکو چھوڑکر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بناوے وقت ہونے مولی موالات اول سکے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسیکو مولی الموالاۃ بناوے ف اسواسطے کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہی اور ولاء موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہو اور دوسرے وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہ ہووے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون کے ہوتے غیر کیسے وارث ہوسکتا ہی کذا فی الاصل انتہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہی جسکو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہی ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کردیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کردیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہوجانا عام ہی فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہوجاتی ہی لیکن اختیار صحیح رہتا ہی اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہی اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہی تحقیق اسکی یہ ہی کہ رضا کے مقابلے مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلے مین جبر ہی تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار موجود ہی ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہی کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہی اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ناسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روکتی ہی بلند مکان سے گر جانے یا آگ مین پڑنے سے در صورت گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن اختیار ضروری ہی جو جبر سے قریب ہی اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار ہی یا زر رہنے کا مظنہ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہی اسلیے کہ انسان دسیر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہی باوصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہی ملجی او غیر ملجی مین اسواسطے پائی جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل ص اکراہ کی شرطین یہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہی برابر ہی کہ وہ بادشاہ ہو یا چور رہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کرواوے اوسکے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہی اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور امام اعظم سے ایک روایت ہی کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کرسکتا تو شاید یہ قول اونکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے ف والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہین ہدایہ ص دوسری یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اسبات کا کہ مکرہ اوسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہی تیسری یہ کہ وہ امر جسکا مکرہ خوف دلاتا ہی ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم واندوہ کو موجب ہووے جاوے کہ اوسکی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیے کہ یہ غم امر مختلف ہی باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اونکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہین ہوتا تو اونکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

درجے اندوہ اور ملال ہوتا ہو تو اونکے حق مین اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہو کذا فی الاصل ص جو چیز کہ مکرہ اوس
کام کے کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہو رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچ ڈالنے یا تلف کرنے مین یا اپنے
غلام آزاد کرنے مین یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے مین یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب
پینے یا زنا کرنے مین تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید پر بخلاف ضرب خفیف اور
حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسی قدر کافی ہو در مختار ص یہان تک کہ اوسنے اس جبر کے
سبب سے اپنا مال بیچ ڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار
ہو کہ ان عقود کو فسخ کر ڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہو گا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہو گا اسی طرح
ساقط نہو گا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہو جانے سے یا مبیع مین زیادت ہو جانے سے
در مختار ص یا اونکو نافذ کر دیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہین گے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے
مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل (یعنی جائز لازم ۱۲ منہ) اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہو اپنے قبضے مین کر کے
آزاد کر دیوے تو اعتاق اوسکا صحیح ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات بھی جنکا
نقض نہین ہو سکتا وہ سب صحیح ہو جاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ در مختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس
چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہو گئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہو گی بلکہ
بائع اگر اوسکے پاس وہ ثمن باقی رہے تو پھیر سکتا ہو ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اوسپر تاوان کچھ نہو گا اسلیے
کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شی کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اوسکو خریدا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری
پاس تلف ہو گئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہو کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول
کرے خواہ اوس شخص سے جسنے اوسپر جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کر لیوے
اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہو گی نافذ ہو گی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی
ہو گی ف یہان پر دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہو کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے
اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی
کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان
کے بعد کی خریداری جائز ہو گی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوینگی اور مصنف نے
ان دونون مسئلون کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر
یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزون کا تناول درست نہین ف اسواسطے کہ یہ
اکراہ غیر ملجی ہو تو اسمین ضرورت نہین اور یہ چیزین مستثنیٰ ہین حرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ
اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہو ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہی اور یہان ضرورت واقع ہو اور
ان چیزون کی حرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنیٰ ہو فرمایا اللہ تعالے نے إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ

الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا اوپر تمھارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو جیسے بیکل ہوجانے والا اور نہ تجاوز کرنے والا سو نہین ہے گناہ اوپر اوسکے **ص** سو اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہوگیا اور ان چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار رہوگا جیسے حالت شدت بھوک مین **ف** اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ لانے کے لیے یا مسائلہ معلوم ہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا درمختار **ص** اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دل مین اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے **ف** اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہے دلیل اسمین قول ہے اللہ تعالی کا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے انکے باپ عمار بن یاسر کو پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہان تک کہ برا کہوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتون کی تو جب آئے عمار حضرت کے پاس سو ذکر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کہ کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دل مین ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی درمختار مین ہے کہ اگر توریہ کا خیال اسکو آیا اور اسنے توریہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہوجاویگی اور جو اوسکے دل مین توریہ کا بالکل خیال نہ آیا اور دل مین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی **ص** اور جو زبان سے بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہوجاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت نہین ہے **ف** اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیبؓ دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہان تک کہ سولی دیگئی تو نام اونکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء رکھا کذا فی الاکمل والطحطاویہ **ص** اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر **ف** یا ذمی کے مال تلف کرنے پر **ص** تو اوسکو جائز ہے کہ تلف کرڈالے **ف** اور اگر تلف نکریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا درمختار **ص** اور صاحب مال تاوان اوسکا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کرڈالنے پر **ف** یا اوسکے کسی عضو کاٹنے پر یا گالا اوسکے مارڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا زنا کرنے پر **ص** تو اوسکو رخصت نہین ہے کہ ان کامون کو کرے بلا تہمہ اگر اوسنے قتل کرڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ بالفتح پر **ف** اور زفرؒ کے نزدیک مکرہ بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی پر نہوگا کذا فی الاکمل اور دلیل سبکی اصل مین مذکور ہے اور اگر اوسنے زنا کی تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ زانی ماہور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہوجاتے درمختار **ص** صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا **ف** اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہوجاتے ہین اکراہ سے جیسے ہزل اور خوشی طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہین ہوتے کذا فی الاکمل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے **ص** تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسنے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمی **ف** ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو ورص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہو کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہو ویلے اور جو وطی کر چکا ہو وے تو کچھ پھیر نہین سکتا ف اسلیے کہ مہر اوسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسیطرح عتاق مین قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور صحیح ہے نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلا اور رجوع ایلا سے حالت اکراہ مین اور صحیح ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنی زبردستی سے اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا تو اوسکو قتل نہ کرینگے جیسے اور مرتد کو قتل کرتے ہین اسواسطے کہ اوسکے اسلام مین شبہہ ہے کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اس لیے صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا مین اس بات کا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ کہین وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہین ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابن عمر سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین مین یون ہے کہ حکم ہوا قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ وہ شہادت دین اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کرین نماز کو اور ادا کرین زکوۃ کو تو جب انھون نے ان کامون کو کیا بچالیا انھون نے مجھسے اپنے خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب انکا اللہ پر ہے انتہی ص صحیح نہین حالت اکراہ مین معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دیدینے یا دوسری عورت سے نکاح کر لینے کی تو یہ اکراہ نہین ہے اس صورت مین ہبہ مہر نافذ ہوگا اسیطرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہے اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا در مختار ص یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہوجانا تو اوسکی زوجہ بائن نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ مین تو اوسپر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے تو حد ساقط ہو جاویگی ف یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑیگی جیسا اوپر گذر چکا

ص کتاب الحجر

حجر کہتے ہین تصرف قولی کے نفاذ کو روکدینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہین جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر مین صرف تصرف قولی نافذ نہین ہوتا نہ تصرفات فعلی جو افعال جوارح ہین چنانچہ اگر صبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون مین کذا فی الاکل ص حجر کے سبب تین ہین ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پنے کی تو صحیح نہین ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ عقلا نہو سکین مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہے جسکے کلمات مختلط ہون یعنی کبھی کلام اوسکا بطور عقلا کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اوسکو معتوہ بھی کہتے ہین اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الاکل ص اور عتاق اون دونو کا اور اقرار اونکا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر نہ اوسکے مالک کے حق مین تو اگر غلام محجور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اوپر تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم

کیا جاویگا جو شخص ان تینون مین سے **ف** یعنی عبد اور صبی اور مجنون **ص** کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اور وہ اوس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہیگا اوسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا **ف** مجنون سے یہان وہ مجنون مراد ہے جو بیع و شرا کو جانتا ہے اور اوسکا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اوسکے مفسدہ سے ممتاز نہین کرسکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کیطرف سے وکیل ہوسکتا ہے اور عقد مین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس مین محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل **ص** اور جو کوئی چیز تلف کر دیوین تو ضمان دینگے **ف** اسلیے کہ افعال مین محجور نہین ہین جیساکہ گذرا برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل **ص** اور حجر نہین کیا جاویگا جو شخص حر مکلف ہو بسبب سفاہت کے **ف** سفاہت سے مراد اسراف مال ہے اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر **ص** یا فسق کے یا قرض کے **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک سفیہ پر حجر ہوسکتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہووین تو قاضی اوسکو مجبور کرے اور اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون امام صاحب کے نزدیک محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا مال گواہون سے ثابت ہو جاوے تو مقر لہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہوسکتا ہے واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار **ص** البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر **ف** مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اوس سے زکوۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے **ص** اور طبیب جاہل پر **ف** طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا ہے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہووے یا نجانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اوس کا ضرر دور نکرسکتا ہووے کذا فی الطحطاوی **ص** اور مکاری مفلس پر **ف** یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دیسکے تب کرایہ دار اپنے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے طحطاوی **ص** اور جو صغیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف ہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاوے یہان تک کہ پچیس ۲۵ برس کو پہونچے **ف** دُرر مین ہے کہ پچیس ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رض سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ پچیس برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس ۲۵ برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ پچیس ۲۵ برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہی دادا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی بارہ ۱۲ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ ۶ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ ۱۲ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ ۶ مہینے مین اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ برس کے سن مین نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس برس ہے کذا فی الاصل **ص** تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس ۲۵ برس کے مال اوسکا اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

ہے اور ہوشیار ہووے شخص آتا اور اگر مدیون ہووے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دین کے لیئے بیچے اور جو اوسکے مال مین روپے یا اشرفیان ہووین اور قرض بھی روپے یا اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اوسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہووین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچڈالنا بغیر اوسکے امر کے واسطے اوسکے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرتا تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصون کے ادا کر دیوے **ف** اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے در مختار **ص** ایک شخص مفلس ہوگیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہے جو اوسنے خریدی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اوسکا بائع اور قرضخواہون کے ساتھ مساوی ہے **ف** یعنی وہ چیز بیچکر اوسکا حصہ رسد اوسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہون کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دیدیگا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہے اسلیئے کہ جب تک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے **ف** اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایہ مین معتبر نہین اور اسیطرح ہنسلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ہے بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی **ص** پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین رح کے نزدیک جب تک دونون پندرہ برس پورے کے نہو جاوین **ف** یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہو جاوین تو اونکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ یہ علامات ظاہر نہووین اسی پر فتوی ہے اسلیئے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہو گئی ہین در مختار **ص** اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیئے بارہ برس اور دختر کے لیئے نو برس ہے تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوئے اور انھون نے کہا کہ ہم بالغ ہوگئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور وہ دونون مثل بالغ کے حکما ہونگے **ف** جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلا بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور شرح ہدایہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوین بدون قسم کے

ص کتاب الماذون

اذن کہتے ہین حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کر دینے کو **ف** جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب بسبب غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہوگیا تو حق مولی نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل **ص** تو جب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کیلیئے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن

اوسکی مولی سے طلب نہکیجاویگی اسلیے کہ اوسنے اپنے لیے خریدی ہو برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہو اسواسطے
کہ اوسنے موکل کے لیے خریدا ہو اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک دن کیلیے تو وہ
ماذون رہیگا جبتک مولی اوسپر حجر نکرے اسیطرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا بخلاف وکالت کے ۱۲ پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا
اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا **ف** مراد یہ ہو کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا تمام
انواع مین عام ہوجاویگا اسیطرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے بخلاف شافعی کے ۱۲ تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا
اسیطرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اوس صورت کے کہ مولی نے ایک شی معین کے خرید کی اجازت دی کہ یہ اذن
نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہو کذا فی الاصل **ص** اور ثابت ہوتا ہو اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولی اوسکو
خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہو ہمارے نزدیک اور اسمین خلاف زفر اور شافعی رح کا ہو اور ماذون ہوتا ہو دفع غرور
کے لیے اور صراحت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہو مگر
صاحبین کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہین بالاتفاق ۱۲ اور خرید و فروخت مین وکیل کرے بخلاف شافعی کے ۱۲ اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ
اور مساقاۃ اور مزارعت لیوے اور بیج بونیکے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت دیوے
اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئین بھی کرایہ مین دیوے نہ شافعی رح کے
نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا
دیوے اگر عیب نکلے مبیع مین موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نکرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکرے اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اوسمین بھی تحصیل مال ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہو کہ وہ داخل تجارت نہین اور
نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہو اور عورت کو درست ہو کہ اپنے خاوند کے گھر
مین سے ایک شی قلیل خدا کی راہ مین دیوے **ف** یہ مسالہ اگرچہ اس باب سے نہین ہے لیکن اوسکو مناسبت ذکر کیا اسلیے کہ عورت بھی اسقدر
صدقے کے لیے ماذون ہو عادۃ کذا فی الاصل **ص** جو دین عبد ماذون پر واجب ہو تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور
یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم مین ہو جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جسکا ماذون نے انکار کیا اور وہ مہر جو
واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا واسطے دین کے اور اوسکی
ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہون کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی
گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کرلیا تھا **ف** یہ ہمارا مذہب ہو اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا بلکہ
اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہو جو حاصل نتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اوسکو
حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق مین تو متعلق ہوگا اوسکے رقبہ سے تا لوگون کو ضرر نہووے **ص**
لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولی نے اوس سے لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کسب اور
ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونے کے بعد کیا جاویگا **ف** اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا اور مختار
ص مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہو **ف** اگرچہ

قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والون کو نقصان ہووے **ص** اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجبور ہو جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجبور نہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اسواسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہین اور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اسلیے کہ مولی ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہوگا اور جب اوسکو اذن صریح دیا تو اوس سے دلالت حجر فوت ہو جاویگی اور یا مولی مر جاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے **ف** محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی **ص** یا مولی ارتداد کر مین مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والون کو اسکی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرور کے آدمیون سے تو ان سب صورتون مین وہ غلام مجبور ہو جاوے گا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نہوگی اور جو مدبر کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہون کو دینا ہوگی **ف** یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت مین اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے ان تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل **ص** اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اوسکے اوسنے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانتاً یا غصباً ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحبؒ کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل **ص** اگر اوس غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اوسکی ذات و مال کو محیط ہووے تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہوگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحبؒ کہتے ہین کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کیطرف سے ثابت ہوتی ہے جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور مانحن فیہ مین مال غلام کے حوائج سے فارغ نہین ہے کذا فی الاصل **ص** تو ایسی صورت مین اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہوگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان قرضخواہون کو دیگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے **ف** یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے اسلیے کہ اس صورت مین مولی اجنبی ہے اوسکے مال مین اور صاحبین کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولی کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولی کو اختیار ہوگا محابات دور کرے یا نقض بیع مین اسلیے کہ دفع ضرر غرما سے اسطرح ہو سکتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہین بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دین محیط نہووے تو بیع ہی ناجائز ہے **ص** تو اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت مین مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی **ف** اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہین لی تو مولی کا حق ذات مبیع مین باطل ہو گیا اور دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اس صورت مین

ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور مولی کا حق ہی کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ
دین محیط ہو یا نہو لیکن مولی اوسکو آزاد کر سکتا ہی اسلیے کہ ملک اوسکی غلام مین باقی ہی اور دین اور قیمت مین سے اوس غلام کے جو کم
ہوگا اوسیقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف
قیمت دیگا قرضخواہون کو اسلیے کہ قرضخواہون کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کر دیا تو قیمت کا
تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جسپر دین محیط تھا
فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کر دیا تو قرضخواہون کو اوسکے اختیار ہی کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اوسکی سے لیوین یا
مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام
بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہون کو اوسنے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہون کا حق پھر غلام سے
متعلق ہوجاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہی تو اب بھی قرضخواہونکو پہنچتا ہی کہ
بیع کو رد کر دیوین اگر اوسکی ثمن اونکو نہ پہنچی ہو اور جو پہنچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سے کچھ کمی ہووے تو بیع رد نہین کر سکتے اور جو کمی
ہووے تو کمی مٹا دیجاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین
کر سکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک خصومت کر سکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اوسنے کہا کہ مین فلان کا
غلام ہون اور اوسنے مجھے اذن دیا ہی تجارت مین اور وہ خرید و فروخت کرتا ہی تو وہ ماذون سمجھا جاویگا [illegible]
وجہ سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہوجاویگا تو وہ قرضہ کے لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا
ف اسلیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہین کیا اذن کا تو دین اوسکے حق مین ظاہر نہوا اور معاملہ کرنے والون نے نقصان اوٹھایا
اسلیے کہ انھون نے ظاہر حال پر بھروسا کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل **ص** نابالغ کا تصرف اگر محض
نافع ہو **ف** یعنی کسیطرح کا ضرر اوس مین نہووے **ص** جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن ولی کے **ف** اگر وہ
صبی عقل رکھتا ہی تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہی اور شافعی رح کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ بہت صحابہ کرام
حالت نابالغی مین مسلمان ہوے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمام نے کہ اخراج کیا بخاری نے
تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے
کہ حضرت علی رض ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت
علی رض کے سپرد کیا روز بدر اور اونکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اور بر شرط شیخین کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہی اسبات
پر کہ حضرت علی رض سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہی حضرت علی رض سے یہ **شعر** سبقتکم الی الاسلام
طرا + غلاما ما بلغت اوان حلم ؛ یعنی سابق ہوا مین تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن احتلام
کو نہین پہنچا تھا روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین **ص** اور جو محض ضرر
یعنی نقصان دنیا پہنچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق **ف** اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ **ص**
تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہی جیسے بیع اور شرا تو وہ موقوف رہیگا

ولی کے اذن پر **ف** اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو بمال اور حکم اوسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا **ص** نابالغ کے تصرف صحیح ہونگے اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شراء کو ملک مین لانے والا اور ولی نابالغ کا پہلے اوسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہو تو باپ نے جسکو وصی کیا ہووے **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی ور مختار **ص** پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا اگرچہ اوپر کا ہو وے پھر دادا کا وصی **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی ور مختار **ص** پھر قاضی یا اوسکا وصی **ف** اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اوسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اسلیے کہتے ہین کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہے اور اوسنے وصی کیا اسکو کذا فی الاصل اور سوائے ان یا اوسکے وصی مال مین تصرف نہین کرسکتے اسیطرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی **ص** اگر صبی ماذون نے اپنی کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسیطرح اگر اپنے مورث کے متروکہ کے مال مین اقرار کیا اور امام اعظم سے ایک روایت ہے کہ صحیح نہین ارث مین

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین غصب شرع مین عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کردیوے **ف** تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہے اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہے اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کردیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی رح کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہے ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اوس فعل مین ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اسپر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہین مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہووے اور اسی سبب سے غصب عقار مین اختلاف ہے اور آگے اوسکا ذکر آویگا اور اونھین مسائل مین سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا **ف** اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضہ مالک کا ہوگیا اور تیسری صورت مین فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل اوسمین ایسا نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دور کردینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہوجاوین اور کسی کو کپڑے پہننا یہان تک کہ دوسرا اوسکا واسطے دکھانے کے لیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہے اور شافعی رح کے نزدیک غصب ہے اور ان دونون

بسبب عدم قبضہ غاصب ۱۲

مسالون کی تفریع مستقیم نہین ہی اسلیے کہ اثبات قبضۂ ناحق یہان مفقود ہی چہ اکہ اور قید تعریف غصب مین لگانا ضرور ہی کہ
اس مال کا لے لینا بطور اخفا نہووے تا کہ چوری نکلجاوے کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہی کہ غاصب گنہگار ہوتا ہی
اگر اوسکو معلوم ہووے کہ شی مغصوب غیر کا مال ہی ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور رد عین درصورت
بقا ہر طرح واجب ہی طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک
بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقون زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین
ہی کہ ساتون زمین تک دھسایا جاویگا اور امام احمدؒ نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے ایک
بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر تک پھر طوق
ڈالے گا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہی
کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہی تو اوسکا پھیر دینا
لازم ہی اور درصورت تلف ہو جانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابوداود ترمذی نسائی
ابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہی وہ چیز جو اوسنے لے لی
ہی یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی کسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی
کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اوسکو روایت کیا اوسکو
ابوداود اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابوداود و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو
شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہی اوسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہی جیسے وہ چیزین
جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ وغیرہ
اصل مین یہان تفصیل وتحقیق ہی ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار ص
اوسکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمدؒ کے نزدیک جو قیمت اوس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام
ابویوسفؒ کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہی کہ قول امام ابوحنیفہؒ کا صحیح ہی اور تحفہ مین ہی کہ وہ قول
صحیح ہی اور نہایہ مین ابویوسفؒ کے قول کو مختار کہا ہی اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمدؒ کے قول کو مفتی بہ لکھا ہی طحطاوی اور دلائل
سب کے اصل مین مذکور ہین ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین
مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسیطرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے
ہوں یا تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ بجنس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت
دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہے کہ شی مغصوب میرے پاس تلف ہو گئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہو جاوے
یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض برای
حاکم ہی تبیین ص پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شی مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

دربیان ضمان مغصوب

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ مینے مالک کو پھیر دی اوسکے پاس تلف ہوئی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے **ص** اور غصب کی شرط یہ ہی کہ شی مغصوب اموال منقولہ مین سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار **ف** یعنی مال غیر منقول جیسا کہ گھر زمین غیرہ **ص** غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا **ف** آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا **ص** تو غاصب ضامن نہوگا شیخین کے نزدیک اور محمد رح کے نزدیک ضامن ہوگا **ف** اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسیپر فتوی ہی درمختار اور دلائل سب کے اصل مین مرقوم ہین **ص** اور اگر اوس زمین کو کوئی نقصان ہو گیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان گر گیا یا اوسکی کاشتکاری سے زمین مین نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا **ف** باجماع سب علما کے **ص** جیسے منقول مین نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کرکے اوسکو مزدوری مین لگایا اور اسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہو گیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا **ف** اگر مثلاً باغ غصب کرکے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا درمختار **ص** غاصب نے اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی پس دیدیوے **ف** یعنی فقرا کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف مین نلاوے **ص** اسیطرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار مین تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہووے **ف** یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہووے **ص** یا امانت کے یا غصب کے روپیون کے بدلے مین کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیے اور اوسمین نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدنے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے مین خریدا اور اوا اور روپے دیے یا خریدا اور روپیون کے بدلے مین یا مطلق روپیون کے بدلے مین خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہین اور اسپر فتوی ہی **ف** اور قول مختار یہ ہی کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہین ہی اگرچہ بعد ادا ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہی چنانچہ فتاوای نوازل مین ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال مین حلال ہی جب جنس مختلف ہووے درمختار **ص** اگر غاصب نے ایک شی کو غصب کرکے اوسمین ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع **ف** یعنی اکثر مقاصد اوسکے **ص** فوت ہو گئے **ف** جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اوسکو یا بھونا اوسکو یا گیہون کو غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا کہ نام اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسہ و گھنگنیان وغیرہ فوت ہو گئے **ص** تو غاصب پر تاوان اوسکا واجب ہو گیا اور غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا اوس شی سے درست نہین ہی **ف** اور جب تاوان اوسکا دیدیا یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اوس سے تاوان لے لیوے تو درست ہی **ص** مثال اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہون غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت مین بو دیا یا لوہا غصب کرکے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کرکے اوسکے برتن بنالیے یا ساگوان یا اینٹ غصب کرکے اوسکی عمارت بنوالی یہ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک ہی کہ اوسکی صنعت متقومہ نے گردانا حق مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعی رح کے نزدیک حق مالک کا اوس سے منقطع نہین ہوگا اسلیے کہ عین باقی ہی اور نہین اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اسواسطے کہ وہ ممنوع ہی پس نہوگا سبب ملک کا **ف** بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس

سا گوان کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اوسکو بیچکر ثمن اوسکی دلا دیجاوے قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہی کہ ضرر شدید کو دفع کرینگے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا درمختار **ص** اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اوسکا مالک ہوگا بلکہ یہ چیزین مالک کو دیدیجاوینگی اور غاصب کو کچھہ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہی کہ اوس بکری کو غاصب کو دیکر قیمت اوس سے لیوے یا بکری لیلیوے اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھرے یہی حکم ہی اگر غاصب کپڑے کو اسقدر پھاڑ ڈالے کہ کچھہ منفعت فوت ہوجاوے اور کچھہ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اوٹھانیکے قابل نہ رہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین مین عمارت بنائی یا درخت لگائے بغیر اذن مالک کے درمختار **ص** تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اوکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے **ف** اگر قیمت زمین کی عمارت و درخت سے زیادہ ہووے اور یہی صحیح کا قول ہی اور ظاہر الروایۃ مین ہر طرح اوکھیڑنے کا حکم ہی اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی درخت ظالم کو کچھہ حق روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے سعید بن زید سے **ص** اور اگر درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اوس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہی کہ غاصب کو قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اوس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے ساتھہ بھی لگا دینگے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا **ف** دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اوسمین درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت مین سے اوسکی اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کرکے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہی تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل **ص** اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کرکے اوسکو گھی مین ملایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اوسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ سفید کپڑے کی قیمت لیلیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھہ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھہ کپڑے کی قیمت نہین بڑھتی بلکہ نقص ہو جاتا ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہی **مسائل ملحقہ** اگر روپیہ غصب کرکے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین مین زائل نہوگا اگر چاندی سونا غصب کرکے اوسکے روپیہ یا اشرفی بنالے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھہ نہ دیگا مالک کو اختیار ہی کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصب سے کچھہ اول سے اور کچھہ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود لی پھر اوسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتون پر ہی اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہی اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہی دوسرے کے مال مین تصرف جائز نہین مگر چند مسائل مین ایک الدکو

اپنے ولد کے مال مین دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال مین بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے
مُودَع کو درست ہی کہ مودع بالکسر کے مال مین سے اوسکے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مُودِع بالکسر کے دیوے
جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہان ممکن نہووے چوتھے حالت مسافرت مین اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب
بیچنا اور اوسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہی اور ان پر تاوان نہین ہی کذا فی الدر المختار والاشباہ

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان مین

غاصب نے شی مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شی کا مالک ہوجاویگا ف اور امام
شافعی رح کے نزدیک نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل انکی اور ہماری اصل مین مذکور ہی تو غاصب اوسکی کمائیون کا بھی مالک
ہوجاویگا نہ اوسکی اولاد کا در مختار ص قیمت مغصوب غائب مین اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک
زیادتی قیمت گواہون سے ثابت نکرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب
گواہ مقبول نہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نکی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہی تو غاصب جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو
بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو
نہین در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اوسکے وہ شی بھی پیدا ہوئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس
قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہی کہ اپنی شی لے لیوے اور قیمت غاصب
کو واپس کردیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہون سے ثابت کی تھی یا
نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی مغصوبہ کو بیع کردیا بعد
اوسکے اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے خواہ متصل ہون جیسے
غلام مغصوب موٹا ہوجاوے یا حسین ہوجاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوسکا تاوان
نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے ندیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی رح کے نزدیک انکا
ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور
بچے سے اوسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوبہ لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو
پھیردی اور وہ حاملہ تھی بعد اوسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا بخلاف عورت حرہ کے
ف کہ اگر اوس سے زنا کرکے حالت حمل مین پھیردیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہین ہی کہ
اوسمین غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہی کہ غاصب شی مغصوب سے منفعت
اوٹھاوے مثلاً مکان مین سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہی باجماع مثل دونون صور تونمین اور
امام مالک رح کے نزدیک مضمون ہی اگر اوس سے پورا نفع لیا ورنہ نہین کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب
یا سور تلف کردیا تو اوسپر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی کی شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک لازم
نہوگا اسلیے کہ ذمی تابع مسلم کا ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ وہ چھوڑا گیا ہی اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرے

سرکہ بناڈالا اوس طور سے جسمین کچھ دام خرچ نہین ہوتے جیسے دھوپ مین رکھ کے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس
چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ ہے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف
کر ڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہوجاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا **ف** یہ مذہب
امام ابوحنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اوسکو لے لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل **ص** اگر
کھال کی دباغت مصالح لگاکر کی جیسے قرظ یا مازو ہے تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے
تو ضامن نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہو اور امام صاحب کی دلیل کا فرق
اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے **ص** جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑ دالے **ف** جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ کے
تو اوسپر تاوان لازم ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ
لازم ہے جو اوسکی قیمت قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار ہے تو اوسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان آویگا **ص** اور جو طبل غازیون کا
ہے یا دف وہ ہے جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا ... **ف** سکر نام
ہے کچے پانی کا کھجور کے ... اور انگور کا جسکا نصف ... پکایا ہو ... سے ... بیان اوسکا
کتاب الاشربہ مین آویگا **ص** ... تو تاوان اوسکا دینا ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک ... گانے والی لونڈی ...
لڑائی کا اور کبوتر اوڑنیوالا اور مرغ لڑنیوالا اور خصی غلام کہ ان سب چیزون کی قیمت تلف کرنے سے واجب ہوگی جو اونکی
قیمت نفس الامر مین ہو قطع نظر صنعت معصیت سے ورنہ **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر ہلاک
ہوگئی تو اوسپر تاوان لازم نہ آویگا بخلاف مدبرہ کے اور صاحبین کے نزدیک دونون کا تاوان لازم ہوگا اسلیے کہ دونون متقوم ہین اور
امام صاحب کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ ام ولد جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا قید سے کھول دی یا جانور کی رسی یا
اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندے کا کھولدیا اور یہ چیزین جاتی رہین یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہو اور
حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنیکے وہ ستمگر رکتا نہین ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اوسکے کہنے سے
باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے
اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اوسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو
ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے
واسطے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا اسلیے کہ اسمین توسط فعل فاعل مختار کا ہے اور صورت
کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمد کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخین کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام
محمد فرماتے ہین کہ ان حیوانون مین بھاگنا خلقی ہے **مسائل ملحقہ بہ مترجم** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لیکر پی تو مسلمان پر قیمت
اوس شراب کی واجب ہوگی تاوان حکم کرنیوالے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنیوالے پر ہے اگر کہین ایک سلطان دوسرے باپ ... مولی جیسا موصی
یا عبد ہو اگر چور نے ... مین سے ایک فرد تلف کردے تو فرد باقی بھی اوسیکو دیگا اور تاوان کل کا ادا کرے ابویوسف نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی
اور اوسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا مضایقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دکانون کو کرایہ لینا بھی درست

نہین اور نماز بھی ہشام کے قول مین مکروہ ہی اور جو لوگ اون دو کاموں مین مغصیت جانکر رہتے ہین اونکی شہادت مقبول نہین در مختار و طحطاوی

ص کتاب الشفعۃ

شفعہ مشتق ہی شفع سے لغت مین جسکے معنی ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین شفعہ عبارت ہی مالک ہونے سے عقار بیع کا جبرًا اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن دامون کو مشتری نے لیا ہی اوسی دامون کو جبرًا اوس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہی شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہی اور مضبوط ہوجاتا ہی گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہی اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اوس عقار کا مالک ہوجاتا ہی مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہی بقدر شفیعون کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ بیت مین تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلًا ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا اور شافعی رح کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ کے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اوس شریک کو ہو نحیا جو ذات مبیع مین شریک ہو پھر جو شریک حقوق مبیع مین شریک ہو مثلًا پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہووے اور مراد پانی کے حصہ اور راہ سے وہ ہین جو مخصوص ہون مثلًا پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہی ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہی تو شفعہ ثابت نہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جسکا ملا ہوا ہو اگر دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو ف اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذ ہو تو وہ شریک ہی حق مبیع مین نہ جار تو جبتک شریک فی المبیع موجود ہی شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچیگا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچیگا لیکن جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہی اور جو اون دونون کے بیچ مین طریق نافذ موجود ہی تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب شفیعون کی اور استحقاق امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور مالک رح اور شافعی رح کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہی ہماری دلیل بہت سے احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہی روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اون دونون کی ایک روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور راوی اوسکے سب معتبر ہین ان احادیث سے استحقاق ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہی خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہی شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہی اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہی

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین شریح سے کہ خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگون سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ رحہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے شریک اول حقدار ہی شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہی اور خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع احق ہی اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہی کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع مین شریک ہی تو اوسکا حق زیادہ ہی بعد اوسکے وہ ہی جو ذات مبیع مین شریک نہووے بلکہ حقوق مین شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے **ص** اور جسکی کڑیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہی **ف** یعنی شریک نہین ہی اسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہی کوچہ غیر نافذہ مین تو اوسکو بھی شفعہ ہی اور اگر کوچہ نافذہ مین ہی تو شفعہ نہین ہی اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہی شفیع یہ نہین کر سکتا کہ عقار مبیعہ سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے در عقار وقف اور اوسکے جوار مین شفعہ نہین ہی در مختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور مین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پونہچے تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ مینے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہی کرخی کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پونہچے اوسیوقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہے گا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہی در مختار مین ہی کہ اسی پر فتویٰ ہی اور اختیار کرخی صحیح ہی اور متون سب اوسی پر ہین **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین **ف** اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اوچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہی گویا شفیع کودتا ہی اور شفعہ طلب کرتا ہی کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کیے عقار پر جاکر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے مین وہ عقار اوسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مین نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تم گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہی جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہان تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نکی تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہی کہ جب شفیع مکے کے راستے مین ہووے اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہے گا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہووین اور نہ کیے تو شفعہ اوس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون

بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین
اور اس طلب مین تاخیر کرنیسے شفعہ باطل نہین ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نکرے تو اوسکا
شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اسی پر فتوی ہی ف اور ظاہر روایت یہ ہی کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر سے
جبتک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی اور جب فتوی ظاہر الروایت
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ص اور جسوقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہی جسکے سبب سے
دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہی ف زیلعی نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہی بلکہ قاضی مدعی سے
اول سوال کرے قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے مین ہی اور اوسکے حدود کیا ہین اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی
کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہین ہی پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہی یا نہین
اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہین جب تک بائع حاضر نہو پھر جب اوسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کرتا ہووے یا وہ اور شخص حق کے سبب سے
محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تونے کیا کیا تھا جب بیع
تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہی طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہی
پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کسکے پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ قریب تھا
اپنے غیر سے یا نہین پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب
مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہی طحطاوی
ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع
گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ تونے دوسرا عقار خرید کیا ہی یا نہین اگر وہ
اقرار کرے خریدنے کا یا نکول کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہی جیسے
شفعہ خلیط تو وہان قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہین ہی اور
جہان مختلف فیہ ہی جیسے شفعہ جوار تو وہان قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح پر کہ واللہ مینے اوس عقار کو نہین خریدا اسلیے کہ اگر
حاصل پر یہان بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجایش ہی کہ شافعیؒ کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی میں
گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کر دیوے ف یہ جب ہی کہ مدعی علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس طلب مواثبت
اور طلب اشہاد کے گواہ نہوں تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا درمختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوے کے
ثمن نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی کے نزدیک ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار
کا روک رکھنا تا حصول ثمن پہونچتا ہی تو اگر شفیع نے ادائے ثمن مین تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع نے وہ عقار

ابھی مشتری کے قبض مین نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا لیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہووے ف اسلیے کہ وہی مالک ہی تو اوسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری کے قبضے مین وہ عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ ثمن ف جب وہ بیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر لیوے برات کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مین اوس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضے مین ہی اور ثمن بائع کو نقد مِل گئی ہی درمختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لاوے تو شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے قول پر ہی ص اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہی تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا معتبر ہوگا ف اور جس صورت مین اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہی اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاویگا اور جو دونون نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لیگا درمختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگا درمختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہی تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت روز خرید اوس چیز کی ہووے درمختار ص تو عقار کی بیع مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو تو شفیع نقد دام دیکر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہی تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور سور کی صورت مین قیمت اوسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر مشتری نے اوس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہی کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونون کی قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہی دیکر اونکو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اوکھاڑ کر لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیرے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اوسکے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اور اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر اوسکو گرا دیا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت اوسی کے ساتھ مع پھل پھول لیے یا جسوقت خریدا اوسوقت درخت پر

پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونون صورتون مین درخت مع پھلون کے لے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا
تو صورت اول مین پھلون کے دام مجرا لیکر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی مین کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ پھل
مشتری نے جسوقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اوسکا چھوڑنا جائز نہین درمختار

ص باب بیان مین اوسکے جسمین شفعہ ہوتا ہی اور جسمین نہین ہوتا اور جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

شفعہ واجب ہوتا ہی قصداً ف یعنی شفعہ قصدیہ واجب ہوتا ہی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین
بھی شفعہ ہو جاتا ہی لیکن بالذات اونمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اونمین شفعہ
واجب نہوگا ص اوس شی غیر منقول مین جو ملک مین آوے عوض کے بدلے مین اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اوسکی
تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان ف عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہان تک کہ اگر مالک نے مکان ایک
شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مین مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہو کہ
شافعی کے نزدیک غیر مقسوم مین شفعہ نہین ہی اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہی اور ہمارے نزدیک شفعہ ہی
کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار مین جب
تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہی اور جو بتبعیت زمین کے بیچے جاوین تو اونمین بھی شفعہ واجب ہی اسی طرح شفعہ نہین
ہی میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اوس گھر مین کہ تقسیم کیا جاوے شرکا مین یا اجرت کے عوض مین دیا جاوے یا بدل مین خلع کے
یا آزادی کے یا بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر مین اگرچہ بعض گھر کے مقابلے مین مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو
مہر مقرر کرکے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایکہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہوگا امام صاحب کے نزدیک
اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعی کا عوض اجرت وغیرہ مین خلاف ہی کذا فی الاصل
ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہی تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا ف پھر اگر
اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اوسوقت طلب کرے قول صحیح مین اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت
طلب کرنا ضرور ہی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی درمختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہی
شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری وسمین عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل
ص اگر بیع کیوقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اوسکے مبیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب بحکم قاضی بائع پاس
پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اسلیے کہ یہ فسخ بیع ہی نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی وہ شی خیار العیب مین بائع
بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولی کے مال مین اور مولی کو اپنے غلام ماذون
مدیون مذکور کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہی اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کے لیے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لیے خریدے
یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہی کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہون اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری کو
یا موکل کو بھی شفعہ پہنچیگا ف مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک ہین ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ

خریدنے کے لیے تو موکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پونہچے گا کذا فی الاصل ص اور اگر مشتری شریک
ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ پونہچے گا اور جو شخص بیچے اصالتًا یا وکالتًا یا کسی طرف
دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اوسکا شفعہ ساقط ہو جاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک بیع
کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کیطرف ملی ہے
ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے
مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض میں اور طول میں جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع
کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پونہچے گا ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نہ تھا
ص ایک حصہ اوس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پونہچے گا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے
واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اوسکی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اوس کل گھر
میں سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہے جیسے ہزاروان حصہ اوس گھر کا نوسو ننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ
کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزاروین حصے میں گھر کے پونہچے گا اور اوسکو بھی وہ نہ لے سکے گا بوجہ گرانی قیمت
اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہین لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک
تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض میں خرید کر کے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے
تو شفیع نہین لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو
یا شریک صورت اسکی یون ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اوسکو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کر کے عوض ہزار روپے زر ثمن
کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہین لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذا
فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین ہے اور محمد کے
نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ میں ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں محمد کے قول پر ف اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اوس
میں حیلہ کرنا انتہائی برائی ہے اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقرا کے حقوق کا جنکو اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے اغنیا کے
مال میں اور داخل ہو جانا ہے زمرے میں اون لوگون کے جنکی برائی اس آیت میں ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ آخر اور عذاب موعود آیہ کریمہ کا مستحق ہونا ہے اور مین کہتا ہون کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع
کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہین تو اسقاط شفعہ حلال نہین ہے
اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایے اوس سے نفع اوٹھاتے ہین لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوسوقت مین
حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبۃ نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ
اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں
کسی عوض پر تو ان سب صورتون میں شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسیطرح اگر شفیع مر جاوے
تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے وارثون کو نہ پونہچے گا اور امام شافعی کے نزدیک وارثون کو حق شفعہ پونہچے گا ف یہ جب ہے کہ شفیع قبل

تقضائے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادائے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملیگا کذا فی الاصل حل اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا ف بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا ص اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس چیز کو جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا حاصل ہو تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا ف الا جب کہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع کو خبر پہونچی کہ مکان مد خریدتا ہے اور اوسنے شفعہ چھوڑ دیا بعد اسکے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے مین بکا کہ قیمت اوسکی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہونچیگا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہونچیگا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب مین اگر اوسکی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین سے نصف زمین بیچڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لے سکتا ہے مسائل ملحقہ ابراے عام سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہے قضاءً نہ دیانةً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعوی ہے اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ مین اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے پہونچا تو بہتر ہے ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جس لڑکے کا کوئی ولی نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے در مختار

ص کتاب القسمة

قسمت کہتے ہین ایک حصہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جدا کردینا اور معین کردینا ف اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکون کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہوجاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کیے جاوینگے در مختار ص جو چیز مثلی ہے تو اوسکی قسمت مین افراز یعنی اپنے حق کا جدا کرلینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اوسمین مبادلہ غالب ہے ف مثلی جیسے گیہون چانول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہے کہ اوسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اوسکی مثل ہے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی مین جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون مین تفاوت بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونون حصون مین بالیقین مماثلت اور مساواة نہین ہے ص تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہے نہ غیر مثلی مین ف اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہے برخلاف غیر مثلی کے در مختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاویگا

متحد الجنس مین ف یہ جواب ہی ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہی کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر
کیا جاتا ہی قسمت پر باوجود اس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہی کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہی لیکن اسمین
معنی افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہی کہ اپنے حصے سے نفع اوٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ
اسکے کبھی مبادلہ مین بھی جبر ہوتا ہی جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے اداے دین مین کذا فی الاصل ص اور
قسمت کرنے والا یعنی قاسم ایسا چاہیے جو بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہی اور جو
اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہی اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک
جس کا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ اجرت دیوے اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہی ملک کی امام صاحب کہتے ہین
کہ اجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہی ایک حصے کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت نہین قلیل و کثیر مین بلکہ کبھی قلیل میز
مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی اسکا اولٹا ہوتا ہی تو اوسکا اعتبار متعذر رہا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی
باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت
کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین کے بقدر حصون کے ہوگی در مختار ص واجب ہی کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت
کو خوب جانتا ہو ف اور عادل امانت دار ہو در مختار ص اور حاکم یہ نکرے کہ قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کرے ف
اسطرح پر کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ
اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے ف ورنہ وہ آپسمین اتفاق کر کے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہی سب
شریکون کی رضامندی سے مگر جب اونمین کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب
ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین ہی کہ ان صورتونمین قسمت لازم نہوگی در مختار ص بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب
یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی در مختار ص و ہی ف یہ جب ہی کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو قسمت
باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہو کر یا اوسکا ولی اجازت نہ دیوے یا غائب حاضر
نہووے در مختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی شرا کا یا مطلق
ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکی شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم
نکیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہانتک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک
تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہی جبتک وہ
اپنی ملک کے گواہ نہ لاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے مورث
کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ بچہ
یا غائب ہی تو عقار کو تقسیم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث
حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصون نے ایک چیز ملکر خریدی اب ایک خریدار
غائب ہی اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اوس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہووے تو قسمت نکی جاویگی ہان شرکا

قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ یاد ہو
اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہو کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی نہ
حصہ قلیل والے کی طلب سے قسمت نہ کی جاویگی **ف** اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین تو وہ نقصان
پونہچانیوالا ہو طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہو یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر شریک
نقصان چاہتا ہو صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہو اور بعضون
نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل در مختار مین ہو کہ اسی قول پر فتوی ہی نقلا عن الخانیہ **ص** اگر
قسمت کرنے سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اون
اسباب اور عروض کی جنکی جنس متحد ہو **ف** مثلا صرف بکریان ہووین یا نرے اونٹ ہووین یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے
ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہون **ف** یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے **ص** یا
غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو **ف** یا کنوان یا چکی یا کتابین در مختار **ص** تو قاضی قسمت نہین کر سکتا
مگر جب سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر **ف** اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی
تقسیم کردیے جاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحب کہتے ہین کہ آدمی آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہو تو مثل اجناس
مختلفہ کے ہوے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات
اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہو تو مساوات قیمت
اوس مین ممکن نہین ہی اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ کتابین تقسیم نہ کی جاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی
مجلد مین ہووے اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ
کتابین لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہو ورنہ جائز نہین در مختار **ص** کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک
ہو یا ایک گھر اور ایک دکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت جداجدا ہوگی **ف** یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیا جاوے اور
دوسرے کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علیحدہ علیحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب گھر ایک شہر مین
ہووین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہر
مین ہین تو بالاتفاق قسمت ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل **ص** اور قسمت کرنے والا شی مقسوم کا نقشہ
کھینچے **ف** قاضی کے دکھانے کے لیے در مختار **ص** اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے **ف** اس
طرح پر کہ اقل سہام کو دیکھکر اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کرلیوے مثلا کمتر سہام ثلث ہو تو شی مقسوم کے تین حصے کرے
اور جو سدس ہو تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس **ص** اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت
مقرر کرے اور ہر حصے کی آمد کی راہ اور پانی جدا کردیوے اور حصون کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے
تو جسکا نام پہلے نکلے اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلے اوسکو دوسرا حصہ دیوے **ف** یعنی قاسم

اوس کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول علیحدہ ہر قرعہ پر لکھے اور جسکا حصہ خشت خام کے بنا دے اور مکان اور سائبانون کو انکے گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب شمال سے مثلاً شروع کرے تو اول حصے کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسیطرح جتنے حصے ہون انکے بعد اوسکے شرکا کے نام قرعہ پر لکھکر ایک ایک چیز پر لکھکر پہلے جسکا نام نکلے اوسکو ابتدائی جانب سے جتنے حصے پہونچتے ہون دیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہون یا کم وبیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقدروپے گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نکیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہی کہ زمین برابر برابر تقسیم کرکے جسکے حصے مین عمارت آئے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہوجاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاوینگے قسمت مین اور امام محمد سے مروی ہی کہ جسکے حصے مین عمارت ہی وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کردیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہو تو کچھ روپے دیوے اسلیے کہ ضرورت اسیقدر مین ہی کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہوگئی اب ایک شریک کی موری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہی اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور موری اوسکی بدل دینگے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد ورفت کی راہ جدا ہو ف اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہی اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہی اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہی اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاوین امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی ف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کرینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصے پانیکا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہی فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور ہدایہ مین ہی کہ دعوی اوسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاوے قاضی خان مین بھی اسکی تائید ہی اور روایت متن کی یہ دلیل ہی کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق پانیکا اقرار کرلیا پھر جب اوسنے خوب سوچا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اوسکے دعوی مین تناقض ہی لیکن تناقض محل خفا مین عفو ہی جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہی ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اونکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصہ پانیکا مقبول ہی ف شیخین کے نزدیک اور محمد اور شافعی کے نزدیک مقبول نہین ہی اسلیے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہی ہم یہ جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہی بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اس بات کی کہ مینے اپنا حصہ سب پالیا ص اور جب ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوسمین سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو حلف دلاوینگے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجکو اسقدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونون

قسم کھاوین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کے عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق دروازہ
مکان کے عرض کے کردیا جاوے اور طول اوسکا بقدر طول دروازے کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے
شرط کرلی کہ مقدار اونکی متفاوت ہے تو جائز ہے درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین
یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک
کی زمین سے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب
مین اس مقام پر تفصیل زیادہ ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو
مہایاۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا ایک اوپر کے مکان مین رہے
اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا دو چھوٹے گھر مین
ایک مین یہ رہے دوسرے مین دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف
مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پیچھے میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کرڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو
ادا کردین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کردیوے یا دین ادا ہو ترکہ اسقدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو
اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہے یہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا
دعوی ہوا تو باطل ہے اگر ایک شریک کے حصے کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبراً اوس درخت کے کاٹنے
پر نہین مجبور کرینگے اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین
تقسیم کردینگے اگر بیشتر عمارت بنانی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہے ورنہ اوسکو منہدم کردینگے اور یہی حکم درخت کا ہے
البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہوجاوے تو نہ گرا دینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کرلین تو درست ہے
جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاوے گی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا
مثل مقبوض ہے شراء فاسد کے اگر مکان مشترک گرگیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کردیوین اور جو قسمت
نہوسکے تو ایک شریک اوسکو بناکر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کرلیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے
ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو بھر لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر
پہنچے درست ہے اسی پر فتوی ہے اور متاخرون نے کہا نہین درست ہے اور اسی پر فتوی ہے درمختار

ص کتاب المزارعۃ

شرع مین مزارعت عبارت ہے اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بشرط بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج
جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اوسکی تہائی زید کو ملے
باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہے ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار
ص امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہے اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف
روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا لفظ موجود ہی ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہی بعوض بیج اوس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہی تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل کرتے چلے آئے ہین اور حاجت ہی طرف اسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداود ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے اور عینی نے ہدایہ مین اسکا جواب دیا ہی کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہی بالجملہ دلیل امام اعظم کی ظاہر حدیث سے قوی ہی اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہی ص لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہی کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہی کہ عاقدین اہل ہون ف یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہی لیکن صبی عاقل اور غلام اذن یافتہ سے درست ہی طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور درمختار مین ہی کہ ہمارے زمانے مین ذکر مدت ضروری نہین اور اسی پر فتوی ہی ص چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کردینا ف یعنی بیج بونے کے لیے کون دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہی درمختار ص پانچوین شرط یہ ہی کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار یا گیہون ص چھٹی شرط یہ ہی کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہین ہی اوسکا حصہ مقرر کردینا ضرور ہی ص ساتوین شرط یہ ہی کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کردی جاوے ف تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا مالک کہے کہ مینے زمین تجکو تسلیم کردی کذا فی الطحطاوی ص آٹھوین شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمین دونون کی شرکت ہووے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے من یا دو من غلہ معین کردیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلان کو ملیگا بعد اوسکے نصفا نصف یا اثلاثا تقسیم کرلینگے مزارعت اس صورت مین اسلیے باطل ہی کہ احتمال ہی کہ سوائے اوس دس من غلے کے اور کچھ پیدا ہووے تو مشارکت منقطع ہوجاویگی پس ضرور ہی کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کردیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہی اسلیے کہ شاید یہی مقام خاص مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہی اوسیقدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے پس مشارکت نرہیگی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہی ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے عشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا ربع یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہووے ادا کرکے باقی بطور شرط کے تقسیم کرلینگے کذا فی الاصل ص یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اسلیے کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہوجاتی ہی اوسمین جو مقصود زراعت ہی یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف ہووے اور بھوسا اوسکا جو صاحب تخم نہین ہی ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسے کا

مستحق وہی ہی جسکے بیج ہین **ص** یا بھوسا نصفا نصف ہوا اور دانہ ایک کا ہو تو **ف** اسلیے کہ مقصود مین شرکت
منقطع ہوجاتی ہو **ص** اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر نہی کیا
تو درست ہو **ف** اسلیے کہ اول صورت مین شرط موافق مقتضا عقد کے ہی کیونکہ بھوسا اوسیکے ملک کی افزایش ہی جسکا تخم ہی
اور دوسری صورت مین مقصود یعنی اناج مین شرکت حاصل ہی تو اس صورت مین کل بھوسا صاحب تخم کو ملیگا اور بعضون
کے نزدیک مشترک رہیگا دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح مزارعت درست ہی اگر تخم اور زمین ایک کی
ہو اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا
اور باطل ہی اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک
کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے
ف کل صورتین یہان سات ہین جسمین سے تین درست ہین اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا اور تفصیل و دلیل اسکی
اصل مین مذکور ہی **ص** جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت
کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوسپر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب
تخم پر جبر نہوگا بیج ڈالنے کے پہلے **ف** اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا درمختار **ص** اور جس صورت مین عقد مزارعت
فاسد ہوجاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہی اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہی تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہو تو
محنت کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمد کے نزدیک جہان تک پہونچے اجرت
مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے **ف** اور جو مزارعت فاسدہ مین کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے
تو زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی درمختار
ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنیوالا زمین کو جوت چکا ہی تو قاضی کے
حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً یعنی فیما بینہ وبین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے **ف** تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک
عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدر المختار **ص** اور باطل ہوجاتی ہی مزارعت
احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہی اگر دین کے سبب سے اوس زمین کی بیع ضرور ہوجاوے **ف** یہ جب ہی کہ کھیتی پیدا
نہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہی کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو
تو زمین کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہی کذا فی الاصل **ص** اور جو مدت مزارعت کی گذر گیی اور کھیت پختہ نہوا
تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہی اور اخراجات اوسکے دونون پر ہونگے بقدر حصون کے
جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلے کو بھوسے سے صاف کرنیکی دونون پر بقدر حصون کے ہوگی
اور جو اسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہوجاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیگا بسبب
رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہی کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہی تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد اوسکے ہی وہ دونون پر ہی موافق حصو کے

ص کتاب المساقاة

مساقات کہتے ہین اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اوسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اوسکے پھلون مین سے
اور مساقات مثل مزارعت کے ہی حکم مین ف یعنی مساقات صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ص اور اختلاف مین ف
یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اور دلائل ہر ایک کے وہی ہین جو کتاب المزارعۃ مین گذر چکے
ص اور شرطون مین ف یعنی جو شرطین مزارعت کی تھین وہی شرطین مساقات کی ہین جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور
عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہین مساقات مین
اور امام شافعی کے نزدیک مساقات جائز ہی اور مزارعت ضمن مین مساقات کے درست ہی اسلیے کہ اصل ان عقود مین مضاربت ہی
اور مساقات بہت مشابہ ہی مضاربت سے اس امر مین کہ دونون مین نفع مین شرکت ہی اور مزارعت مین صرف نفع مین شرکت
جائز نہین یعنی اوس اناج مین جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کل پیداوار مین شرکت چاہیے کذا فی الاصل ص مگر مدت کا ذکر مساقات مین
ضرور نہین ہی اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روی استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہی
کذا فی الاصل ص اور اول بار کے پھل پر واقع ہوگی [illegible] ص [illegible]
[illegible] کہتے ہین اور وہ ایک گھاس ہی کہ جانورون کو کھلایا کرتے ہین تو [illegible]
مدت شرط نہین ہی پس جب تک رہیگی کہ بیج اوسکا [illegible] اسواسطے کہ اوسکے بیج کا لینا [illegible] پھل [illegible]
کہ اکثر اوسمین تخم غیر مقصود ہوتا ہی بلکہ ہر سال مین بیج ساتھ [illegible] کے کاٹی جاتی ہی اور اگر تخم مقصود [illegible]
کے پکنے تک پس جہان تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایک سال تک مساقات رہے کذا فی الاصل ص اگر مساقات مین مدت
بیان کی جسمین پھل نہین پکتا تو فاسد ہوگی اور جو [illegible] کہ کبھی پک جاتا ہی اور کبھی نہین [illegible]
تو اگر اوس میعاد مین پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا [illegible] اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہی مساقات [illegible]
ترکاریون اور بینگن کی جڑون اور کھجور مین اگرچہ اوسمین پھل موجود ہون لیکن پکے نہون اگر پکے ہوے پھل ہون تو مساقات صحیح
نہوگی بسبب حاجت نہونیکے جیسے مزارعت تیار کھیتی مین صحیح نہین ہی اگر احد المتعاقدین مر جاوے [illegible] مساقات کی [illegible] اور
پھل کچے ہون تو عامل یا وارث اوسکے کام کیے جاوین اگرچہ زمین کا مالک یا اوسکے ورثہ خوش نہون اور مساقات نہین فسخ ہوگی
مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اوسکی طرف خوف ہو پھل اور شاخون کا اور خالی زمین کا دیدینا کسی کو ایک مدت
معین تک کہ تاکہ وہ اوسمین درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونون مین نصفا نصف ہو جاوے درست نہین ہی بلکہ درخت اور
اوسکے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی ف یعنی جو درخت کی قیمت لگانے کے دن
تھی حیلہ اسکے جواز کا یہ ہی کہ عامل آدھے درختون کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا
تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصے مین وہ محنت کرکے درخت تیار کردیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہی ذبیحہ کی ذبیحہ اوس شے کا نام ہی جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہی اور ذبح بالفتح تو عبارت
ہی قطع عروق سے در مختار ص حرام ہی وہ ذبیحہ جسکی ذکات نہ کی جاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہی اسواسطے کہ فرمایا
یعنی ذبح نہ کیا جاوے ۱۲

اللہ تعالی نے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمہارے میتہ اور دم یہان تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اوسکی اور فقیہ
سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اوس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اونکی شان سے ذبح نہین ہی اور اس آیت سے
معلوم ہوگئی حرمت اوس جانور کی جو اونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا
کذا فی الاصل باختصار و زیادۃ ص ذکات دو قسم کی ہی ایک ذکات ضروری وہ زخم پونچانا کسی مقام پر بدن کے ہی اور
ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبّہ کے ف لَبَّہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہی منحر سے اور منحر موضع
ہی نحر کا سینے سے کذا فی الاصل یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا
مقام ہی و دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان مین لبّہ اور
جبڑون کے ہی کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اس لفظ سے ص اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضروری ہی
چار ہین پہلی حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی دوسری مَرِیْ بروزن اَمِیْر نام اوس رگ کا ہی جس سے کھانا
پانی جاتا ہی تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اون مین خون پھرتا ہی اور اون کو عربی مین ودجین کہتے ہین ف یہ دونون
رگین داہنے بائین حلقوم اور مری کے واقع ہین ص تو جائز نہین ہی ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر گرہ کے ف
بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہی کذا فی الاصل
درمختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہی ص اور حلال ہو جاویگا ذبیحہ اگر ان چارون رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین ف
اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر
قطع ہونا ضرور ہی ہدایہ ص صحیح ہی ذبح ہر ایک دھاردار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ
نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھاردار ہووے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوس پر نام اللہ تعالی کا تو کھاؤ اوسکو سوا دانت اور ناخن کے لیکن دانت
تو ہڈی ہی اور لیکن ناخن سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالک سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری
کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا ص مگر دانت سے
اور ناخن سے جب بدن مین جمے ہوے ہون ف لیکن اگر دانت اور ناخن جدا ہون بدن سے تو اون سے ذبح حلال
ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہی اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو اوپر
گذری حضرتؐ نے استثنا کر دیا دانت اور ناخن کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے
بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخن سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اوس
حدیث مین دانت اور ناخن سے وہی دانت اور ناخن ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی
کہ ناخن بڑھایا کرتے تھے اور اسی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخن اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا
مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابو داؤد اور نسائی مین موجود ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ
بہا تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ تعالی کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخن کا تو یہ حدیث عام ہی

اور عام معارض ہی خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہی کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف
اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے
ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تمھین
سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحے کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہی ف اسواسطے کہ روایت کی
حاکم نے مستدرک مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہی بکری کو اور تیز کر رہا ہی
چھری کو تو فرمایا آپ نے کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیون نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے
اوس کا پاؤن پکڑ کے کھینچنا ذبح کی طرف مکروہ ہی اسیطرح مکروہ ہی ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہی
ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگون مذکور کے کٹنے تک وہ زندہ رہا اور جو قبل اوسکے مر جاوے تو حرام ہی
اسواسطے کہ بدون ذبح کے مر گئی اور امام مالک اور احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہی ص اور اسیطرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے ف کلیہ یہ ہی کہ
جسمین علاوہ ایذا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہی وہ سب مکروہ ہی در مختار ص اور شرط ہی کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو
یا اہل کتاب مین سے ہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ
یعنی ذبیحہ اون لوگون کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہی واسطے تمھارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ
تعالی کا لیتے ہین وقت ذبح کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام
کا نام لیوین تو ذبیحہ حرام ہو جاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے کفایہ
جاننا چاہیے کہ مراد طعام سے اس آیت مین ذبیحہ ہی نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی
بیکار ہوئی جاتی ہی کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہی ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا
اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہی ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے
ہون ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہین ہی ص
اور درست ہی ذبیحہ جسکا ختنہ نہوا ہووے اور گونگے کا ف اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور رہی
تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہین حلال ہی ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبد الرزاق
مین حسن بن محمد بن علی سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان مین کہ نہ نکاح
کرنے والے ہو اون کی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ اون کے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً
وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہی کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کیوقت تسمیہ ترک
کرے تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا اس لیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ
تم اوس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباس رض سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ
کو وقت ذبح کے تو کچھ مضایقہ نہین اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے حدیث میں عدی بن حاتم سے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہو اپنے کتے پر نہ دوسرے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرام اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کی جسپر قصداً نام اللہ تعالی کا ترک کیا جاوے اور خلاف انکا حرمت و حلت میں اوس ذبیحہ کے ہو جسپر سہواً اللہ تعالی کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہیکہ وہ بھی حرام ہی اور ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہی پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال ہی مخالف ہی کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ و من بعدہم اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہی اللہ تعالی کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اسکے کئی چند وجوہ ہی اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دار قطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہی اوسکو نام اللہ تعالی کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کیوقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھکر کھالیوے اور اسناد میں اسکی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہی لیکن ضعیف الحفظ ہی اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہی ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہیں ہی اسیطرح جو روایت کی ابو داؤد نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہی لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اسکے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہی دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ نے حرمت متروک التسمیہ عمداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام میں کچھ اس باب میں مناظرہ اور خلاف ہوتا تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہی عامد اور ناسی کو مخالف ہی کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہوتا آیت قطعی سے تو باتفاق اہلیہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحاب صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین نے اور یہ دلیل ہی اسکے ضعف اور بے اصلیت کی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہی اجماع صحابہ کے پس رد کی جاویگی واللہ اعلم

ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہی **ف** بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالی نے لا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہر مسلمان کے محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہی کذا فی الاصل **ص** اگر کسی نے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللہم تقبل من فلان تو مکروہ ہی **ف** یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا در مختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہی بلکہ مستحب ہی چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا مینڈھے کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے محمد کی اور امت سے محمد کی **ص** اور جو بسم اللہ پر عطف کرکے کہا جیسے باسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ و فلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالی کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ مردار حرام ہو جاویگا **ف** خواہ وہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہی تمپر وہ ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے در مختار میں ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجکو ذکر نہ کیا جاوے ایک

چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت **ص** اور جو قبل لٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہی **ف** جیسا کہ گذرا صحیح مسلم مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤد و ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو اونکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے ترمذی مین یون ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ **ص** مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہی لیکن مکروہ ہی **ف** بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہی اور اللہ تعالی نے بھی فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ پہلی آیت گائے مین اور دوسری دنبے مین دونون مین ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب مین **ص** اور ضرور ہی ذبح کرنا اوس وحشی جانور کا جو آدمیون سے ہل گیا **ف** اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت مین حاجت ہوتی ہی جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار **ص** اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا اوس چارپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا **ف** اسلیے کہ جب وہ جانور وحشی ہوگیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہی **ص** یا کنوئین مین گر پڑا اور اوسکا ذبح نا ممکن ہوگیا **ف** یا سرکش ہوگیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہی درمختار اور امام مالکؒ کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق مین کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران مین تو کافی ہی یعنی ذکات ضرورت مین اور صحیح بخاری مین ہی ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہی اور کہا انھون نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کنوئین مین تو ذکات کر اوسکی جسطرح قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہی علیؓ اور ابن عمرؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالی کتاب الصید مین آویگا **ص** ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہین ہی **ف** البتہ اگر زندہ نکلے اور اوسکو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہی یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہی اور صاحبین اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے حلال ہی جب اوسکی خلقت پوری ہوگئی ہو اسواسطے کہ مروی ہی ابوسعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی مان کا ہی اور عبارت حدیث کی یہ ہی ذَکَاةُ الْجَنِیْنِ ذَکَاةُ اُمِّهٖ اخراج کیا اوسکا امام احمدؒ نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہی کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ اور جواب اس استدلال سے یہ ہی کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہی ایک ذکات امہ بہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہی کہ نصب ذکات کی صورت مین کاف تشبیہ یہان سے محذوف ہی تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات مان

اوسکے ہی یعنی جیسے ان کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہی ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اوسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہماری ہوگی نہ صاحبین اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت مین بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہی اسلیئے کہ جب مبالغہ تشبیہ مین منظور ہوتا ہی تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہین جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا اگر کوئی کہے کہ ابتداے حدیث مین یہ ہی کہ کہا ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہین ناقہ کو اور ذبح کرتے ہین گاے بکری کو تو پاتے ہین ہم پیٹ مین اوسکے بچہ آیا ڈال دین ہم اوسکو یا کھا دین اوسکو تب فرمایا آپنے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اوسکو ابو داؤد و ابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہی اوس امر پر کہ مراد جنین میت ہی تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہین اور کون سی دلیل ہی ہمقام پر کہ مراد سوال و جواب مین خاص جنین میت ہی بلکہ جائز ہی کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہی کمال بعید ہی انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہی

ص فصل بیان مین اون جانورون کے جنکا کھانا درست ہی اور جنکا درست نہین

حلال نہین ہی ہر درندہ جو لیتے دانت سے شکار کرتا ہی اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہو ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہ و شافعی و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور روایت کی ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہی دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص و حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہین جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہی شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اسلیئے کہ یہ جانور سب خبیث ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہی اون پر ناپاک چیزین اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہین بکراہت تحریمی ص اور بستی کے گدھے ف یعنی پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھون کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابر مین ہی کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھون کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہی اسلیئے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابو قتادہ سے حمار وحشی کے قصے مین کہ کھایا اوسمین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی مان گدھی ہو اور جو مان اوسکی گاے ہو تو وہ حلال ہی بالاتفاق یہی قول ہی شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہی دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہی کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھون کا اور خچرونکا اور ہر درندے اور پنجے والے کا روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا غریب ہی اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑون کے اور خچرون کے اور گدھون کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیون کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حلال ہی بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت مین گھوڑون کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری و مسلم نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انھون نے نحر کیا ہمنے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہمنے اوسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولید کی ہی جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہی اور اوسکے گوشت کے

مباح ہونے مین تقلیل ہو آلہ جہاد کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے رجوع کیا حرمت سے اوسکی اور قائل ہوے اوسکی حلت کے تین دن
اپنی موت سے پیشتر اور اوسی پر فتوی ہے درمختار ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو ذوات الناب سے ہے اور گوہ حشرات الارض
مین سے ہے اور روایت کی ابوداؤد نے عبد الرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے
اور یہ حدیث حجت ہے مالکؒ اور شافعیؒ پر کہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل اونکی حدیث ابن عباسؓ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہین ہے لیکن نہین ہوتا میری قوم کی زمین مین سو مین مکروہ جانتا ہون اسکو روایت کیا اوسکو بخاری
ومسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتداے اسلام کی ہے اور پہلے آپ نے گوہ کو خود کھایا
تھا لیکن منع کبھی نہین کیا تھا بعد اوسکے آپ نے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کی معارض ہے حدیث عبد الرحمن بن شبل
کی تو نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے مین گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ
اور بچھوا ف اسلیے کہ بھڑ موذیات مین سے ہے اور بچھوا خبائث حشرات مین سے ہے ہدایہ ص اور کوا سیاہ جو ابلق کہ مردار
کھاتا ہے ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک یعنی
ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ ذوات الناب ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع مین
ہے ص اور سیلا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض مین سے ہے اور جھینگا مین دو قول ہین ایک قول مین حلال دوسرے مین حرام
ہے عالمگیری ص اور دریائی جانورون مین سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہین ہے ف اور امام مالکؒ کے نزدیک سب دریائی
جانور حلال ہین کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈکا اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت مین ہے کہ انھون نے
توقف کیا اوسمین اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہین مگر مگرمچھ حلال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی
یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہین اور یہی اصح ہے اونکے
مذہب مین ظاہر متمسک انکا آیت سے کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَکُم صَیدُ البَحرِ یعنی حلال ہے واسطے تمھارے شکار دریا کا اور
یہ عموم سب جانورون کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہین کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات واحادیث مین مچھلی ہے اسلیے کہ وہی
پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہین اور خبائث ہمارے دین مین حرام ہین دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے منع کیا اوس سے کہ دوا مین ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذا فی الہدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مر کر پانی پر تیر آوے
تو اوسکا کھانا حرام ہے ف اسلیے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا ڈالنے سے مر جاوے یا زخمی
ہوکر مر جاوے تو درست ہے اسیطرح جو مچھلی پیٹ مین سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مر کر تیر آوے اوسکو طافی
کہتے ہین ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دریا پاک ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا روایت کیا اوسکو ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے امام صاحب
کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو بآفت مر جاوے جیسے پکڑی جاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اوسکو باہر نکالکر پھینک
دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل مین

ابو الزبیرؓ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی اوسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اوسکو اور جو مرجاوے دریا مین اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اوسکو تو جب حدیث صریح ممانعت مین طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہی **ص** مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہان تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے **ف** اور محمدؒ سے ایک روایت مین حرام ہین لیکن یہ قول ضعیف ہو **ص** اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہو احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہو دلیل ہماری بہت حادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دار قطنی اور ابن ماجہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفی کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمانؓ کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش **ف** حلال ہے باتفاق ائمہ اربعہ کے اور بہت سے احادیث اوسکی حلت مین وارد ہوے ہین جو مذکور ہین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہو کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص** اور عقعق کا **ف** عقعق وہ کوا ہے جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اوسکا حلال ہونا صحیح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسیطرح جو مرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسیطرح حلال ہے طوطا اور ہد ہد اور طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی **مسائلہ ضروری** ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنے کے لیے یا کسی شخص کی تعظیم کے واسطے سوائے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے در مختار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجلا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین وہ گاے بکرا مرغا مردار ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے امورات سے خود احتراز رکھین اور اون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرا دیوین غایۃ الاوطار مع زیادۃ البتہ یہ صورت درست ہو کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاوین واللہ اعلم

ص کتاب الاضحیۃ

ف یہ کتاب ہے قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اوسکو ذبح کرتے ہین **ص** قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گاے یا بیل یا اونٹ ایک آدمی سے سات آدمیون تک کیطرف سے بھی ہو سکتا ہو **ف** اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولیٰ جائز ہے لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسمین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پاؤن اور آنکھین اور منھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھے ہمنے اوسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابو داؤد نے جابرؓ سے کہ فرمایا

[illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیون کی طرف سے ہی **ص**
لیکن یہ شرط ہی کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے **ف** تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم
ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گاے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون
کی طرف سے درست ہی اگرچہ سات سے زیادہ ہون لیکن دو گھر والون کیطرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم
ہون کذا فی الاصل **ص** پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب کہ
گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملا لیجاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین **ف** یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت
اور کچھ پائے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسری جانب مین گوشت
اور کھال ہو اور اس صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیر دینگے کذا
فی الاصل **ص** ایک گائے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھ آدمی اوسمین اور شریک ہوگئے تو جائز
ہی استحسانًا **ف** اور قیاسًا نہین جائز ہی اور یہی قول ہی زفرؒ کا اسلیے کہ اوسنے قربۃً الی اللہ خریدی ہی پس کیونکر جائز
ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گاے ملجاتی ہی لیکن شریک اوسوقت نہین ملتے تو وہ خرید
لیتا ہی بعد اوسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا **ص** لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہوجاوین
تو بہتر ہی **ف** اور مروی ہی امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہی **ص** اور قربانی واجب ہی **ف** اور ابو یوسفؒ
اور شافعیؒ کے نزدیک سنت ہی بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے
چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اوسکو جماعت
نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قربانی واجب نہین ہی دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہی ابوہریرہؓ کی کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد
اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث
ام سلمہؓ کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہی سہو کی نہ تخییر کذا فی الہدایۃ **ص** اوس شخص پر جسپر صدقہ
فطر واجب ہی **ف** اور وہ وہ شخص ہی جسکے پاس جایداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال
اوسپر نگذرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحطاوی مین ہی کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے
دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین **ص** اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے **ف**
تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی **ص** ظاہر الروایۃ مین **ف** اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظمؒ
سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہی مثل صدقہ فطر کے لیکن فتوی ظاہر الروایۃ پر ہی طحطاوی **ص** بلکہ طفل نابالغ
اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال مین سے اوسکا باپ یا وصی قربانی کردیوے **ف** یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمدؒ اور شافعیؒ کے
نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے مال سے اور درمختار مین اسی کو معتمد رکھا ہی کہ باپ اوسکے مال مین سے
قربانی نکرے **ص** تو اگر طفل کے مال مین سے قربانی کی تو جسقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے

اوس چیز سے جسکے عین سے نفع اوٹھا سکتے ہین جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ **ف** لیکن اوس چیز سے نہ بدلا جاوے جسکو تلف کر کے نفع اوٹھاتے ہین مثل روٹی کے یا جیسے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل مع الدلیل **ص** اگر قربانی ذبح کی جاوے شہر مین تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہے **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہین سبب یہ حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پائی اوسنے سنت مسلمانون کی اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اوسکے بدلے مین دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہین ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے براء ابن عازب اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے کذا فی الہدایۃ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہین **ص** اور جو شہر مین نہو وے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھوین تاریخ ذیحجہ تک **ف** اور معتبر اسمین مکان فعل ذبح کا ہے نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھوین تاریخ کی شام تک جائز ہے کذا فی الاصل دلیل شافعیؒ کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہین روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند مین اور ابن حبان نے صحیح مین جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھون نے ایام قربانی کے تین دن ہین افضل ان سب مین پہلا روز ہے یعنی دسوین تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے موطا مین نافع سے انھون نے ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجکو علیؓ بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب مین مثل مرفوع کے ہے اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہین ہو سکتا اور ابن عمرؓ نہایت متبع ہین طریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث استدلال شافعیؒ منقطع ہے کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبدالرحمن ابن ابی حسین سے انھون نے جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبدالرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسرے یہ کہ اوس حدیث مین لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا **ص** لیکن اعتبار آخر روز کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت مین **ف** یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز مین (یعنی تیسرے دن کا ۱۲) تو اوسپر قربانی واجب ہو گی اور جو اسکا اولٹا ہوا تو واجب ہو گی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہو گی اور جو اوس دن مرجاویگا تو اوسپر واجب ہو گی کذا فی الاصل **ص** ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسینے قربانی ترک کی اور ایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کر چکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہین کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی مین چھ مہینے کا دنبہ **ف** جسکو عربی مین ضان کہتے ہین اور وہ چکتی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی مین اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریون مین پہچانا نجاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے مجاشعؓ سے کہ نبی صلی اللہ

ع یعنی فقیر تھا اول روز قربانی مین اور غنی ہو گیا آخر روز مین ۱۲

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہؓ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جسکا
بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ ص اور بکری اور بھیڑ اور گاے اور اونٹ میں سے ثنی اور ثنی او
پانچ برس میں ہوتا ہے اور گاے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں ف اسواسطے کہ فرمایا آپ نے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ
ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گاے کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل
ہیں عالمگیری ص اور صحیح ہے منڈی جسکے سینگ نہوں اور دیوانی اور خصی ف اس لیے کہ سینگ سے کوئی غرض
متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت
تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے عایشہؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو دنبوں
کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اس قدر دبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں
گودا نہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے ف اسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے
حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم
کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذی اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن
عازبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اون قربانیوں سے جن سے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی
جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اسقدر
کہ اوسمیں گودا نہووے ص اور جائز نہیں جسکا ہاتھ یا پانوں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دم کٹی ہووے یا تہائی
سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے ف اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ
کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرت نے ثلث مال میں فرمایا
کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے اور ایک
روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہو
تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوس کی بند کرے
اور اوسکے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے
اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کر لیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو
تو تہائی روشنی گھٹی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کر لے کذا فی الاصل ص اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا بعد اوسکے
ایک شخص اون میں سے مر گیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کر لو تو صحیح ہو جاویگا
ف استحساناً اور ابویوسف سے مروی ہے کہ صحیح نہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص
جیسے ایک گاے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا
صرف گوشت لینا اوسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوسرے دن کو بھی کھلاوے **ف** خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہو کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
مین اقارب اور دوستون کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے روایت کی ابو داؤد نے نبیشہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ ہمنے منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور
جمع کرو **ص** اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہو کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے **ف** اسواسطے کہ احوال تین ہین
قربانی مین ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی
کھلاؤ قناعت کرنے والیکو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینون امر پر اثلاثا منقسم ہوگیا ہدایہ **ص** اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے **ف** اسواسطے کہ ذوی القربی اگر محتاج ہون
تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے وسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم مین جابر بن عبد اللہ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہی جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہو کہ جب آدمی اپنے
اہل پر کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی
مسعود بدری سے **ص** اور اگر خود ذبح کرنا خوبی جانتا ہو تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے **ف** لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اگر ہو سکے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر
گذرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے
کہ کھڑی ہو پیش اپنی قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے **ص** اور
مکروہ ہو کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کراوے **ف** اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہی ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہی درمختار
ص اور قربانی کی کھال کو اللہ دیدیوے **ف** اسواسطے کہ حدیث علی مین ہو کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ
تقسیم کر دون مین کھالون کو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دون مین اجرت قصاب کی اوسمین سے روایت کیا اوسکو بخاری
مسلم ابو داؤد نسائی نے **ص** یا اوسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے **ف** یا چھلنی یا مشک
یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار **ص** یا کھال کو بدلے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھ سکے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال یا گوشت کو
قربانی کے بیچ ڈالے تو اوسکے ثمن کو تصدق کرے **ف** اسواسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کے ہی اور یہ جو روایت کی حاکم
نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اس
سے کراہت بیع ہی لیکن بیع کی جواز مین سو شبہہ نہین ہی اسلیے کہ ملک قائم ہی اور قدرت علی التسلیم حاصل ہی ہدایہ **ص** اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونون کی قربانی صحیح ہو گئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا **ف** لیکن ہر ایک
دوسرے سے معاف کروالے اگر گوشت اوسکا کھایا ہو اور بعد اسکے پہچانا ہدایہ **ص** اگر کسی نے ایک بکری غصب کر کے اوسکی
قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہو گی اور تاوان قیمت دیوے دونون صورت مین **ف** اسواسطے کہ غصب

مین غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہو وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل مسائل ملحقہ مادہ اگر قیمت مین نر کے برابر ہو تو افضل ہو نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچے کو بھی ذبح کرینگے اور بعضون کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہین ہو پلے جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک نہو قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہی اگر ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے مین اعانت کے لیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا در مختار عقیقہ کرنا سنت ہی بچے بچی کا ساتوین دن فرزند کیطرف سے دو بکری اور دختر کیطرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابو داؤد و ترمذی و نسائی نے ام کرز سے

ص کتاب الکراہیۃ

ف بیان مین اون امورات کے جو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین ہین ص ہر مکروہ حرام ہی نزدیک امام محمدؒ کے ف یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہی اوسی طرح مکروہ پر ص لیکن حرام اونھون نے اسواسطے نہ کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہین ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہی جیسی واجب کی فرض کیطرف کذا فی الاصل و رسیح وہ ہو جسکا فعل اور ترک برابر ہو ص اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہی ف مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہو کذا فی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کیطرف قریب ہو تو مکروہ تحریمی پر شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہو بلکہ عتاب ہی جیسے ترک سنت موکدہ پر کذا فی الطحطاوی

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہی ف اگرچہ حالت مخمصہ مین کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کلوا واشربوا یعنی کھاؤ اور پیو تو اگر حالت مخمصہ مین مردار یا شراب یا سور نہ کھاویگا اور مر جاویگا تو گنہگار مریگا ص اور اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہوکر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے ثواب ہی ف اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض ہی اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہی اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین وہ اس سے ادا ہوسکین در مختار ص اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا اوسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہی اس سے زیادہ کھانا ف یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہی اسلیے کہ یہ اسراف ہی اور اللہ تعالی نے منع کیا اوس سے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہی ف یا کسی اور عذر سے مثلا قی کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے کچھ مضایقہ نہین اور بلا وجہ اسراف ہی اور سنت ہی بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دھونا اول کھانے کے اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھاتے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لیوے اور آئے یا سبوس سے ہاتھ دھونا لاباس بہ ہی بلکہ امام اور صاحبین سے منقول ہی اور انگلیون کا چاٹنا ہاتھ دھونے کے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان پہ گرا ہو اوسکا کھالینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار کرنا روکھی کھانے لگنا یہ سب امور سنت ہین کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہی گدھی کا دودھ ف اور گوشت اور اوس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے **ص** اور پیشاب اونٹ کا

ف نزدیک امام اعظم رح کے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمد رح کے نزدیک مطلقاً حلال ہے

بدلیل حدیث عرینین کے کہ حضرت نے انکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے انس رض سے امام

اعظم رح کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو

حاکم نے ابو ہریرہ رض سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسمین کوئی علت میں نہین جانتا اور روایت کیا اوسکو بزار نے عبادہ

ابن صامت رض سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے انس رض سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہ رض سے اور اس حدیث مین پیشاب

مطلق ہے شامل ہے اون جانوروں کے پیشاب کو بھی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گاے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین سے

یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداے اسلام مین تھی دوسرے یہ کہ حضرت نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب

یہ امر ممکن نہین **ص** اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن مین کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا **ف** مرد اور عورت سب کے

لیے اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ام سلمہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب مین جو پیتا ہے چاندی

سونے کے برتن مین کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ مین آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ مین حذیفہ رض سے کہا کہ پلایا انکو ایک مجوسی نے

چاندی کے برتن مین سو کہا انھون نے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے نہ کھاؤ اور نہ پیو تم برتنون مین چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو

حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمھارے واسطے ہین آخرت

مین پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اون برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے

چمچے سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دانی اور قلم اور دوات اور

آئینہ اور سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے بشرطیکہ اونکا استعمال ہو

اپنے اپنے کامون مین ابتدائً اور جو ابتدائً استعمال نہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن مین کھاوے

یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ مین ڈال کر سر پر لگاوے تو کچھ مضایقہ نہین اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور

زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور

افضل مٹی کا برتن ہے در مختار **ص** اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن مین **ف**

اور شافعی رح کے نزدیک اسمین بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزین بھی سونے اور چاندی کے حکم مین ہین تفاخر کی راہ سے

ہم جواب دیتے ہین کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزون سے کذا فی الہدایہ

ص اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمین کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت

یا زین پر جب کہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے **ف** یعنی پینے مین مونہہ سے اور لینے مین ہاتھ سے اور بیٹھنے مین

موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمد ایک روایت مین امام اعظم رح

کے شریک ہین اور دوسری روایت مین ابو یوسف رح کے ساتھ ہین کذا فی الاصل اور جس برتن مین چاندی سونے کا

ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہون یا زیور مصحف کا یا خنجر یا لگام یا زین

یا صبی یا رکاب یا تلوار یا چھری یا اونکے قبضے مین ہووے تو درست ہی بشرطیکہ اوسپر ہاتھ نہ لگاوے درمختار وعالمگیری
ص مقبول ہی قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے
خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات مین
بسبب حاجت کے نہ دیانات مین کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا
مقبول ہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے
خریدا ہی تو گوشت حرام ہوجاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کرکے
کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہی ناجائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا اور کنار
بلکہ اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فہمایش در اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت اور چشم پوشی
کرکے تاویلات رکیکہ کرتے ہین ص مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات مین
جیسے خرید مین چنانچہ کوئی اور ہو یا توکیل مین ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف
اوسکے کہے پر اوس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہی کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے مین اور اذن مین
ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لا کر یہ کہے کہ فلان نے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوسکا ہوسکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین
ماذون ہون تجارت مین تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات مین جیسے پانی کی
نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق
یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رای اوسکی قرار پکڑے اوسکے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اوسکے
گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین ص اور اگر اوس پانی کو بہادیوے
پھر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبہ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے
ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی ف لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کرلیوے پھر تیمم کرلے درمختار
اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا بخلاف
ذبیحہ کے کہ وہان اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہی ص ایک شخص مقتدی ہی ف یعنی
یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور سند لاتے ہین اوسکے قول وفعل کی ص وہ دعوت ولیمہ مین گیا وہان پرجاکے لہو ولعب
راگ دیکھا اور روکنے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھ کر کھا لیوے جائز ہی
ف درمختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھ کر کھانا اوس صورت مین جائز ہی جب وہ لہو ولعب راگ اور اگر دسترخوان
پر نہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہوون تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالی نے فلا
تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالمون کے ص اور جو پہلے
سے علم ہووے اسبات کا کہ وہان راگ باجا لہو ولعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے منقول ہی امام ابو حنیفہ سے کہ مین ایکبار اس آفت مین
مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحب مقتدے وقت ہووین اور اونکے اس قول سے

ف بیان گوشت خریدنے کا مشرک سے

کہ میں اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہیں **ف** مگر تین مستثنی ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں سائر آلات حرب کے مثل بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہے حریر **ف** حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے **ص** کا پہننا مرد کے لیے **ف** اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاری و مسلم کی کہ فرمایا آپ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوسپر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے **ص** مگر بقدر چار اونگل **ف** اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمیں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور بھی اخراج کیا ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اور یہی ہے قول امام ابو حنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا درست ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اوس کپڑے کے پہننے سے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہووے کذا فی الاصل اور در مختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول اور بیل بوٹے ہوں لیکن بشرطیکہ سب ملا کر چار اونگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ نرا ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند نرا ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ میں اگر چاندی یا سونے کی چار اونگل تک ہو تو درست ہے **ص** اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہے **ف** امام رحمہ اللہ کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات میں اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعی اور مالک رحمہ اللہ کا در مختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو اوسکا پہننا مطلقاً درست ہے **ف** اسلیے کہ اعتبار حلت و حرمت میں بانے کا ہے کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بنا نجاوے اور بننا بانے سے ہوتا ہے تو اوسی کا اعتبار ہوا اور آیا ہے کہ پہننا اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت صحابہ کرام خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہے **ف** اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو

کسم کا رنگ ہے اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگون مین کچھ قباحت نہین ہے لیکن زرد سرخ رنگ بعضون کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور درمختار مین ہو کہ شرح رنگ مین آٹھ قول ہین منجملہ اون اقوال کے ایک قول یہ ہو کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہین ہو ص اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہی ف مطلقاً حرب ور غیر حرب مین اسلیے کہ روایت کی ابوداؤد نے علی رض سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ مین سونا لیا اور بائین ہاتھ مین حریر اور کہا کہ یہ دونون چیزین حرام ہین میری امت کے مردون پر اور روایت کی ترمذی نے ابی موسی سے مرفوعاً کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردون کے میری امت سے اور حلال کیا عورتون پر اونکی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اوسکی اسناد مین ابو ہند ہے اور اوسنے ابو موسی سے نہین سنا اور احمد اور طحاوی نے مسلمہ بن مخلد سے انھون نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلعم نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردون کے میری امت سے نہ عورتون کے تو تمام احادیث مین صرف سونے کی حرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا ہو حنفیہ نے اوسکا سونے پر اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال مین پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہو جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے مین ہوگا اور بعض علما کا مذہب یہ ہی کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے مین مردون کو مطلقاً ہو اور چاندی کی حرمت صرف کھانے کے اور پینے کے حق مین ہو لیکن چاندی پہننا مردون کو تو درست ہو دلیل اونکی حدیث ہی سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اوس سے جسطرح چاہو تم اور اسکی اسناد مین عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہی اور اسکے معنی مین ہو جو اخراج کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اوس سے کھیلنا کر اور اوسکی اسناد مین مجاہیل ہین اور ابوداؤد نے ابن عباس رض سے مثل اسکے روایت کی اور رجال اوسکے ثقات ہین واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردون کو پہننا حرام ہی ویسے ہی لڑکون کو پہنانا حرام ہو حنفیہ کے نزدیک اور بعضے علما کے نزدیک درست ہو جب تک لڑکا سات برس کا نہووے چنانچہ آگے آتا ہی ص مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہی میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے اور حلال ہی عورتون کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی ف یعنی حلقہ ان چیزون کا نہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہو کذا فی الاصل اِن چیزونکی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہی اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ مین تجھ سے بتون کی بو پاتا ہون روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ص اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہی مگر قاضی اور سلطان کے لیے ف یا جو کوئی مثل انکے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اسواسطے کہ ان لوگون کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہی برخلاف اور لوگون کے ہدایہ ص اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ف اور محمد رح کے نزدیک سونے سے بھی لا باس یہ ہی سنن ابوداؤد مین ہو کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انھون نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالین ایک ناک سونے کی ہدایہ ص لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہی ف اسواسطے کہ پہننا اونکا حرام ہی تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہے تو پلانا بھی اوسکا حرام ہے کذا فی الاصل علاوہ مواخذۂ اخروی مواخذۂ دنیوی بھی ہے کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہے کہ اکثر چور بدمعاش لڑکون کو قتل کرکے زیور اونکے اوتار لیتے ہین ص مکروہ نہین ہے رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے ف اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہے کذا فی الاصل جیسے چارزانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہے اور بدون اسکے مکروہ نہین ہے ہدایہ معاذ بن جبل سے مروی ہے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کرچکتے تھے تو مونہہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کی ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہے اور راوی ابو معاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہین ہے اسواسطے کہ عبث نہین ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہے اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگون کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندھ لیتے ہین اعضا پر اسی طرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہے کذا فی الاصل اسیطرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہین ہے اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یا دعا ہو تو پاخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار لیوے عالمگیری

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنیکے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف دیکھ سکتا ہے مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ف کہ اسقدر عورت ہے تو ناف امامؒ کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہے اور گھٹنا داخل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اسکے برعکس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہین ہے اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہے کہ حسنؓ بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہؓ نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہے اور حضرتؐ نے جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور عبدالرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے اور اوسمین ہے کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہے پس یہ حدیثین حجت ہین شافعیؒ اور مالکؒ پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اوسکو حلال ہو ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحۂ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت در مختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدی نے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے جسوقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کی طرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے

اور ہدایہ مین ہی کہ نسیان پیدا کرتا ہی اور ابن عمرؓ سے منقول ہی کہ دیکھنا اولی ہی تاکہ لذت کامل ہووے **ص** اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتون سے **ف** جنسے نکاح مدام حرام ہو خواہ نسبی ہون یا سببی جیسے رضاعی یا برشتہ مصاہرت اور ذکر اونکا کتاب النکاح مین گذرا ہدایہ **ص** طرف سر اور موہنہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوؤن کے اگر بے خوف ہو شہوت سے الا علا **ف** اور اصل اس باب مین قول ہی اللہ تعالی کا وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ الآیۃ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہین **ص** نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہی **ف** اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیان اکثر کام مین رہتی ہین اور اونسے کام پڑتا ہی تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ اون کا ستر نہوا **ص** اور جن جن جگہ نظر حلال ہی تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہی **ف** البتہ بلکہ شہوت سے نہو یا خوف شہوت کا نہو ورنہ نظر اور مس دونون حرام ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھون کی زنا دیکھنا ہی کانون کی زنا سننا ہی اور زبان کی زنا کلام ہی اور دونون ہاتھ زنا کرتے ہین اور زنا اونکی مس کرنا ہی اور پانوُن زنا کرتے ہین اور زنا اونکی چلنا ہی آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے **ص** اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضائے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہی اگرچہ خوف ہو شہوت کا **ف** بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہی بعضون نے درمختار **ص** اور جب لونڈی جوان ہوجائے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہبند باندھ کے نہ لیجاوینگے **ف** بلکہ کرتا بھی ضرور ہی اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نا درست ہی ہدایہ **ص** اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہی مگر اوسکے موہنہ اور دونون ہتھیلیون کیطرف فقط **ف** یہ ظاہر الروایت مین ہی اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہی کہ اوسکے قدمون کی طرف بھی نظر حلال ہی اور تحقیق کہ گذر چکا کتاب الصلوۃ مین کہ قدم عورت نہین ہی جواب وسکا یہ ہی کہ نماز مین ضرورت ہی اور اجنبی کی نظر کرنے مین طرف قدمون کے کوئی ضرورت نہین ہی برخلاف موہنہ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سرمہ ہی اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ موہنہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہی اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہی مردون سے دین لین کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت نہین ہی اور درمختار مین ہی کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھون کو بھی دیکھنا درست ہی بسبب ضرورت کے **ص** اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہی اوس غلام سے **ف** اور شافعی اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بنسبت غلام کے مثل محرم کے ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہین کہ یہ آیت لونڈیون کے حق مین ہی نہ ذکور کے حق مین چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہی اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہی غیر محرم اور نہ شوہر ہی اور نکاح اوس سے ہوسکتا ہی بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً **ص** مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف بھی نہ دیکھے **ف** درمختار مین ہی کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف اونکے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین جوان عورت کا موہنہ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہی بسبب فساد زمان کے ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھیگا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اوسکی آنکھون مین دن قیامت کے سیسہ پگھلا ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی البتہ اور حدیثین اسکی ممانعت اور وعید مین آئی ہین **ص** الا اوس صورت مین کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

اور اگر جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے موںہ کیطرف دیکھنا درست ہی بہ قصد اوآسکت
نہ قضاے شہوت **ف** اسلیے کہ روایت کی ترمذی نے اور النسائی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب انھون نے پیغام دیا ایک
عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے **ص** اسیطرح
لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے **ف** دیکھنا درست ہی باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاول
ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے **ف** یہی حکم ہی احتقان مین کہ حقنہ دینے والا مقام حقنہ کو دوسرے
مرد کے دیکھ سکتا ہی اور ایسا ہی حکم ہی دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مریضہ اجنبیہ
کے ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہی لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے **ص** عورت کو
عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہی جتنا مرد کو مرد سے **ف** یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہی کہ عورت دوسری عورت کو
نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہی کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہو جاتی ہین بالکل حرام ہی اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہی **ص** اسی طرح عورت کو مرد سے
دیکھنا درست ہی اگر بے خوف ہو شہوت سے **ف** اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہین در مختار **ص** اور خصی
اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین **ف** یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ
کیطرف درست نہین ہی ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہی خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا
اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی
اور جماع کرسکتا ہی اور فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ خصی کرنا مثلہ ہی تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق
کرکے انزال کرتا ہی اور مخنث تو مرد ہی فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہی بنص کلام اللہ سے ہدایہ در مختار مین ہی
کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو اوسکے سامنے ہونا درست ہی لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قلت امتحان
اور قلت دیانت سے اور طحطاوی مین ہی کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند
نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہو وے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ
رخصت ہی لیکن اصح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین **ص** اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اوسکی اجازت کے درست ہی
اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہی **ف** عزل اوسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال
لیوے اور فرج مین انزال نکرے مروی ہی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہی اور
مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہو وہ اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین
کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہی تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو جسکے پھیرنے کی تجھے طاقت
نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کی بخاری و مسلم نے
جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ
قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہی کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

۵ یعنی نفقہ نمونہ

کی ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے کے

فصل استبرا کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی براءت طلب کرنا اسطرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہین ہے **ص** جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے **ف** جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہو گئی ہوگی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی **ص** یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی **ف** یعنی بوسہ مساس وغیرہ **ص** حرام ہون گے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حائضہ ہین اور ایک مہینے سے اون عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین **ف** یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے دوسرے کی جماع نہ کرے اور نہین حلال ہے ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہو کر لڑائی مین آئین یہان تک کہ استبرا کرے اوسکا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور دارمی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہو کر آئی تھین غزوہ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہے یہان تک کہ ایک حیض اونکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنن دار قطنی مین کذا فی بلوغ المرام **ص** اور استبرا مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھیر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی ورنہ حیلہ نکرے اسی کا فتوی ہے درمختار **ص** اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسف رحمہ اللہ پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی نکرنا اوس طہر مین معلوم ہووے ورنہ قول محمد رحمہ اللہ پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہے تو اوس لونڈی سے نکاح کرکے اوسکو خرید لیوے **ف** اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہین ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین کذا فی الاصل اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ نہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا **ص** اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اوسکا نکاح ایسے شخص سے کر دے

بخشیرا وسکو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے **ف** قبل وطی کے پھر مشتری دوہی سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہوتی اور مالک مستحدث نہیں ہوتی **ص** ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اسطرح کی ہیں کہ دونو ازروے نکاح کے جمع نہیں ہو سکتیں **ف** جیسے دونوں بہنیں ہیں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی **ص** اور اوسنے شہوت سے دونوں لونڈیوں سے دواعی وطی کیے تو اب دکسو ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہیں جب تک کہ ایک کو اون دونوں میں سے اپنے اوپر حرام نکرے **ف** مثلاً اوسکو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کر دے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے تو مختار **ص** اور مکروہ **ف** تحریماً ہے مختار **ص** بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک مسنون ہے جیسے **ص** یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو **ف** اسواسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہیں اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقے میں ملیگا اور اسمین خوف شہوت کا ہے برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہوں یہ مذہب ابو حنیفہ اور محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اور یہ اختلاف اوس صورت میں ہے کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے تحیت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اوسکے حرام ہونے میں شک نہیں بالاتفاق کذا فی الاصل اور دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفر سے جب حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اونکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں ابن عمر سے اور طرفین کی دلیل ہے کہ حضرت نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے کذا فی الہدایہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب دونوں کے بیچ میں کچھ نہووے ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اوسی صورت میں ہے جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہووے اور سفر سے جو شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے **ص** اسیطرح جائز ہے مصافحہ **ف** بلکہ مسنون ہے عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانی نے حذیفہ بن الیمان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کر کے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اوسکے ہاتھ سے ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں اور ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جامع ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اوسکو بدعت قرار دیا ہے

مسائل ملحقہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہیں اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو اونکا بستر جدا چاہیے اور مراد اوس سے یہ ہے کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہے اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جدا گانہ ہو تو درست ہے اور لڑکا اگر وجب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اوسکا نظر وغیرہ کے مسائل میں مثل بالغ کے ہے اور حمامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظم رح کے نزدیک جیسے ختنہ کرنیوالے کو

لیکن یہ روایت مجہول ہی اور بحالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابو اللیث نے اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہی ورنہ اوسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خریدین یا ختانہ سے نکاح کرا دیوین اور حبیہ سے ورتین نہ ہو سکین تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پانون چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پانون کو بڑھا دے اور ایک روایت مین ہی کہ نہ بڑھا دے اور ہو سے ہاتھ اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہی وقت ملاقات کے مکروہ ہی اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیہ اور آداب کے ہی تو فسق اور حرام ہی اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہی تو کفر ہی اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہی اور عالم کی تعظیم کے لیے یا اوستاد کی یا باپ کی قیام درست ہی جب یہ لوگ آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہی اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضون سے جواز اور بعضون سے ممانعت نکلتی ہی اور مصحف کا چومنا جائز ہی اور روٹی کا چومنا درست ہی اور روندنا اوسکا پانون سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہی کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان مین

ص مکروہ ہی بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہی جیسے گوبر کی بیع **ف** اور لید اور مینگنی کی درست ہی **ص** صحیح قول مین **ف** اور وہ قول امام محمدؒ کا ہی ہدایہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہین جائز ہی بیع گوبر کی کذا فی الاصل **ص** اور اوس سے **ف** یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے **ص** نفع بھی لینا درست ہی نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہی اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے ان شراب کے روپیوں مین سے لینا درست ہی اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو ان روپیوں سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہی اور بیع اوسکی باطل ہی تو اوسکی قیمت بھی حرام ہی کذا فی الاصل **ص** اور جائز ہی آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام الایہ ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہین مقصود ہی کیونکہ قول اللہ تعالی کا انما المشرکون نجس نہین موجب ہی حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہی مسلمانون کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد نے سنن مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کفار تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہی عینی **ص** اور جائز ہی ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی **ف** اسلیے کہ آنحضرت صلعم عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہی اور بھی روایت کی بخاری نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا شکر ہی خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی **ص** اور جانورون کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کودانا واسطے جفتی کے **ف** اسلیے کہ حضرتؐ نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی مین جیسا کہ اوپر گذرا اور اوسمین منفعت ہی جانور کی اور سوار ہوے آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر **ص** اور حقنہ **ف** شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اوس صورت مین جب کوئی طبیب

۱۔ یعنی گدھون کا گھوڑیون پر

۲۔ یعنی خصی کرنے کے ساتھ

مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شی بخس مین شفا ہی اور کوئی دوا مباح قائم مقام اوسکی نہ ملے درمختار ص اور تنخواہ قاضی کی ف
بیت المال مین سے یہ اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین مگر یہ
درست ہی اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہو گا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہی حبس کی
یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رکا رہتا ہی اوسکا بدلا ہی نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور ام ولد کا ف اور مکاتبہ اور معتقۃ البعض کا
ص بغیر محرم کے ف اسواسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہی جیسے محرم درمختار مین ہی کہ یہ حکم زمانہ سابق مین تھا اب
لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا
ماں کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہو ف اور صغیر کا اجارہ دینا صرف ماں کو ف جائز ہی
اوروں کو نہین درست ہی ص اور شیرہ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت
نفس شیرہ سے متعلق نہین ہی بلکہ بعد اوسکے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اونکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہین کیونکہ معصیت اونکی
عین سے متعلق ہی کذا فی الاصل اور ذمی کی شراب مزدوری لیکر اوٹھانا ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین درست ہی
اور مزدوری حلال نہین ہی کذا فی الاصل ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لیے ف پارسیون کی عبادت کے
واسطے ص یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کیواسطے یا شراب بیچنے کیواسطے ف درست ہی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک جائز نہین ہی لیکن شہر مین بالاتفاق نادرست ہی اور ہدایہ مین ہی کہ مراد دیہات سے یہان دیہات کوفہ ہی جنمین اکثر گاؤن والے ذمی
رہتے تھے ص اور ہمارے ملک کے دیہات تو نہین تو ان باتونکی قدرت اونکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام کی ظاہر ہین یہی قول اصح
ہی اور درست ہی بیچنا مکانونکی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور عملہ نہ زمین امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا
بھی بیچنا درست ہی اور اسی پر فتوی ہی درمختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہی حرمت دی اوسکو اللہ تعالے نے نہین حلال بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ دینا اوسکے گھرونکو
ص اور غلام کے پاؤن مین بیڑی ڈالنا ف اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہی ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ
قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریت لینا ف استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
قبول کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہ رض کا کذا فی الاصل لیکن حدیث کی کتابون سے معلوم ہوتا
ہی کہ حضرت صلعم نے جب ہدیہ بریرہ رض کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص لیکن مکروہ ہی کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا دیوے یا روپیہ
اشرفی تحفے کے طور پر دیوے ف اسلیے کہ ان چیزون کی تجارت مین کچھ ضرورت نہین بخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون سے
ملانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لیے ان باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہی ص اور بھی مکروہ ہی خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے
کہ اسمین ترغیب ہی انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہی ص اور مکروہ ہی بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ لکھکر کہ اوس سے جو
چاہے گا چیزین لیتا جاویگا یہان تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہی اور ایسا قرض ممنوع
ہی ہان اگر اوس بقال پاس امانتا روپیہ رہنے دیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہی ہدایہ ص اور شطرنج
یا چوسر کھیلنا ف اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک مباح ہی کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اس مین

ذہن تیز ہوتا ہی لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور اوسمین شرط نہو ورنہ جوا ہو جاویگا اور وہ حرام ہی بنص کلام اللہ سے اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگرچہ شرط نہین ہوئے جب بھی اوسمین ضائع کرنا ہی عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہی یہان تک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہی تو اور امورات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاصل دلیل اوسکے مکروہ ہونے کی یہ ہی کہ وہ لہو ہی اور ہر لہو نادرست ہی مگر تین لہو اور شطرنج اون تین مین سے نہین ہی ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ سؤر کے خون مین ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہی اور موجود ہی صحیح مسلم مین یہ حدیث لیکن اوسمین شطرنج کا لفظ نہین ہی اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین قاسم بن محمد سے کہ انھون نے کہا شطرنج کے باب مین کہ یہ لہو ہی اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہی جسکی حرمت کلام اللہ مین منصوص ہی **ص** اور ایسا ہی ہر لہو ولعب **ف** جیسے کنکوا یا تکل اور اڑانا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی مین بنانا **ص** اور غلام کے گلے مین طوق ڈالنا اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا مین یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشک **ف** یا مقعد العز من عرشک اول کے معنی یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہی اور ثانی کے معنی یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہی دونون لفظ کہنا مکروہ ہی اس لیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہی کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہین اور عزت اور جلال الٰہی قدیم ہین اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ شاید اللہ تعالی کا مکن عرش پر ہی اور یہ قول مجسمہ خذلہم اللہ کا ہی جو اللہ تعالی کے لیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہین نعوذ باللہ منہ در مختار مین ہی کہ ابو یوسف نے اسکے عدم کراہت کو کہا ہی اور اسی کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ [illegible] روایت کیا بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود رض سے تو اس صورت مین لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی [illegible] کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے نہ کہنے مین ہی اسواسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہی اور مخالف ہی اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہی **ص** اور مکروہ ہی کہ دعا مین یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلک و انبیائک **ف** اسلیے کہ رسل اور انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہین ہی یعنی جو کچھ اللہ تعالی اپنے بندون کو نعمتین اور رحمتین عطا کرتا ہی اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے ورنہ اللہ تعالی کو کسیکا دینا نہین آتا البتہ یہ لفظ دعائے ماثورہ مین وارد ہی تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور وجاہت ہی نہ حق وجوبی **ص** اور مکروہ ہی قرآن شریف پر بعد دس دس آیتون کے علامت بنانا یا اونمین اعراب دینا **ف** اسواسطے کہ ابن مسعود نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن مین اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ص** مگر اہل عجم کو درست ہی بلکہ مستحسن ہی **ف** اسواسطے کہ یہ لوگ اعراب بان عرب کو پہچان نہین سکتے تو حرج واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے مین اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہوجاویگی **ص** اور مکروہ ہی بند کر رکھنا آدمی اور جانورون کی خوراک کو اوس شہر مین جہان یہ روکنا ضرر کرتا ہو **ف** اسواسطے کہ حدیث مین ہی الجالب مرزوق والمحتکر ملعون یعنی غلہ لانے والا اوسواسطے شہر والون کے رزق دیا گیا ہی یعنی خدائے تعالی اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہی روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رض سے اور روایت کی احمد نے مسند مین ابن عمر رض سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگون سے

چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مراد یہ ہی کہ غلہ خرید کرکے اوسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے
ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچینگے تو حاصل یہ ہی کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہی اور ابو یوسف سے
مروی ہی کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہی بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامۂ خلائق کو ضرر پہنچے تو اوسکو احتکار کہتے ہین اور محمدؒ سے
مروی ہی کہ کپڑے مین احتکار نہیں ہی اور مدت حبس کی بعضون کے نزدیک چالیس دن ہین اور بعضون کے نزدیک ایک مہینا
لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہی اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہی کہ قاضی
محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیو اور صحیح یہ ہی کہ اگر وہ
نہ بیچے تو قاضی جبراً اوسکو بیچڈالے کذا فی الہدایہ والاصل **ص** نہین مکروہ ہی اوس غلے کا روک رکھنا جو اوسکی زمین مین خاص پیدا
ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہووے **ف** اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک
اکثر حکم مصر مین ہی کذا فی الاصل **ص** اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نکرے کہ اوس سے گھٹنے اور بڑھنے نپاوے **ف**
بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے **ص** مگر اوس صورت مین کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھالیوین تو لوگون کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب
مقرر کر دیوے **ف** اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس بن مالکؓ سے مروی ہی کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ
نرخ گران ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنیوالا ہی اور بند کرنیوالا ہی
اور کشایش کرنے والا ہی مین چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم مین سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نکرے کسی مظلمۂ مالی یا خونی کا کہا
ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندون مین اسکو روایت کیا ہی کذا فی العینی

مسائل ملحقہ

غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملاکر بالتبع کہہ سکتا ہی آواز بلند کرنا ذکر اور
دعا مین مکروہ ہی کبوترون کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لیے درست ہی اور اونکا اوڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہی کبوتر باز
اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگون کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور
نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کرڈالے جاوین طیور خرید کے چھوڑ دینا
درست ہی اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ ضائع کرنا ہی مال کا گھوڑدوڑ درست ہی اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہی
اگر دونون جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہوجاوے اور اوسکا گھوڑا اسطرح کا ہو کہ اوسکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو
پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونون شخصون سے مال مشروط لیوے اور ان دونون شخصون مین جو آگے بڑھ جاوے
دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونون تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لینگے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت
اور جہاد جائز ہی اور بقصد بازی مکروہ ہی قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہی ناخون کترانا مستحب ہی دن جمعے کے
بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہون اور غازی کو ناخون اور مونچھین بڑھانا چاہیین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اوسی کی چھنگلیا تک پھر بائین ہاتھ کی چھنگلیا سے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے
تک موے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعہ مین افضل ہی اور پندرھوین دن بھی موے زہار مونڈنا جائز ہی اور چالیس دن سے زیادہ گذرنا
مکروہ ہی داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہی اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے اگرچہ نامعلوم ہو مونچھون کو کترلے یا منڈاوے اگر

بلکہ جامع نصیحت وکتاب

لٹکا تے ہوا تنا کہ لب بالا سے گذر کنارے کے برابر ہو جاوین عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہی ایک شخص نے علم دوسرون کو تعلیم کرنے کے لیے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لیے تو اول افضل ہی اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہی بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز ہی اگر امرد ہو قاضی پر محکمہ مین آوے اور جو شخص مسجد مین بیٹھا ہی انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن مین مشغول ہی اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان و اقامت کے حال مین جواب سلام کا دینا واجب نہین لڑکیون کے کان چھیدنے مین قباحت نہین ہی بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا ناجائز ہی البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہی عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن کے پڑھنے سے سنتا اوسکا زیادہ ثواب ہی واللہ اعلم من الدر المختار وحواشیہ

ص کتاب احیاء الموات

ف یعنی نا آباد زمینون کے آباد کرنے کے بیان مین ص موات وہ زمین ہی جس سے نفع حاصل نہین ہوتا پانی نہونے یا پانی کی کثرت کے سبب یا مانند اسکے اور اسباب سے ف مثلاً زمین بہت نمدار ہو گئی یا شورہ ہو گئی کذا فی الاصل ص اور قدیم سے کسی کی مملوک نہین ہی یا مملوک ہی اہل اسلام کی لیکن اوسکا کوئی مالک معین نہین معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہی کہ اگر کوئی شخص انتہاے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اوس زمین مین آواز نہ پہنچے ف امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہو کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہین ہی پس اگر اوسکا مالک معلوم نہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہی و جب اوسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو اوسکو دیجاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ہی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے کذا فی الاصل ص جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اوسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہوگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک امام کا اذن شرط نہین ہی کذا فی الاصل دلیل اونکی قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اوسی کی ہی روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہی اور اختلاف ہی اوسکے صحابی مین بعضے جابر کہتے ہین اور بعضے عایشہؓ اور بعض عبداللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہی اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انھون نے عایشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہی اوسکا کہا عروہ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت مین دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی طبرانی نے معاذ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اوسکا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہی اوسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے ص نہین جائز ہی آباد کرنا اوس زمین کا جسکا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہان آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اوسکا عود نہو سکے تو آباد کرنا اوسکا درست ہی اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اوسمین پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اوسکو آباد نہین کیا تو امام اوس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کر دے اور جسنے ایک کنوان زمین موات مین کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنوان عطن کے لیے ہو ف یعنی پانی اوسمین سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اوسکے گرد بیٹھکے پانی پیتے ہون ص یا ناضح ہو ف ناضح وہ کنوان ہی جس سے پانی بھرا جاتا ہی اونٹون سے کھیت سینچنے کے لیے ص تو گرداگرد اوس کنوئین کے چالیس گز

ہر طرف سے اوسکا حق ہوگا بر قول اصح **ف** اور بر قول غیر اصح حریم اوسکا چالیس گز ہی ہر طرف سے دس گز اور صاحبین کے
نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہی جو چوبیس انگل کا ہوتا ہی اور ہر انگل بقدر چھ
جو کے جب آپسمین ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہو وے کذا فی الاصل دلیل امام صاحب کی حدیث ہی عبد اللہ بن مغفل کی روایت کیا
اوسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنوان کھود ے تو اوسکو چالیس گز ہی واسطے پانی پینے اوسکے
جانورون کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند مین ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنوین کا چالیس گز ہی سب طرف سے
اوسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریون کے **ص** اور حریم چشمے کا پانسو گز ہی ہر جانب سے **ف** اسواسطے کہ ابو یوسفؒ نے
کتاب الخراج مین روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہی اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہی
اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ یہی حدیث دلیل ہو صاحبین کی بیر ناضح کے حریم مین زیلعی نے تخریج
ہدایہ مین اسکو غریب کہا ہو **ص** تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنوان کھودنے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم
کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنوان کھودا تو اوسکا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوئین کی جانب سے **ف** اسلیے کہ
وہ ملک پہلے کنوین والے کی ہو **ص** اور کاریز **ف** یعنی مجری پانی کا زمین کے نیچے درمختار **ص** کا حریم بقدر
اوسکی اصلاح کے ہو **ف** اندر کی مٹی ڈالنے کے لیے یہ مذہب امام صاحب کا ہو اور بعضون نے کہا کہ جب وس مین پانی
نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہو اوسکا حریم نہین ہو اور جو پانی نکلے تو حکم اوسکا مثل چشمے کے ہو یعنی پانسو گز اوسکا حریم ہوگا کذا فی
الاصل **ص** نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی زمین مین امام صاحب کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین کے نزدیک اسکو نہر کی مینڈ ملیگی
چلنے کے لیے اور مٹی ڈالنے کے لیے ملے گا اور ایسی ہی زمین موات مین تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے
بیچ مین واقع ہو اور کسی کی اون دونون مین سے اوس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہین ہو تو وہ مینڈ صاحب زمین کی
ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اوسپر موجود ہو تو اوسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا
بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے **ف** درمختار مین ہو کہ قول ابو یوسفؒ پر
فتوی ہی اور حریم درخت کا جو ارض موات مین بووے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہی حدیث مین اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے

فصل شرب کے مسائل مین

ص شرب بالکسر عبارت ہو پانی کے حصے سے **ف** یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کے لیے یا جانورون
کے پلانے کے لیے درمختار **ص** اور شفہ کہتے مین آدمی یا چارپایون کے پانی پینے کو لبون سے تو ہر شخص کو حق شفہ پہونچتا ہی
ہر پانی مین جو کسی برتن کے اندر رکھا گیا ہو وے **ف** اسلیے کہ جب پانی کسی برتن مین رکھا گیا تو وہ رکھنے والے کا مملوک ہوگیا
اب کوئی شخص بے اجازت اوسکے اوسمین سے نہین پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ مین ہی جیسے کنوان یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو
ہر شخص کو اوس سے پینا یا جانورون کو پلانا پہونچتا ہو اصل اس باب مین قول ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمی شریک
ہین تین چیزون مین ایک پانی دوسری گھاس تیسری آگ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے **ص** اسطرح ہر شخص کو
پہونچتا ہو کہ دریا یا نہر عظیم جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہر ہین **ف** دجلہ نام ہو نہر بغداد کا اور مانند دجلے کے اور انہار

عظام ہین مثل گنگا جمنا گھاگھرہ وغیرہ **ص** اپنی زمین کو سینچے یا اوس مین سے ایک نہر اپنی زمین کی طرف اوسکا لے سینچنے کے
لیے یا چکی کے لیے اگر عامۂ خلق کو اوس سے مضرت نہ پونہچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کوئین سے جائز نہین کہ اپنے جانورون کو
پانی پلاوے **ف** اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانورون کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت مین پانی ڈالے
مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہو کہ گھڑے مین پانی بھر کر اپنے گھر مین لاکر درخت یا سبزہ مین ڈالے صحیح تر قول مین **ف**
اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہین مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وجیز مین اسی قول کو صحیح کہا ہو طحطاوی **ص**
جو نہر کسی کی مملوک نہین ہو اوسکی کھدوائی بیت المال مین سے دیجاویگی اور اگر بیت المال مین روپیہ نہووے تو رعایا سے
(یعنی صاحب کرانی وغیرہ ١٢)
لی جاویگی **ف** اور اگر وہ نہ دین تو امام اون سے جبر لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کیواسطے حموی **ص** اور جو وہ نہر
مملوک ہو تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والون سے **ف** یعنی جو اوس نہر مین پانی پیتے ہین
اونسے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہین ہین **ص** اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اوسپر باقی
نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی **ف** امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سب شریکون پر پوری نہر کی اول سے آخر تک
کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لی جاویگی **ص** صحیح ہو دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے **ف** یہ استحسان ہو اسلیے کہ کبھی
پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہو ارثا اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہو اور شرب بائع کے لیے رہتا ہو کذا فی الاصل **ص** ایک
جماعت نے شرب مین جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کر دینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہین سکتا اگرچہ اوسکی
زمین سیراب نہین ہوتی ہو بغیر روکے ہوے مگر اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر مین سے دوسری نہر نکال نہین سکتا
(اسپیرہٹ)
یا اوسپر چکی طرح نہین کرسکتا یا دولاب یا پل بنا نہین سکتا مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک مین رکھے **ف**
اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اوسکے مملوک ہون اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا
فی الاصل **ص** اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پونہچے تو ہوسکتا ہو اسی طرح نہر کے مونہہ کو چوڑا نہین کرسکتا یا اگر نہر کا
پانی بطور سوراخون کے منقسم تھا اور وہ دنون کے حساب سے بانٹے تو یہ نہین ہوسکتا یا اوس زمین مین پانی لیجاوے جہان کی
باری مقرر نتھی حق شرب موروث ہوتا ہو اور اوس سے نفع اوٹھانیکے لیے وصیت بھی ہوسکتی ہو اور اوسکی بیع یا اجارہ
یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہین ہوسکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا **ف** موافق عادت کے
ورنہ ضامن ہوگا در مختار **ص** اور اوس سے دوسرے کی زمین مین تری ہو چکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان
ندیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان ندیگا **ف** اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہو اور یہی قول ہو
امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر بزدوی مین ہو کہ ضامن ہوگا کذا فی الاصل در مختار مین ہو کہ فتوی قول اول پر ہو واللہ اعلم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہو شرابون کے احکام کے بیان مین حرام ہو خمر اور وہ کچا پانی ہو انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اوٹھاوے
اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو **ف** یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہو اسلیے کہ وہ نجس عین ہو مثل پیشاب کے
فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق مین اِنَّہٗ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ یعنی وہ پلید ہو شیطان کا کام ہو اور احادیث اوسکی

حرمت مین بکثرت وارد ہوئی ہین روایت کی حاکم اور ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اللہ تعالی نے لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے نچوڑنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر
اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ
سے کہ خمر حرام ہی قلیل اور کثیر اوسکا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہی اور باقی ایمہ کے نزدیک جو چیز
عقل کو زائل کر دیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہی دلیل اونکی حدیث ہی ایمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے ہر مسکر خمر ہی اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختون سے
ہوتا ہی یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہی کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہین
اور حدیث اول مین یحیی بن معین نے طعن کیا ہی اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہی نہ بیان معنی خمر اور ایمہ حدیث نے
اسکو رد کیا ہی اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخان اور ایمہ اربعہ نے پس یہ اعلی مراتب صحیح مین ہوئی اور طعن یحیی
ابن معین کا اوس حدیث مین ثابت نہین ہی کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ مینے اس طعن کو کسی کتاب حدیث مین نہین
دیکھا اور ایمہ لغت مختلف ہین خمر کی حقیقت مین بعض نے خاص کیا ہی انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام کہا
ہی اور قاموس مین قول ثانی کو اصح کہا ہی اور دلائل اوسکی صحت کے بہت ہین ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہ
کے کہ خمر پانچ چیزون سے ہوتا ہی انگور اور کھجور اور شہد اور گیہون اور جو سے اور خمر وہ ہی جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو
روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہی کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور اعلم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاری نے
انسؓ سے کہ جسوقت خمر حرام ہوا سو خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے
نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون سے خمر ہوتا ہی اور جو سے خمر ہوتا ہی اور تمر سے خمر ہوتا ہی
اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہی اور شہد سے خمر ہوتا ہی اور اون لوگون مین سے جنہون نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر
عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عایشہؓ ہین صحابہ سے اور تابعین
سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر ہین اور اور لوگ ہین کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابو ہریرہ
اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمر مین کہ جب خمر حرام ہوا مدینے مین تو ان خمرون مین سے کوئی خمر وہان نہ تھا روایت کیا
اوسکو بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت مین مختلف ہو گئے چنانچہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی
ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہمنے درمیان ایمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی
جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہی تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہی جیسے
امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہی اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہی برخلاف اوسکے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہووے
اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑکر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اوسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا
اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہین لیکن حرمت اونکی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب **ص** اور جھاگ ہونا شرط ہی امام
اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اوٹھانا ضرور نہین ہی پھر خمر کا عین

حرام ہی اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگون کا قول یہ ہی کہ بقدر سکر او سمین سے حرام ہی ف لیکن یہ قول مردود ہی اس لیے کہ
اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہی جیسا کہ گذرا اور اوسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا
کافر ہی ف اسلیے کہ منکر ہی نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی
نہ مالیت اوسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
لعنت کی خمر کے بائع اور اوسکی قیمت کھانے ولے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمد نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جسنے حرام کیا خمر کو سو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہی مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف
اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہی در مختار مین ہی کہ خمر کا جانورون کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے
کے واسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اوسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہی مگر سرکہ بنانا یا پیاس
کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہی اور جو ضرورت سے زیادہ پیے گا تو اوسپر حد ماریجاویگی
ص اور جو کوئی خمر کو پیے گا اگرچہ اوسکو نشہ نہووے لیکن حد مارا جاویگا ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود مین گذری
اور سوا خمر کے اور شرابون کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک نشہ نہووے لیکن محمد کے نزدیک پڑیگی اور اوسی پر فتوی ہی اس
زمانے مین عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نجاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہوجانیکے پکانا موثر
نہین ہی ہدایہ ص اور جائز ہی سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہی وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک
جائز نہین دلیل شافعی کی حدیث ہی انس کی ابی طلحہ سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر
میرے پاس ہی تو آپ نے فرمایا کہ بہا دے اوسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنالون اوسکا کہا آپ نے نہین ہم یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث
قریب تر ہی اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل مین آپنے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنون کا استعمال
بھی منع کر دیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعی نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز رکھا ہی دوسرے یہ کہ
حضرت صلعم نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہی روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رض سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہی تیسرے یہ کہ
علت حرمت خمر کی سکر ہی تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہان تک سرکہ ہی وہان تک برتن
پاک ہو گیا اور اوسکے اوپر کی جانب جہان سے خمر گھٹ گیا ہی تبعاً پاک ہوجاویگا یہی مفتی بہ ہی اور ایک روایت مین پاک نہوگا مگر
جب وہ سرکہ وہان ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہوجاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہی طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور
دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہی اونٹ کی طلا کے اور صحیح یہ ہی کہ اسکا
نام باذق ہی اور جو نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہی یہ دونون اوزاعی کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک
حرام ہین ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب ان مین جوش اور شدت پیدا ہوجاوے ف یعنی طلا
اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہین کہ ان مین جوش اور نشہ پیدا ہووے اور شریک بن عبد اللہ کے نزدیک سکر درست ہی اسواسطے کہ
فرمایا اللہ تعالی نے تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہ کا ہی اوسکی حرمت پر اور یہ آیت
ابتدائے اسلام کی ہی جب خمر حلال تھا اور بعضون نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہی کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو

ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایہ ص اور نجاست اسکی غلیظہ ہی ف اور ایک روایت مین خفیفہ ہی بمایہ آور حرام ہونا اسکا
امام صاحب کے نزدیک جب ہی جسوقت جوش کرے اور شدید ہوا ور جھاگ لاوے اور صاحبین کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہی مثل
شراب کے کذا فی الاصل ص لیکن حرمت اسکی ظنی ہی تو منکر اوسکا کافر نہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہی تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور درست
ہی مثلث انگور کا اگرچہ اوسمین شدت ہوجاوے ف یعنی سکر پیدا ہوجاوے مثلث انگور کا اوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پھر اوسکو رکھ چھوڑین یہانتک کہ اوسمین شدت ہوجاوے اور جھاگ اوٹھنے لگے اسیطرح
اگر اوسمین بعد جلانے کے پتلا کرنیکے لیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دین اور اوسکو رکھ چھوڑین یہانتک کہ جوش کرے اور شدید ہوا ور
جھاگ اوٹھنے لگے اور درست ہی یہ مثلث امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہی کذا
فی الاصل اور طلا در حقیقت اسی کا نام ہی در مختار مین ہی کہ پینا مثلث کا اکابر صحابہ رضی سے ثابت ہی ص اسیطرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا
جب تھوڑا سا پکالیا جاوے اگرچہ اوسمین شدت ہوجاوے لیکن ان تینون کا اس مقدار تک پینا درست ہی کہ نشہ نکرے اور لہو و طرب کے قصد سے
نپیے بلکہ قوت کے لیے استعمال کرے ف ورنہ امام صاحب کے نزدیک بھی حرام ہی دلیل امام اعظم رح کی حدیث ہی علی رض کی کہ فرمایا حضرت نے
حرام کیا اللہ تعالی نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسنادمین اوسکی عبدالرحمن مجہول ہی
اور حدیث اوسکی غیر محفوظ ہی البتہ یہ ابن عباس رض سے موقوفا مروی ہی روایت کیا اوسکو ابوحنیفہ اور دارقطنی نے جیسا گذرا اور
روایت کیا نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر رض سے تو حرام امام صاحب کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہی جس سے نشہ ہوا اور محمد
اور شافعی اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو
سو اوسکا قلیل بھی حرام ہی روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر رض سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت
کی ابو داؤد اور ترمذی نے عایشہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اوسکا ایک
کف بھر بھی حرام ہی اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہی محمد رح کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال
کرنے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم رح کو یہ حدیثین نہین پہنچین واللہ اعلم ص اسیطرح درست ہی خلیطان یعنی کھجور اور انگور
خشک کو ملا کر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہانتک کہ جوش مارے اور شدید ہوجاوے جب اوسکو پیے بغیر لہو و طرب کے
ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہی جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عایشہ صدیقہ رض سے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو
رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اوسکو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے
تھے تو آپ صبح کو اوسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہی اور وہ جو حدیث
جابر مین جسکو روایت کیا ایمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہی تو محمول ہی اوپر ابتدا اسلام کے ہدایہ ص اسیطرح درست ہی نبیذ
شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو اور طرب کے ف امام صاحب کے نزدیک ہدایہ مین ہی کہ انکے پینے
والیکو حد نہ پڑیگی اگرچہ مست ہوجاوے اور محمد رح کے نزدیک یہ سب حرام ہین مطلقا اور یہی مفتی بہ ہی اور اوسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر
مست ہوجاوے بقول المختار فی زماننا کذا فی الدر المختار ص اور درست ہی سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین ڈالکر بناوے اور نبیذ بنانا
تونبوں اور سبز گھڑون اور مرتبان اور روغن قیر مالش کیے ہوے برتنون اور لکڑی کے برتنون مین ف اسواسطے کہ محمد رح نے

یعنی کدو ۱۲ یعنی مٹکا ۱۲ یعنی حرفت ۱۲ یعنی نقیر ۱۲

کتاب الآثار مین بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مین نے تمکو دبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سواے بیوے ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہین کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباس مین ہی صحیحین مین کہ آپ نے وفد عبد القیس کو دبا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہی اس حدیث سے **ص** اور مکروہ ہو خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اوسکو کنگھی مین ملکر بالون کو لگانا **ف** مراد کراہت سے حرمت ہی کذا فی الاصل **ص** لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہووے تو اوسکو حد نہ پڑیگی **ف** اور خمر مین شرب قلیل سے حد ہی اسلیے کہ قلیل اوسکا داعی ہوتا ہی طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ مین نہین ہی تو اوس مین حقیقت سکر معتبر ہوگا کذا فی الاصل **مسائل ملحقہ** درمختار مین ہی کہ بھنگ اور افیون اور اجواین خراسانی اور جایپھل حرام ہی لیکن حرمت خمر سے اِن کی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص ان مین سے کھاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہوجاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجواین اور افیون کی حلت مفہوم ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے سکر نہووے اور تنباکو کے باب مین علما مختلف ہوگئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضون کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہی اور کراہت تنزیہی اقرب ہی طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور موافق ہی اس اصل کے کہ اشیا مین اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث مین وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اوسکو احمد نے ام سلمہ سے تو اوس سے ممانعت تنباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہووے نہین نکلتی اور یہی حکم ہی حقے کا واللہ اعلم بالصواب **ر** زنان یاو جسمین خمر مخلوط ہووے حرام ہی اور رجا اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام صاحب کے درست ہی اور موافق مذہب امام محمد کے نادرست ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اور اسی مین تقویٰ ہی اور احتیاط ہی ۱۲

ص کتاب الصید

ف یہ کتاب ہی شکار کے بیان مین صید وہ حیوان متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تمپر شکار خشکی کا جب تم احرام مین ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اوسمین سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع **ص** حلال ہی شکار ہر دانت کچلی والے جانور اور ہر پنجے والے پرند سے جیسے کتا باز وغیرہ **ف** بیان ہوے معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب الذبائح مین پھر جان تو کہ سور مستثنی ہی اس سے اس لیے کہ وہ نجس العین ہی اور امام ابو یوسف نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہی خساست مین اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہین ہی اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہین ہوسکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسی کا کام نہین کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسی کا کام نہین کرتا تو حلت صید کی شرط نہین پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اسباب مین قول اللہ تعالیٰ کا ہی وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ یعنی حلال ہی تمھارے واسطے شکار جانورون کا جو زخمی کرتے ہین جنکو تعلیم کیا تمنے اور یہ مطلق شامل ہی ہر جانور کو دوسری

حدیث عدی بن حاتم مین لفظ کلب کا وارد ہوا اور کلب کا اطلاق زبان عرب مین ہر درندے پر ہوتا ہی بیان کیا اسکو شیر پر بھی
ہدایہ ص بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہون ف اسلیے کہ کلام اللہ مین وما علمتم کی قید ہی دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے کہا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہین اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے
کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اوسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کر لے تو کھا اوسکو یعنی بغیر
ذکات اوسکا شکار درست نہین ہو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگا دین ف
اسواسطے کہ کلام اللہ مین جوارح کا لفظ وارد ہو جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جراحت ضرور ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی
پر فتویٰ ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہین ہی ص اور اونکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے
ف اسواسطے کہ حدیث عدی مین بسم اللہ کہنے کا امر ہی اور اوسی حدیث مین ہی کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ مین اپنا کتا
بسم اللہ کہکر چھوڑتا ہون اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہی اب مین نہین جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا
آپ نے کہ نہ کھا اوسکو اسلیے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہی نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن
عمداً بسم اللہ ترک کر دیوے تو درست نہین ہی ص اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو
پاؤن سے یا پرون سے اور وحشی ہو حلال ہو ف ذکات اختیاری اوسمین نہو سکے تو جو جانور لوگون سے انس
پکڑ گیا ہو ممتنع ہی لیکن متوحش نہین ہی اور جو شکار جال مین پھنس گیا یا کنوین مین گر گیا یا سست کیا ہوا اوسکو کسی
متوحش نے تو وہ متوحش ہی لیکن غیر ممتنع ہی کذا فی الاصل تو ایسے جانورون مین ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے
لیے ضرور ہی صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہونگے ص اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار غیر
درست ہی ف جیسے وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کرکے چھوڑا
گیا ہووے کذا فی الاصل ص شریک نہووے ف بسبب اوسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری ص اور وہ
کلب معلم وقفہ نکرے بعد ارسال کے ف تاکہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے
آرام کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہین اسلیے کہ یہ شکار ارسال سے نہوگا
بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اوسکے کہ چیتے کو شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ بالطریق چیلے اور گھات کے شکار
کی فکر مین نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہی اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرے تو بھی درست
ہی درمختار و طحطاوی ص اور کتا تعلیم یافتہ ہوجاتا ہی اگر تین بار شکار کرے اور اوسمین سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہی
جب پکارنے سے آنے لگے ف یہی مضمون ماثور ہی ابن عباس سے کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ اثر غریب ہی مین کہتا ہون
روایت کی امام محمد نے آثار مین بسند صحیح ابن عباس سے کہ کہا اونھون نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہی تو کھا اوسکو
اور جو وہ اوسمین سے کھا لیوے تو نہ کھا اوسکو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوسمین سے کھا لیوے اسلیے کہ تعلیم
اوسکی یہ ہی کہ پکارنے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہین سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد نے کہ ہم اسی قول
سے اخذ کرتے ہین اور یہی قول ہی ابو حنیفہ کا ص تو اگر باز شکار مین سے کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہی

نہ جب کتا اوسمین سے کھا لیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار مین سے کھا لیا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اور اسی طرح قبل اوس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے پاس ہنوز موجود ہین حرام ہونگے **ف** اور جو صیاد اونکو کھا گیا ہی تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہی **ص** اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہی کہ بسم اللہ کہکر تیر مارے **ف** اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہی اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا **ص** اور وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہو جاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے **ف** یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہو گیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا تو اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ تو نہین جانتا شکاری نے قتل کیا اوسکو یا زمین کے جانورون نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہو گیا تجھ سے تین دن پھر تو نے اوسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہین ہوا **ص** اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہی کہ اوسکو ذبح کرے **ف** یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات ہووے تو ذکات ضرور ہی **ص** تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہو جاویگا **ف** یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا تو حرام ہوگا اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہی یہی مروی ہی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے اور یہی قول ہی شافعی کا اور ظاہر الروایۃ مین ہی کہ حرام ہو جاویگا (مثلاً چھری نہو یا وقت تنگ ہو ۱۲) اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہو گا پس تذکیہ واجب نہو گا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتوی اس پر ہی کہ اوسمین حیات قلیل بھی معتبر ہی یہانتک کہ اگر اوسکو ذبح کر لیگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہو گی تو حلال ہو جاویگا بسبب قول اللہ تعالی کے الا ما ذکیتم کذا فی الاصل **ص** اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہی **ف** اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہی نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا **ص** اسی طرح اگر معراض نے اوس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کی جانب سے جدھر دھار ہی **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہین جو بے پر کا ہو اور نام اوسکا معراض اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہی نہ نوک سے اور جو اوسکی نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بن حاتمؓ کی حدیث مین کہ پوچھا مین نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہی تو کھا اور جو عرض کی جانب سے لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہی روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہی نص کلام اللہ سے موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر مارین **ص** یا قتل کیا اوسکو بھاری

تھے اگرچہ وہ غلہ دھاردار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہو کہ وہ جانور اوس غلے کے بوجھ سے
مرگیا ہووے نہ زخم سے یہان تک کہ اگر غلہ ہلکا ہووے اور دھاردار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی
کذا فی الاصل ہدایہ مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ مذکور ہو کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے
بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے
ص یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اس لیے کہ شک ہو کہ وہ تیر سے مرا
یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہو کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو
نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر
پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہو اسی طرح حلال ہو اگر مسلمان
نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو
ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہو **ف** جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے
جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہو تو اگر ارسال مجوسی سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہو اور جو ارسال مسلمان سے
ہووے اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہو اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان
سے ہو تو شکار حلال ہو اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہو کذا فی الاصل **ص** اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے
دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہو **ف** یہ ہمارے نزدیک ہو اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور
کو معین کر دیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہو اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور
اوس نے جاکر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا
تو دونون حلال ہونگے اسی طرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اوسنے کئی جانورونکو
مارا تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاصل
ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہو لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا
ف اور امام شافعی رح کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو
عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہو روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے
کذا فی الاصل **ص** اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثاً یعنی دو حصہ پیچھے کیطرف اور ایک حصہ سر کیطرف
یا اوسکا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جاوینگے **ف** اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوۃ اوسکی
ممکن نہین زیادہ حیوۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث مذکور اسکو شامل نہوگی برخلاف اوس صورت کے کہ
دو حصہ اوسکے سر کی جانب مین ہووے اور ایک حصہ سرین کی جانب مین کیونکہ یہان حیوۃ ممکن ہو تو سرین والا حصہ حرام
ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی حیوۃ کا
احتمال ہو زیادہ حیوۃ مذبوح سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اول کے

تیر مارنے سے وہ جانور سست ہوگیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حرام ہوجاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کو ضمان دیگا اوسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونیکے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حلال ہوگا **ف** اول صورت مین حرام اسواسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہوگیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہوگئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہوگی اور دوسری صورت مین حلال ہوگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی پس ثانی کا ہوگا اسلیے کہ اوسنے شکار کیا اوسکا کذا فی الاصل **ص** اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اوسکا حلال ہووے یا حلال نہووے **ف** جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ سوٴر وغیرہ تو سوا سوٴر کے اور جانورون کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہوجاویگا کذا فی الاصل

ص کتاب الرہن

ف یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِھَانٌ مَّقْبُوْضَۃٌ یعنی اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاری مسلم نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور گرو کردی اوسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر **ص** رہن کے معنی شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرلینا ممکن ہو اوس شی مرہون سے مثل دین کے **ف** پس دین کا وصول کرلینا شی مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر برخلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شی سے نہین ہوسکتی کذا فی الاصل جاننا چاہیے کہ شی مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اوسکو مرتہن کہتے ہین اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اوسکو مرہون اور رہن کہتے ہین **ص** اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شی مرہون کا تسلیم کردینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے **ف** کیونکہ ابھی رہن تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اوسکا قبض سے ہے اور امام مالک کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہوجاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اوسمین قبضے کی قید ہے **ص** پھر جسوقت راہن نے شی مرہون کو تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کرلیا اور وہ شی مرہون مقسوم تھی شائع نتھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نتھی فارغ تھی **ف** یہان تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہوگی تو رہن جائز نہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اوسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلون کے جو اوسپر ہین یا رہن کرنا اوس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذا فی الاصل **ص** اور تمیز تھی **ف** یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اوس کو جدا کردیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہوجاے حال مرہون ہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کی خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور تمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہو اوس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نرکھتا ہووے یہان تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر نہین ہے جیسے رہن اوس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان مین

اور مکان اوسکا محل مرہون نہین ہی اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہین ہی کذا فی الاصل مع تفصیل **ص** تواب رہن لازم ہوگئی اور تخلیہ رہن مین قبض ہی بمنزلہ بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہی کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین کھدیوے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہوجاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہی اسواسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالک رح کے نزدیک لازم ہوجاتا ہی رہن بدون قبض کے کذا فی الاصل **ص** توجب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین آگئی تواب مرتہن اوسکا ضامن ہوگیا **ف** اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہین ہی بلکہ شی مرہون اوسکے پاس امانت ہی اور شی مرہون کے تلف ہوجانے سے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہین منافع اوسکے اور اوسی پر ہی تاوان اوسکا روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابو ہریرہ رض سے اور کہا ابو داؤد نے کہ نہین روکی جاویگی رہن اسی قدر ہی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہی نقل کیا اسکو زہری نے اونسے اور کہا کہ یہی صحیح ہی اور روایت کیا اوسکو شافعی رح نے مرسلاً سعید بن المسیب رض سے کہا شافعی رح نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہی اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہوگیا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل مین عطا سے اور بھی روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور نکالا طحاوی نے ابو الزناد سے بسند صحیح کہ کہا انھون نے پایا مین نے اون فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہی اون مین سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر اور قاسم ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی یعنی جب مرہون ہلاک ہوجاوے اور قیمت اوسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع کیا سب صحابہ اور تابعین نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعی کا مخالف ہی اجماع کے اور مراد اوس حدیث سے یہ ہی کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھڑا نسکے یہی منقول ہی سلف سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک رح نے موطا مین اس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیب سے اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہی کہ راہن ایک شی کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہووے تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نکرے گا تو وہ چیز میری ہوجاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین دین فلان مدت تک ادا نکرونگا تو وہ شی تیری ہوجاویگی تو منع کردیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اوسکو ملیگی **ص** پس اگر تلف ہوجاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت مین سے **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونون برابر ہونگے تو بھی دین سے جیسا بیان اوس کا ہوتا ہی **ص** تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونون برابر ہین تو دین ساقط ہوجاویگا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ

ہو اور دین کم ہو تو جسقدر دین شی سے زیادہ ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہی **ف** پس ضمان اوسکا مرتہن کو در صورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا **ص** اور جو دین زیادہ ہو اور قیمت کم ہو تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور جسقدر دین اوسکی قیمت پر زائد ہی اوتنا مرتہن راہن سے اور لیگا **ف** مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپیہ پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر دونون چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھ لیگا نہ عمرو کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہونگے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو اوسکا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے **ص** اور مرتہن کو جائز ہی اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے مین اور محبوس رکھنا شی مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہان تک کہ اپنا دین وصول کر لے یا معاف کر دیوے اور نہین جائز ہی مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً غلام لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون مین سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا **ف** اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب مین ہی کہ شی مرہون کے منافع راہن کے ہین روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہی اور بعضون نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کی درست نہین اسلیے کہ یہ ربوا ہی درمختار اور طحطاوی مین ہی کہ قول اول مفتی بہ ہی اور قول ثانی محمول ہی تقوی پر **ص** پھر اگر مرتہن نے اوس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہوگیا لیکن رہن باطل نہوگی اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو شی مرہون کے حاضر کرنیکا حکم ہوگا **ف** مگر جب شی مرہون کے حاضر کرنے مین دقت ہو بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے درمختار **ص** پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پھر شی مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر مین سوا اوس شہر کے جہان عقد رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے مین باربرداری کی مشقت ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ پڑیگا اور دین اوسکو دیدیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے **ف** اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسے حاضر کرنیکا حکم ہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اوسکے عدم تلف پر لے سکتا ہی اور اگر ادا کے بدل رہن باقساط ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضون کے نزدیک ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک اگر راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہی تو احضار ضرور ہی ورنہ بے فائدہ ہی درمختار و طحطاوی **ص** اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اوس صورت مین کہ اوسنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اسی طرح حکم نہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچڈالا ہوگا جب تک وہ کل دین اپنا وصول نکرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نکیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اوسکو احضار ثمن کا حکم ہوگا اسیطرح مرتہن کو حکم نہوگا کہ راہن کو شی مرہونہ بیچنے دیوے جب تک اپنا دین وصول نکر لے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر اوسکے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہی کہ حفاظت شی مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل وعیال سے کراوے مثل جورو و لڑکے اور اوس خادم کے جو اوسی کے پاس رہتے ہین اور جو ان کے سوا اور ون سے حفاظت کراویگا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا در مختار ص یا اوس پر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا ف درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا در مختار ص اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا مین پہنا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی اونگلی مین پہنے تو ضمان نہوگا ف اسلیے کہ چھنگلیا مین پہننا استعمال ہی اور دوسری اونگلی مین رکھنا استعمال نہین ہی بلکہ حفاظت کے واسطے ہی بحسب عادت کے کذا فی الاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہی کہ اگر شی مرہون کو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اوسکو نہ کہین تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہوگا اور جو عرف مین استعمال کہلاوے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا نہ تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شی مرہون کے جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اوسکے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکلجاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جو ان دونون صورتون مین قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اوسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہی اوسقدر خرچ مرتہن پر ہی اور جسقدر امانت ہی اوسقدر خرچ راہن پر ہی ف مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہین اور اوسکے علاج مین یا پکڑ لانے مین دس درم صرف ہوے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر ص برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شی مرہون کی کی جاتی ہی کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقاء ذات مرہون کے اور اوسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا سیچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی شی ہی جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا در مختار

ص باب بیان مین اون چیزون کے جنکا رہن رکھنا درست ہی اور جنکا درست نہین اور جن چیزون کے بدلے رہن رکھنا جائز ہی یا نہین

صحیح نہین ہی رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس اور غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہو در مختار ص اور پھلون کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختون کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلون کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا ف اور وقف کا در مختار ص اسطرح صحیح نہین ہی رہن بدلے مین امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یون ہی کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اوسکے عوض مین کوئی شی اپنی عمرو پاس گرو کردے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہی ص اور رہن بالدرک ف صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہی کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اور اوسوقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اسطرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہین جائز ہی

لیکن کفالت اسطرح درست ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اوس عین کے جو مضمون بغیرہا ہی یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہین ہی جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہی ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن
اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کردیوے تو یہ رہن ناجائز
ہی اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگا اور وہ بائع کا
حق ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل
پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اوسکے پاس گرو
کردے تو درست ہی کذا فی المنح ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا ما دون النفس ف یعنی زید پر قصاص واجب
ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوے اسلیے کہ قصاص سے نہین ہوسکےگا ص اور شفعہ کے ف مثلاً بائع
یا مشتری نے کوئی شی گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑدے تو یہ رہن باطل ہی اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری
پر نہین ہی ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل
شرعاً ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہی ص اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے
مین ف اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہی کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون
مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہی اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو
مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہی تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے
کذا فی الاصل ص اور نہین صحیح ہی رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا
ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان ضامن
ہوگا ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہی نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاصل ص اور صحیح ہی رہن عوض مین اوس
عین کے جسکا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہی جیسے عوض عین مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے
ف اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم ہوتی ہین تو عین واجب ہوتا ہی اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہی تو رہن انکے عوض
مین صحیح ہوگا کذا فی الاصل ص اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی مرتہن اوسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک
چیز اپنی گرو کردی عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اس صورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر
جسقدر روپیہ کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو کم ہووے تو
قیمت دینی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن مین اسلیے نہین کیا کہ ظاہر یہی ہی کہ دین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہوگا اور جو بطور
نادر زیادہ ہو تو حکم اوسکا سابق سے معلوم ہی پس اسی پر اعتماد کر کذا فی الاصل ص اور بدلے مین راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین
اور ثمن کے عقد صرف مین صحیح ہی تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین
کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہوگئے اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون کے
ہلاک ہونے کے تو صرف اور سلم باطل ہوگئے ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہی تو مطلقاً صحیح ہی تو جب رہن

تلف ہو جاویگا تو وہ عوض ہو جاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پا چکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہو گیا تو رب السلم شی مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو شی مرہون رب السلم پاس تلف ہو گئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے ف اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہو گیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہو چکا ہے تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اسلیے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے کذا فی الاصل ص باپ کو اپنے دین کے عوض مین صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے ف اور ابو یوسف و زفر کے نزدیک صحیح نہین اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا مین ازالہ ملک صغیر ہے بلا عوض فی الحال اور جواز رہن مین مقرر کرنا حافظ کا ہے اوسکے مال کے لیے باوجود بقاے ملک کے کذا فی الاصل اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہو جاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے در مختار ص اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اوسکے ثمن کے عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کر دی بعد اوسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شی مرہون بائع پاس تلف ہو گئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہے تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اوسنے صلح کر لی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کر دی پھر مدعی نے تصدیق کی کہ واقع مین دین نتھا تو شی مرہون راہن کو پھروا دیجاویگی اور جو وہ شی مرتہن پاس تلف ہو گئی تو اوسکا ضمان مرتہن پر آویگا مثل مذکور کے اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہو گیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اوسکے دین مین سے اوزن کو وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے ف یعنی جودت اور رداءت کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگا کر خلاف جنس سے اوسکو رہن کر دینگے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہو گئی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دین کے مقابلے مین ہلاک ہو گئی یعنی دین ساقط ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہے مثلاً آٹھ درم ہین تو اون آٹھ درم کے بدلے مین سونا خرید کر کے بعوض اون دس درم کے رہن کر دینگے کذا فی الاصل ص جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکے ثمن کے بدلے مین رہن کر دیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہے استحساناً ف اور مقتضاے قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ مین وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اسواسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اسواسطے کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہین ہے اور زفر کے نزدیک جبر ہوگا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا اوس شی کی قیمت جسکے رہن کرنیکا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اسکو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہو جاویگی ف اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ

رہن کے نہ آوین پھر اگر مشتری او سکو نہ چھوڑ گیا اور اوس شی کے بگڑ جانیکا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہو تو بائع کو درست ہو کہ کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کر دیوے درمختار **ص** اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اور ان دونون کے قرضے کی بابت مین دونون پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہو اور ہر ایک کے پاس پوری شی رہن ہو گی **ف** یعنی یہ نہو گا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہو اور نصف دوسرے پاس یہ برخلاف ہبہ کے ہو کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصون کو امام کے نزدیک نادرست ہو **ص** تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شی کے رکھنے کی باری مقرر کر لی یعنی مثلاً ایک دن وہ شی عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری مین مثل عدل کے ہو گا اور جو وہ شی ہلاک ہو جاویگی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصہ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اوس کا قرضہ ادا ہو لیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے اون دونون نے اپنے قرضے کے عوض مین ایک شی زید کے پاس گرو کر دی تو صحیح ہی وہ چیز کل دین کے عوض مین گرو رہیگی جب زید پورا قرضہ نہ پا لے دونون سے نہ پایگا جب تک وہ شی نہ دیگا اگر دو شخصون نے دعوی کیا زید پر اسطرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو آپ بالفعل زید کے قبضے مین ہی میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کر کے پھر لے گیا ہو اور دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے **ف** اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہو گا درمختار **ص** تو دونون گواہیان لغو اور باطل ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہان نہین ہی اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے اور آدھا اوسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اون دونون مین سے اوس غلام پر قابض ہی تا قبضے سے ترجیح ہو اوسکے رہن کو **ص** اور جو راہن مر گیا ہووے اور غلام مرہون دونون کے قبضے مین ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہو گا **ف** یہ قول ہی طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہی اور وہی قیاس ہی اور دلیل طرفین کی اصل کتاب ہدایہ مین مذکور ہی **مسائل ملحقہ** میعاد مقرر کرنا رہن مین مفسد رہن ہی لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہی اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اوس کا پتہ نہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اوسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہی درمختار

ص باب شی مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان مین

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شی مرہون پر قبضہ کر لیا تو رہن تمام ہو جاویگی اور امام مالک کے نزدیک تمام نہو گی اور راہن اور مرتہن دونون مین سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہو گا اور اگر عدل شی مرہون کو حوالے راہن یا مرہون کے کریگا تو تاوان دیگا **ف** اسلیے کہ دونون کا حق اوس سے متعلق ہی تو عدل راہن کا امانت دار ہی عین کے حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہی اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر **ص** اور اگر وہ شی مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کے ضمان مین ہلاک ہو گی **ف** یعنی حکم اوسکا ایسا ہی کا جیسے وہ شی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی **ص** اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو **ف** جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار **ص** مرہون کو فروخت کرنیکے لیے وکیل کرے تو درست ہی پھر اگر یہ وکالت عقد رہن مین

مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی **ف** اور اوسکا وارث یا وصی قائم مقام اوسکے نہوگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وصی اوسکا بیع کرسکتا ہی کذا فی الاصل درمختار مین ہی کہ وکیل بالبیع اس مقام مین جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم اوسکو بیچڈالیگا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اسکا بھی حکم یہی ہی **ص** تو اگر راہن مرگیا تو اوس وکیل کو شی مرہون کی بیع ورثہ کی غیبت مین بھی درست ہی **ف** اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اوسکی کے بیع درست تھی درمختار **ص** راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہوجاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو عدل نے بیچڈالا تو اوسکا زر ثمن رہن رہیگا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون تلف ہوجاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسیکی نکلی اور شی مرہون مشتری پاس تلف ہوگیا ہی تو شخص مستحق کو اختیار ہی اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہی تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے اسواسطے کہ راہن شی مرہون کا مالک ہوگیا بوجہ ادا ضمان کے اور چاہے وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ متعدی ہی بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اوسی عدل کا ہوجاویگا اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہی تو مستحق اپنی شی اوس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہی خواہ وہ راہن سے ثمن پھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوجاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین پھیر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت مین ہی کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو **ف** صورت اوسکی یہ ہی کہ عدل نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اوسکی تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان عدل پر ہوگا عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا کذا فی الاصل **ص** اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اوس شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے **ف** یعنی راہن ادا ضمان سے مالک ہوگیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پاچکا **ص** اور جو مستحق نے قیمت اوسکی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کر لیوے

باب بیان مین تصرف او جنایت کے مرہون مین

اگر بلا اجازت مرتہن راہن نے شی مرہون کو بیچڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت ندی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہوگی صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہانتک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اوس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ

کر دیوے ف جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ فسخ
نہو گی اسواسطے کہ حق اوسکا حبس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہین ہوتا انعقاد اس عقد سے پس باقی رہینگے عقد موقوف کذا
فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلامیعاد
ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک
رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے
مشقت کر کے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپیہ والا ہو جاوے تو غلام اوس سے بھر لیوے اور تدبیر اور استیلاد کی سعی
کرے کل دین کے ادا کرنے مین اور مولی پر رجوع نہین کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو
تو دین اگر بلا میعاد ہو تو اوسی وقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اوسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو
تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اوسکی اوس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت رہن ہیگی دین کے وصول تک بجای مرہون کے اگر
مرتہن شی مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص
ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اوسکے نزدیک وہ شی ہلاک ہو جاوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہو جاویگا ف یعنی اوسکی ہلاک
سے دین مرتہن کا ساقط نہو گا ص اور مستعیر کے پاس وہ شی مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بدستور
سابق اوس شی کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رد نہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اوس شی مرہون
کا اور قرضخواہون سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی
کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچیگا وہ اور قرضخواہون کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہے تا اوسکا دلیل
غیر مرہون ہونے کی نہین پس تحقیق ولد رہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہین ہوتا کذا فی الاصل ص اور اگر راہن
مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن نے راہن سے مرہون کو عاریۃً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل
عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا ف مثل رہن کے ص اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہو جاوے
تو ضامن نہو گا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضۂ عاریت کے در مختار ص صحیح ہے عاریت لینا
شی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اوسکے
رہن کرنیکو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے برخلاف
کرے اور رہن ہلاک ہو جاوے تو معیر اوس سے تاوان لیوے گا اور عقد رہن کا درمیان مین مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہو جاویگا ف اسلیے کہ
مستعیر ادا کرنے ضمان سے اوس شی کا مالک ہو گیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہے
دونو راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہو گئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر
قیمت اوسکی مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا نہ قیمت اوس
شی کی اور جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے اور لیگا
ف یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہو گئی تو اگر قیمت اوسکی دین کے مثل تھی

اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے پائے ہین اور جو قیمت اوسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اسلیے کہ موافق اوسکے کہنے کے رہن کیا تھا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہو اور دین پندرہ درم ہو تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت مین بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شے سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل **ص** اور جو اس صورت مین معیر نے روپیہ دین کا لاکر مرتہن کو دیا اور شے مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شے مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا اوسنے دیا ہے مستعیر سے پھیر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار خدمت یا سواری لے چکا ہو **ف** اسواسطے کہ وہ امین ہے جسنے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین ضمان ہے کذا فی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ مین دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شے مرہونہ ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین مین اور قیمت مین بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت مین درمختار **ص** اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو وہ ضامن ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اون دونون کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اوسکا کچھ عوض نہین ہے اور کہا صاحبین نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہے **ت** اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہے **ص** اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپے کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب مرتہن کی مدت آپہنچی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہوگیا **ف** بخلاف امام زفر کے اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار **ص** اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اوسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور قیمت پر اوسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپے تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیوے یا اوسکی طرف سے فدیہ دیوے اور دونون صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا رہن کو بیچکر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا کوئی وصی نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے **ف** یہ جب ہے کہ اوس میت کے ورثہ کبار نہون ورنہ فک رہن اون کے ذمے ہے اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین

ایک شخص نے شیرہ انگور گرو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ مرگئی اور اوسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اوس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی

اور شی مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودہ بال پھل یہ سب رہن کے ہین اور یہ چیزین اصل شی مرہون کے ساتھ بتغار رہن ہینگی اور جو ہلاک ہوجاوین تو کچھ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شی ہلاک ہوجاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزونکی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شی کے حصے کو ساقط کردینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصہ دین کے فک کی جاوینگی **ف** مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دین کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہوجاویگا اور ایک ثلث دین کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل **ص** اور زیادہ کردینا مرہون مین صحیح ہے **ف** مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک اور کپڑا دیا اب دونون دس درم پر رہن ہوگئے **ص** نہ دین مین پس اگر رہن کھا ایک غلام کو جو ہزار روپے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین رہیگا یہان تک کہ اوسکو بجائے اول کے کردیوے اسطرح کہ غلام اول راہن کو پھیردے پس اسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کردیا یا وہ دین ہبہ کردیا اوسی راہن کو اب شی مرہون تلف ہوگئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اوس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خریدلی یا صلح کرلی اوس دین سے اور ایک مال کے یا راہن نے اپنے دین کا حوالہ کردیا ایک اور شخص کو بعد اسکے وہ شی مرہون تلف ہوگئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہوجاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہین ہے پھر مرہون تلف ہوگیا یعنی اب بھی بمقابلے دین کے تلف ہوگا **ف** جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اوسکو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل ہوگا طحطاوی و در مختار

ص کتاب الجنایات

ف یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین **ص** قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصداً اوس چیز سے جو اجزاے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار سے **ف** مثل تلوار بندوق چھری نیشن قینچی تیر تبر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ **ص** یا تیز چیز سے یعنی دھاردار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو **ف** اور جو چیز ہتھیار ہو اور دھار دار بھی ہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹے کلہاڑی کی یا مگدر وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد ہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اوس پر اطلاع ممکن نتھی تو آلے کو قائم مقام کیا اسکے **ص** قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ نے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اوسکی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوسپر اور لعنت کی

اوسکو اور تیار کیا اوسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہوجانا دنیا کا آسان تر ہو اوپر اللہ تعالی کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن عمرؓ سے اور وقف اسکا صحیح ہو اور روایت کی ترمذی نے ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کرے گا اللہ اون سب کو آگ مین اور روایت کی ابوداؤد و نسائی نے ابو الدرداؓ اور معاویہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرا یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہو اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اوس کافر کو جس سے عہد ہوگیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا جنت کی بو اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہو **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہو فقط **ف** یہ ہمارے نزدیک ہو اور شافعیؒ کے نزدیک قصاص غیر معین ہو بلکہ ولی کو اختیار ہو چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہین کہ دیت وارد ہو صرف قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہو لیکن ولی جب قصاص چھوڑ دیتا ہو تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہو بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہو اللہ تعالی کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولون کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہو مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کردے کذا فی العینی شرح الہدایہ **ص** نہ کفارہ **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہو اور ہم یہ کہتے ہین کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہو جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہو برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اور اسکو خطاے عمد بھی کہتے ہین چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان مین ہو **ص** مارنا ہو قصداً غیر اون چیزون سے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین **ف** یعنی ہتھیار اور دھاردار تیز چیز سے ہو **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف** اور صاحبین وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہو اور دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہو حسن کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہو اور اوس مین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہو اور اوس پر کفارہ واجب ہوتا ہو اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہو نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہین آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آوے گا انشاء اللہ تعالی **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس مین ہووے تو وہ عمد ہو **ف** یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہو اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ عمد اور عمد یکسان ہو بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہین ہو سب عمد ہو **ص** قتل خطا اسکی دو صورتین ہین ایک خطا فی القصد **ف** جسکو خطا فی المحل بھی کہتے ہین **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد مین خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارا شکار یا حربی ہامز سمجھکر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو **ف** تو محل مین خطا ہوتی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان مین محل کو مباح سمجھا

تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا **ص** دوسری خطا فی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا **ف** یا کوئی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہی کہ قتل خطا دو قسم ہی ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطا فی الفعل یہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہ ہی کہ خطا فعل مین نہوے مگر قصد مین ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل صاحب در مختار نے صدر الشریعۃ پر خطا فی الفعل کی تعریف مین یہ اعتراض کیا ہی کہ قصد خطا فی الفعل مین ضرور نہین مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سو اوسکے صدمے سے کوئی مرگیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہی حالانکہ مطلقاً اسمین قصد نہین ہی جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ قتل خطا فی الفعل نہین ہی بلکہ جاری مجری خطا ہی اور اوسکا بیان آگے آویگا کذا قال العلامۃ الطحطاوی پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطا فی الفعل ہی صاحب در مختار سے واللہ اعلم **ص** قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ سکے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مر جاوے **ف** مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ ہی وہان سے وہ کروٹ لینے مین نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہی ایسا ہی ہی اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہین عالمگیری **ص** قتل خطا اور جاری مجرای خطا مین قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہی ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہی سپرد کیجاوے اوسکے گھر والوں کو **ص** اور قاتل پر گناہ نہین ہوتا قتل کا **ف** مگر ترک احتیاط سے گنہگار رہتا ہی اسی لیے کفارہ واجب ہوا ہدایہ **ص** قتل بالسبب یہ ہی کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک مین **ف** بغیر اذن حاکم کے در مختار **ص** کنوان کھودے یا پتھر رکھے اور اوس کنوین مین گر کے یا پتھرون سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اسمین دیت واجب ہوتی ہی عاقلہ پر اور کفارہ نہین لازم ہوتا **ف** اور شافعی رح کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہی **ص** جمیع اقسام قتل مین سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہی میراث سے مقتول کی **ف** اور شافعی رح کے نزدیک قتل بالسبب مین بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہین وارث ہوتا ہی اور نہین ہی واسطے قاتل کے میراث مین سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دار قطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبد البر نے اور معلول کیا اسکو نسائی نے اور صواب موقوف ہونا ہی اوسکا عمرو پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان مین اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہی اور جس سے لازم نہین آتا

واجب ہوتا ہی قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محفوظ الدم ہی ہمیشہ جب قتل عمد ہووے **ف** اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہی یا ذمی ہی اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد سے کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار **ص** تو قتل کیا جاویگا حر عوض مین حر کے اور عبد کے اور عبد عوض مین حر اور عبد کے **ف** بسبب اطلاق آیت

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے مین حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہی یہ امر کہ حر عبد کے عوض مین قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہین
کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہی کہ حر بدلے مین حر کے اور عبد بدلے مین عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر
کا قتل بدلے مین عبد کے اور عبد کا بدلے مین حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے
یہ معلوم ہوتا ہی کہ حر بدلے مین عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ عبد بدلے مین حر کے قتل کیا جاوے حالانکہ اسکے
شافعی بھی قائل نہین ہین دوسری دلیل ہماری حدیث سے ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا
اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
دارمی اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے
ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا
اوسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمین قید حر کی نہین ہی واللہ اعلم **ص** اور
مسلمان بدلے مین ذمی کے **ف** اور ذمی بدلے مین مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے مین ذمی کے قتل
نکرینگے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے مین کافر کے
روایت کیا اوسکو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا
عبدالرزاق نے عبدالرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے مین ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہی
جسنے پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہی اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور
روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہی اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی
مذکور ہی اور حدیث علیؓ مین کافر سے مراد کافر حربی ہی تا دونون روایتون مین موافقت ہوجاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے
وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ہی جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہی کہ کافر سے مراد حربی ہی اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ مین تغایر ضرور
ہی واللہ اعلم **ص** اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مین مستامن کے بلکہ مستامن بدلے مین مستامن کے
قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے مین مجنون کے اور بالغ بدلے مین نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے
مین اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے مین عورت کے اور عورت بدلے مین مرد کے اور فروع
ف یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی **ص** بدلے مین اصول کے **ف** یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی مان دادی
ص اور قتل نہ کیے جاوینگے اصول بدلے مین فروع کے **ف** یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو
مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہین لیا جاویگا اسی طرح مان نانی دادی کا حکم ہی اصل اس باب مین قول
ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین قتل کیا جاوے والد بدلے مین ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے **ص** اور نہ قتل کیا جاویگا
مولی بدلے مین اپنے غلام کے **ف** اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہی تو یہ ملک شبہ ہوگئی دفع قصاص مین

جیسے باپ اور بیٹے مین ص اور بدلے مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے بدلے مین جسکے ایک حصے کا وہ مالک ہی اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جب تک راہن اور مرتہن جمع نہولین ف اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہوجاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اوس سے پورا ادا ہوسکے اور وارث بھی اوسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اس لیے کہ اختلاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہی تو ولی اوسکا وارث ہی ورنہ مولی ہی تو صاحب حق مشتبہ ہوگیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون کذا فی الاصل ص اور جو سوا مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے لے سکتا ہی[1] اور ساقط ہوجاویگا وہ قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ[2] پر وراثتاً پاوے ف بسبب حرمت ابوت کے مثالین اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اوس شخص کی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہی وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کرڈالا اور اوسکا کوئی وارث سوا زوجۂ قاتل کے نہین ہی بعد اوسکے زوجۂ قاتل قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اسکے مثل ہووے[3] اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو درمختار اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جس طرح اوسنے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے مرگیا فبہا ورنہ قطع کیجاویگی گردن اوسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنی نہین قصاص ہی مگر تلوار سے کذا فی الاصل روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور دار قطنی نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرها الا بحدیدة یعنی قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے ص معتوہ ف یا صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پاؤن یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہی کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کرلیوے ف مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر درمختار ص اور معاف نہین کرسکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح[4] پہونچتی ہی اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہی اور قاضی مثل باپ کے ہی یہی صحیح ہی ف تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہی اور صلح کرسکتا ہی نہ عفو درمختار ص اگر مقتول کے چند وارث ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثۂ کبار کو پہونچتا ہی کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیوین

[1] یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہی بخلاف امام محمد رحمہ اللہ کے کذا فی الاصل ۱۲

[2] یعنی اصول خواہ باپ ہو یا دادا یا نانا یا ماں یا دادی یا نانی پر دادی پر نانی وغیرہ

[3] اور قصاص ... اوسکو ... ساقط ... یعنی ... کسی ... منقول ... ہی ... کذا فی الاصل

[4] ... قصاص ... کا ... ہی

ف اور صاحبین کے نزدیک نہین پہونچتا اور فتوی امام صاحب کے مذہب پر ہی دلیل امام صاحب کی یہ ہو کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضیٰ رض کا قتل کیا گیا حال آنکہ اونکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہی کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اوسکے ایک لڑکا ہی نابالغ زوجہ اولی سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہی تو زوجہ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہی اوسکو استیفاے قصاص نہ پونہچے گا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہی اور اوسکی مان موجود ہی تو مان کو استیفاے قصاص پونہچے گا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول مین بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاے قصاص حاصل ہی اسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہی جو شامل ہی زوجیت کو بھی تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہون لیکن بعض موجود ہون اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہین پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہو لین کذا فی الہدایہ **ص** اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہان تک کہ مر گیا **ف** اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے بظاہر بشرطیکہ مجروح بیچ مین اچھا نہو گیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشاہدہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے درمختار **ص** اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی مین یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتون مین قصاص نہ لیا جاویگا **ف** اسلیے کہ یہ صورتین قتل شبہ عمد کی ہین جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کر لے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا مرتکب ہو تو اوسکا قتل سیاستاً حاکم کو پہونچتا ہی درمختار **ص** اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف مین مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہین بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر شیر نے اوسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب امورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو واجب ہی اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا دوسرے مسلمانون پر رات کو یا دن کو شہر مین یا باہر شہر کے یا لٹھ اوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر مین یا راہ کو بیرون شہر اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اوٹھانیوالے کو یا لٹھ اوٹھانیوالے کو مار ڈالا تو اوسپر کچھ نہین ہی **ف** جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانیوالے کا قتل مطلقاً درست ہی اور لاٹھی اوٹھانے والے مین اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر مین ہووے یا بیرون شہر مین قتل اوسکا درست ہی اور جو دن کو اوٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہین ہی اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست نہین اسلیے کہ شہر مین بہت سے لوگ فریادرس ہین کہ وہ اوس سے بچا لیوینگے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر چور مال لیکر گھر سے چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہین ہی **ف** یہ جب ہی کہ مالک مال اپنا مال نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کیلیے یہان تک کہ تو شہداے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسیطرح جائز ہی مالک کو قتل کرنا

چور کا جب وہ اسکے مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان مین مسلح گھس آوے اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہی تو اوسکا قتل حلال ہی کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاوے گا قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہین مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہی شہر مین اور اسمین خلاف ہی صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہین بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار ماردی اور عمرو مقتول نہین ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہین اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہی تو اوسکا مار ڈالنا درست ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اوسکے مال مین اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی مین اور نہ قیمت جانور مین اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع شر کے لیے اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہی ضمان قتل دابہ مین نہ دیت قتل صبی و مجنون مین کذا فی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی

مسائل ملحقہ اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر قتل عمد ثابت ہوجاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہی کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط مین غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہون چوتھی یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہان ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہان ہوجاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہوجاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہون یا بعض نابالغ ہون تو بعض بالغ قصاص چاہتے ہون اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہون گے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہان ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رہیگا چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول مین سے نہووے جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا یا مان دادی نانی پرنانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل مین شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوجاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول مین سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل مین ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہی دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارھوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جسسے اوسکا قتل مباح ہوجاوے جیسے مال قاتل کا چرا تا ہو یا لوٹتا ہو یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہو یا اوسکے گھر مین بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہو بارھوین یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول مین سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین

یہ کہ قاتل وورثۂ مقتول مین سے کسی کا وارث ہنو جاوے قبل استیفاے قصاص کے شرط ہوین کہ مقتول قبل قتل قاتل کے
ایسی حالت نزع مین ہووے جس سے اوسکی زندگی کی امید ہنو شرط ہوین یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اونکے کے طرف ولی کے واسطے
استیفاے قصاص کے مجنون ہنو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط ہوگا واللہ اعلم
مسأله اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلادیا تو یہ قتل شبہ عمد ہی تو اسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اوس چیز کے
زہر ہونے کا علم ہنو تو اس صورت مین زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو اوس چیز کے زہر ہونیکا
تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اوسنے خود کھالیا تو نہ قصاص ہی نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اوسکو
تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی راے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق مین ڈالا یا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی
عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی مسأله اگر کوئی شخص کسی کو پانی مین ڈبوے تو اگر پانی کم ہی جس سے غالباً نہین مرتا اور نجات
ممکن ہی وہان سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہی سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر
جیسے اوسکے ہاتھ پانون کھلے ہین اور وہ تیرنا جانتا ہی اور اگر مرگیا تو بھی شبہ عمد ہو ورنہ عمد ہی صاحبین کے نزدیک اور امام کے
نزدیک شبہ عمد ہی عالمگیری مسأله اگر کسی نے دوسرے کو حجرے مین بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہان مرگیا یا اوسکے
ہاتھ پانون باندھ کر اوسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈالدیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور
موذی کو ملا کر ایک حجرے مین بند کر دیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہی
لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب ہی اور حبس مادام الحیات درمختار مسأله فتاوے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہی
کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اسطرح پر کہ اوسپر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم مسئله
اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر
کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہی کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم پہونچاے تو دونون قاتل
ہین اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصة مسأله اگر کسی نے کسی کو زندہ دفن کر دیا
اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہی اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریه مسأله اگر کوئی کسی کے گھر مین دیوار سے جھانکتا
اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑدی تو ضامن ہوگا اگر صاحب خانہ اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہین کرسکتا اور جو
دفع کرسکتا ہو تو ضامن ہوگا درمختار مسأله کئی آدمی ایک کے بدلے مین قتل کیے جاوینگے اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے
ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مرجاوے اور معلوم ہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا
اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہی اور جو یہ معلوم ہوجاوے کہ کسکا کاری ہی اور کسکا غیر کاری اور ہنوگا یہ مگر قبل مرجانے مقتول
کے تو قصاص اوس شخص پر ہوگا جسکا زخم کاری ہی اور جن لوگون کا کاری نہین ہی اون پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسیکا زخم
کاری ہنو لیکن مقتول سب زخمون سے مرجاوے تو کسی پر قصاص ہنوگا لیکن دیت اون پر آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک
ہووین لیکن تماشا بین ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو روکے ہوے ہون تو اون پر تعزیر ہی اور
قصاص اور دیت نہین ہی کذا فی الشامی مسأله ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے

اور توبہ اوسکی مقبول نہیں ہی اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ مینے فلان شخص کو دعا سے یا باطنی تیرون سے یا سورۂ انفال کی قراءت سے مار ڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹ ہی اور مؤدی ہی طرف علم غیب کے شامی

ص باب قصاص ما دون النفس کے بیان مین

قصاص ما دون النفس اوسی جگہ ہی جہان رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اوسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے **ف** اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنی زخمون مین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایہ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص ہنوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو ہڈی کاٹ لی ہو تو اوسمین قصاص ہنوگا کیونکہ احتمال ہی کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی **ص** اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو وے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہی پاوٴن مین اور نرمۂ بینی مین **ف** ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہی وہ نرمۂ بینی کہلاتا ہی اور عربی مین اوسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہی اور بانسے مین نہین ہی اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل **ص** اور کان مین اور اوس آنکھ مین جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہو وے اور آنکھ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہی کہ ضارب کے موںہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے **ف** یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا تھا روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عثیم بن حسینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا اسواسطے اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہؓ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علیؓ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی **ص** اور اگر آنکھ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہین **ف** بسبب متعذر ہونے مساوات کے **ص** اور قصاص ہوگا ہر اوس زخم مین جسمین مماثلت ہوسکتی ہی جیسے جراحت موضحہ **ف** موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے **ص** اور نہین قصاص ہی ہڈی مین سوا دانت کے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ **ص** تو دانت اوکھاڑا جاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہی اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہی تو اوسکا دانت ریتا جاویگا اور نہین ہی قصاص ما دون النفس درمیان مین عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلامون میں اور اوسی طرح جو نصف ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفے مین جو اچھا ہو جاوے **ف** جائفہ وہ زخم ہی جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا سینے کیطرف سے یا شکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین جب اچھا ہو جاوے اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہی اور ظاہر ہی کہ اگر جارح سے قصاص لیوین جائفے کا تو وہ مرجاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہوا اور سرایت کر گیا اور مجروح مر گیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاصل **ص** اور نہین قصاص ہی زبان میں اور ذکر مین مگر جب حشفہ کاٹا جاوے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی اسلیے کہ انقباض و انبساط ان دونو مین جاری ہی پس رعایت مماثلت نہین ہوسکتی ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاویگا کذا فی الاصل

ص اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہین اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک انگلی اوسکی کم ہو یا سر اوسکا بڑا ہو کہ زخم
تمام سر کو نہ پہونچے اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیان سالم ہین اور سر اوسکا چھوٹا ہے کہ تمام سر کو پہونچا تو مجروح کو اختیار ہے خواہ
جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اوسکی
صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اوسکی میعادی یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو
اور مثل دیت کے موجل نہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی
وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اوسکے اوس شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی
نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اوسنے صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو
دونون کو پانسو پانسو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے اور
شافعی رح کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاویگا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولون کیلیے اور جو اول مقتول معلوم نہو تو
سب کے عوض قتل کیا جاویگا اور تقسیم کیجاویگی دیت سبکو اور بعض نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جسکے نام قرعہ نکلے اوسکے بدلے قتل
کیا جاوے تو اگر اون مقتولون کے وارثون مین سے ایک مقتول کے وارث نے اگر قصاص لیلیا تو باقی مقتولون کے ورثہ کو
اب کچھ نہ ملیگا اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اسطرح پر کہ ایک چھری دونون نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلائی تو اوسکے
عوض مین اون دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے بلکہ دیت اون دونون سے دلائی جاویگی اور امام شافعی کے نزدیک دونون کے
ہاتھ کاٹے جاوینگے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونون کو پہونچتا ہے کہ اوسکا داہنا
ہاتھ کاٹین اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھون آدھ بانٹ لین اگر دونون ساتھ ہی حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے
ہاتھ کے عوض مین قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اوسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو
قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اوس مرد کو لگکے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول
شخص کے بدلے مین قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے مین دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ف ہر چند
یہ فعل واحد ہے لیکن بتعدد اثر کے متعدد ہو گیا زیلعی ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتین ہین
اسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد ہے یا خطا ہے پھر چارون صورتون مین عمرو بیچ مین تندرست ہوا ہے یا نہین تو اگر دونون
فعل عمداً کیے پس اگر بیچ مین عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت
مابین مین حاصل نہین ہوئی تو بھی امام رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا
نہ قطع تو جزاے قطع قتل کی جزا مین داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہو گئی ہو تو قطع و
قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی
دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی لینا
ہوگی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا
زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اسطرح کہ پہلے نوے مارے اور اوس سے وہ چنگا ہو گیا بعدہ دس مارے اوس سے مر گیا تو ایک ہی دیت

یعنی زخم اوسکا اچھا ہوگیا اور نشان باقی نرہا

اسطرح غیر معتبر لازم آویگی **ف** اسواسطے کہ وہ جب چنگا ہوگیا نو ہی کوڑے سے تو اونکا مارنا معتبر رہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ معتبر ہی اور اسیطرح غیر معتبر ہی قصاص مین ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرہا ہو اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکے بدلے مین حکومت عدل ہی اور محمد رح سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوا انیون کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جب پہلے نوے کوڑے مارے اوس سے وہ زخمی ہوگیا اور اثر اوسکا باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے لگے اور اوس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت النفس دونون واجب ہونگے **ف** باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات مین آویگا **ص** ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اوسنے معاف کردیا پھر اوس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی **ف** یہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہی اور صاحبین کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو ہی اوسکے موجب سے اور وہ قطع ہی اگر سرایت نکرے اور قتل ہو اگر سرایت کرے امام صاحب یہ کہتے ہین کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہہ عفو کے ساقط ہوگیا کذا فی الاصل **ص** اور جو اوسنے عفو کردیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہی تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمداً ہی تو کل مال سے یہی حکم ہی سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور پھر بلا اوسنے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے مین پھر وہ مر گیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین سے دیجاویگی اگر اوسنے عمداً ہاتھ کاٹا اور اوسکے عاقلہ پر ہی اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس سے ہاتھ پر اور جو اوس سے پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد مین مہر مثل ہی اور کچھ عورت پر لازم نہوگا بسبب قتل کے اور خطا مین عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہوکر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی **ف** یہ جب ہی کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ اوسنے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار مین نہین ہی اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اوسپر ضمان نہین البتہ اگر حد معروف سے زیادہ ماریگا اور لڑکا ہلاک ہوجاویگا تو اوسکو تاوان دینا ہوگا درمختار **ص** اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کردیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار مین

حق استیفاے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہی **ف** یعنی ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہی اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہی وارثون کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہی اوسکو یہ حق بھی حاصل ہی اور جو ترکہ سے محروم ہو وہ اس حق سے بھی محروم ہی مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہی تو بھائی بھتیجے چچا ماموں محروم ہونگے اسیطرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور ماں سے نانی محروم ہوگی وعلی ہذا القیاس **ص** ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہین ہوسکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے اونمین

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہون کی گواہی کا اعادہ
ضرور ہی **ف** امام صاحب رح کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک **ص** اور جو قتل خطا ہووے یا دعوی دین کا تو
دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہی پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیے
تو وارث حاضر اوسکا خصم ہوجاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہی اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک
غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہوگی لیکن یہ شہادت
اون دونون کیطرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثون کو ایک ایک
ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونون کی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نملیگا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو
اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا **ف** لیکن یہ تیسرا
حصہ اون دونون وارثون کو دیا جاویگا استحساناً درمختار اور ایک چوتھی صورت ہی اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہی کہ
قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونون نے تصدیق کی اون دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو
کچھ نملیگا اور اون دونون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے دلائل تفصیل مذکور ہین **ص** اگر اختلاف
کیا قتل کے گواہون نے زمان قتل مین یا مکان قتل مین یا آلہ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور
دوسرے نے کہا کہ مجکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا **ف** یا ایک نے گواہی دی معاینۂ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر
درمختار **ص** تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہوجاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلۂ قتل
ہمکو معلوم نہین تو دیت واجب ہوگی **ف** اور قیاس یہ ہی کہ کچھ واجب نہوا سلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہی باختلاف آلہ
وجہ استحسان کی یہ ہی کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہی تو ثابت ہوگا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت
ہی اور واجب ہوگی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہی اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاصل
ص اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اوسکو مارا ہی
تو دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہی اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو
خالد نے مارا ہی اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہی تو دونون شہادتین لغو ہوجاوین گی **ف**
اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہی شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہی **ص** اور اعتبار وجوب و عدم
وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کی ہی نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو
اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہوگیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد
ہوگیا اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہوگیا اور نہ واجب ہوگی جزا اوس
حلال پر جسنے تیر مارا بعد اوسکے محرم ہوگیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جسنے تیر مارا اوسکو جسکے
سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہی شکار کہ
تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہوگیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہوگیا قبل تیر لگنے کے

ص کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہین اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ ف اسواسطے
کہ حدیث ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے مین دیت
سو اونٹ کی ہی اور سونے والون پر ہزار دینار ہین روایت کیا اوسکو ابو داود نے مراسیل مین اور نسائی اور ابن خزیمہ
اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے کہ کہا شافعی رح نے کہا محمد بن الحسن رح نے
پہنچا ہمکو حضرت عمر رض سے کہ انھون نے مقرر کیا سونے والون پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم
کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرہ ضبی سے انھون نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹون سے
پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس ۱۲۰ درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ
سے دس ہزار درم ہوے اور روایت کی محمد بن الحسن نے انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن
ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم وعلی اہل الذہب الف دینار الحدیث
یعنی کہا عمر بن الخطاب رض نے کہ چاندی والون پر دیت دس ہزار درم ہین اور سونے والون پر ہزار دینار ہین اور شافعی
کے نزدیک بارہ ہزار درم ہین اسواسطے کہ حدیث ابن عباس مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت
ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چارون ماموں نے اور جواب اس حدیث سے چند وجوہ ہی ایک یہ کہ
اس حدیث کا ارسال مرجح ہی ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث مرسل شافعی رح کے نزدیک
قابل احتجاج نہین دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہین جنکا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے
برابر تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مین
کوئی مقدار دیت معین نہین ہوئی تھی تو کبھی آپنے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس مین ہی اور کبھی آٹھ ہزار
درم جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص مین ہی اخرج کیا اوسکا ابو داود نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس مین صرف
حکایت ہی ایک واقعے کی اور قرار داد عمر مقدار دیت مین بغیر سمع شارع کے نہین ہوسکتی اور تھی یہ بحضور مین صحابہ کرام سے
تو اخذ ساتھ اسکے اولی ہوا واللہ اعلم ص اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہین اس طرح کہ پچیس بنت
مخاض ہون اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہی ف اسواسطے
کہ روایت کی ابو داود نے علقمہ اور اسود سے کہ کہا عبد اللہ بن مسعود رض نے شبہ عمد کی دیت مین پچیس حقہ
اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ص اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہین لیکن
اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض ف
یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبد اللہ بن مسعود رض سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت
لبون اور بیس ابن مخاض ہین ص اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا یہ ہی کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارہ خطا مین وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیۃ **ص** تو اگر
اس سے عاجز ہو دو مہینے پی در پی روزہ رکھے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
ص کفارہ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی **ف** اسلیے کہ اطعام یہان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا
ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیرخوار کا جسکے ماں یا باپ مسلمان ہون اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت
نصف ہی مرد کی دیت کے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی **ف** یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک مادون الثلث
دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعی کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت
کی برابر ہی مرد کی دیت کے یہان تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی
جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی
اور حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور مادون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون
نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور روایت کی شافعی نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطاب اور علی بن
ابی طالب سے کہ دونون نے کہا دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی **ص** اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی **ف** ہمارے
نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے
نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اونکے نزدیک بارہ ہزار درم سے
بارہ ہزار درم ہین دلیل امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقرر
کیے اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور اسمین ذکر
مجوسی کا نہین ہی اور روایت کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن الحداد سے انھون نے ابن المسیب سے
کہ عمر بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک
کی حدیث ہی عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کی اور ایک روایت مین
ہی کہ دیت ذمیون کی نصف ہی دیت اہل اسلام کی روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہی
اللہ تعالی کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر
آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظم نے مسند مین زہری سے انھون
نے سعید بن المسیب سے انھون نے ابو ہریرہ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین
ابن عمر سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہو
اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبدالبر نے تمہید مین
اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اونمین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

کے ہی اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابوداود کے پس روایت ابن المسیب معارض ہی
اوس روایت ابن المسیب کے جس سے متمسک کیا شافعی نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہی اور یہ مرفوع
ہی اور روایت کیے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کئی آثار اس باب مین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن
عتبہ اور اسمعیل اور صالح اور عطا اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہی کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان
کے ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور زہری سے کہا کہ دیت یہودی اور
نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابوبکرؓ
اور عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد مین یہان تک کہ ریاست ہوئی معاویہؓ کی سو انھون نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال مین رکھا اور ولی
مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمرؓ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمانؓ
مین سو حضرت عثمانؓ نے نہین قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت دلوائی مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد
حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام مین تو حضرت عمرؓ نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر
کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہی سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہی روایت کی اوس سے حاکم
نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی عبدالرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک سے کہ وہ حدیث
بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوسمین حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعیؒ اور بیہقی
کی ثابت حداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت مین چار ہزار درم کا
قابل التفات کے نہین ہی کئی وجہون سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمرؓ سے
دوسری وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہین سنا عمرؓ سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہی نہین پہچانا
جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر مین اور کون ہی ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب مین
کہ وہ ثابت بیٹا ہی ہرمز کوفی کا کنیت اوسکی ابو المقدام الحداد ہی مشہور ہی اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہی لیکن وہم کرتا
ہی تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابوداود نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہین کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب مین کہ نہین خلاف ہی اس امر
مین کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی مین یکسان ہی پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا
کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام ص اور قتل نفس مین اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے مین پوری دیت ہی
ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مار ڈالنے مین جان کے دیت
ہی اور ناک مین جب پوری کٹے پوری دیت ہی اور ذکر مین پوری دیت ہی الحدیث روایت کیا اوسکو ابوداود نے مراسیل
مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہی اوسکی صحت مین ص
اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہی ف بسبب فوت ہو جانے
منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہی معاش اور معاد مین ہدایہ ص اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ

ابن منقذ

ثابت الحداد

یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی **ف** اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہی
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے مین
حضرت عمر بن الخطاب رض کے تو مضروب کے سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو وہ قریب ہو سکتا تھا عورتون کے
تو حکم کیا حضرت عمر رض نے اوسمین چار دیتون کا ہمایہ مین اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہو کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہوجاوے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی **ص** اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہوگئے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ زبان مین پوری دیت ہو **ص** اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** جو عضو انسان کے بدن مین دو دو ہین **ف** جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور
پاؤن اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ **ص** تو اگر دونون کو تلف کردیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کو تلف
کرے تو نصف دیت واجب ہوگی **ف** مثلاً اگر دونون آنکھین پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف
دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ دونون آنکھون مین پوری دیت ہو اور دونون ہونٹون مین پوری دیت ہو اور دونون
بیضون مین پوری دیت ہو اور ایک آنکھ مین اور ایک پیر مین نصف دیت ہو کذا فی شرح النقایہ **ص** اور پلکون مین اگر چارون تلف
ہوجاوین تو پوری دیت ہو اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہو **ف** اسلیے کہ پلکین چار ہین ہدایہ **ص** اور ہر ہر اونگلی مین خواہ
ہاتھ کی ہووین یا پاؤن کی دسوان حصہ دیت کا ہو **ف** اسلیے کہ اونگلیان بھی دس ہین اور حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ ہر اونگلی
مین خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤن کی دس اونٹ ہین اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباس رض سے مرفوعاً مثل اسکے
ص اور جس اونگلی مین تین جوڑ ہین سو اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا ثلث ہو اور جسمین دو جوڑ ہین
اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا نصف ہو **ف** اسواسطے کہ اونگلی کی دیت جوڑون پر تقسیم کردی گئی
ہدایہ **ص** جیسے ہر ہر دانت مین بیسوان حصہ دیت کا ہو **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ دانت مین
پانچ اونٹ ہین اور روایت کی ابو داؤد نے ابو موسی اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہین پھر
ہر دانت مین بیسوین حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہو بلکہ چاہیے تھا کہ بتیسوان حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہو کہ دانتون کا
عدد اگرچہ بتیس ہو لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھین تو بعض آدمیون کے نہین نکلتین اور بعض آدمیون مین چار پوری
ہوتی ہین اور بعضون مین کم تو عدد متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہین ایک زینت اور خوبصورتی
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہوگیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہوگئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اوسکے
پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتون کا
تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسوان حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اوسکی نصف دیت
ساٹھوان حصہ ہوا اور ساٹھوان اور تیسوان حصہ ملاکر بیسوان حصہ ہوا اسلیے ایک دانت کے تلف ہونے مین بیسوان حصہ

واجب ہو واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین وجہ اسکی یہ بیان کی ہی کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہین کبھی چھتیس ہوتے ہین اور ایک نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور و خوض کے حساب مین تو مقرر کردیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت مین نصف عشر دیت واللہ اعلم **ص** جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اوسمین دیت اوس عضو کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سیاہ رہے کے زخمون مین قصاص نہین ہی مگر جراحت موضحہ مین جب عمداً ہووے **ف** موضحہ وہ زخم ہی جو ہڈی کو ظاہر کردیوے کذا فی الاصل **ص** اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اوسمین بیسوان حصہ دیت کا واجب ہی اور ہاشمہ مین **ف** یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے **ص** دسوان حصہ دیت کا ہی اور منقلہ مین **ف** یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کردیوے **ص** دسوان حصہ اور نصف دسوین حصہ کا یعنی بیسوان حصہ دیت کا واجب ہی اور آمہ مین **ف** یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے **ص** اور جائفہ مین **ف** یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا سینے کیطرف سے یا گردن کیطرف سے یا اور طرف سے **ص** ثلث دیت کا واجب ہی اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمین دو ثلث دیت کے ہین **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ آمہ مین ثلث دیت ہی اور جائفہ مین ثلث دیت ہی اور منقلہ مین پندرہ اونٹ ہین اور موضحہ مین پانچ اونٹ ہین اور اوسمین ذکر ہاشمہ کا نہین ہی اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین زید بن ثابت سے کہ ہاشمہ مین دسوان حصہ دیت کا ہی شرح نقایہ **ص** اور حارصہ **ف** یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے **ص** اور دامعہ **ف** یعنی جو خون کو ظاہر کردیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے **ص** اور دامیہ **ف** جو خون کو بہاوے **ص** اور باضعہ **ف** یعنی جو جلد کو قطع کردیوے **ص** اور متلاحمہ **ف** یعنی جو گوشت مین پہونچ جاوے **ص** اور سمحاق **ف** یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہی جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان مین ہی **ص** ان مین حکومت عدل ہی یعنی مجروح کو غلام فرض کرکے بلا جراحت اوسکی قیمت لگاوینگے بعد اوسکے بجراحت تو جسقدر تفاوت دونون قیمتون مین ہوگا وہی دیت ہی اسی پر فتوی ہی **ف** یہ احتراز ہی قول سے کرخی کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھکر بقدر اوسکے بیسوین حصے مین سے واجب ہوگی **ص** اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیون کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتیلی کے یا ہتیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس ہتیلی کو کاٹا جسمین ایک ہی انگلی تھی تو دسوان حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیان تھین تو پانچوان حصہ اور کف کا بدلا کچھہ واجب نہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کرڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت وسلامتی معلوم نہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اوسنے ایسا فعل ابھی نہین کیا تھا جس سے دیکھنا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر نے اوسکے جنبش نکی تھی اور زبان سے بات نہین کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اسلیے کہ غالب صحت ہی اور جو صحت اس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہی بالاتفاق اگر جراحت موضحہ سے اسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اوسکی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی

الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اوسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ سے اوسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو موضحہ اور آنکھون کی دونون کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھون کی دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہین اوس انگلی کے قطع مین وسکے پاس کی انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون کی دیت واجب ہوگی **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور زفر رح کے نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور قصاص نہین اوس انگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اوسپر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اوکھاڑا اوسنے اوٹھاکر جمالیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت اوکھیڑنے والے پر سے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسیطرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا مونہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا **ف** اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑیگی کذا فی الاصل **ص** اور کسی زخم کا قصاص نہ لیا جاویگا جب تک وہ تندرست نہولے **ف** اسلیے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور دار قطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی رح کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے جیسا قصاص نفس میں اور رحجت انکی یہ حدیث ہے **ص** اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اونکی عاقلہ پر واجب ہوگی **ف** اور شافعی رح کے نزدیک اوسکے مال مین واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقی کی حضرت علی رض سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے **ص** اور کفارہ اونپر نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے **ف** اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو درم لازم آوینگے (خواہ مرد ہو یا عورت) **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زید بن اسلم سے کہ عمر ابن الخطاب رض نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزار نے بریدہ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے بچے مین پانسو کا اور روایت کی ابو داؤد نے سنن مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم مین کذا فی شرح النقایہ **ص** ایک سال کے عرصے مین **ف** اور امام مالک رح کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعی رح کے نزدیک تین سال مین وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی نے سوا ابو داؤد نے اور مروی ہے صحیحین مین مانند اسکے اور ہدایہ مین ہے کہ کہا محمد ابن الحسن نے پہونچا ہمکو یہ امر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین **ص** اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا

پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اوسکی مرگئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہونگے
ف غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی ماں کی روایت کی بخاری مسلم نے ابو ہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتیں آپسمیں لڑین تو
ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مرگئی وہ اور جو اوسکے پیٹ میں تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت
جنین کی غرہ ہی خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر **ص** اور جو ماں مرگئی پھر بچہ مردہ اوسکے
پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی **ف** یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہی کہ موت جنین کی ضرب سے
نہوئی ہووے بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اوسکی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا **ص** اور جو ماں مرگئی پھر بچہ
اوسکا زندہ پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے بانٹینگے سوا ضارب کے
ف اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہی اور قاتل کو میراث نہین ملتی **ص** اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت حیات
کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب
پڑی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اوسکی حالت حیات کی واجب
ہوگی نہ دیت **ف** اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اوس وقت میں وہ غلام تھا آزاد نہین ہوا تھا **ص** اور
جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہی اور جو جنین ایسا ہووے کہ اوسکے بعض اعضا
بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہی جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر
کے تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ ہووے تو اوسکے مال پر لازم آویگا ایک سال مین اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا
تو غرہ واجب نہوگا **ف** جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہوئے ہون تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی نہ گنہگار ہوگی درمختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین **ص**

جو شخص شارع عام مین سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا موہری یا چبوترہ یا دوکان بناوے تو ہو سکتا ہی اگر لوگون کو ضرر نکرے
ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہی اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت کی
طبرانی نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ضرر پہنچانا ہی اسلام مین **ص** باوصف اسکے ہر شخص کو **ف** اگرچہ
ذمی ہو درمختار **ص** اوسکا توڑ ڈالنا پہنچتا ہی **ف** اسلیے کہ یہ تصرف ہی حق مشترک مین پس ہر واحد کو دفع اوسکا جائز ہی
جیسا کہ ملک مشترک مین اگرچہ ضرر نکرے کذا فی الاصل کیونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہی تو خواہ ضرر کرے یا
نکرے ہر حال مین اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہی ہر شخص کو **ص** اور کوچہ غیر نافذہ مین یہ امور کرنا درست نہین ہین مگر
اور شرکا کی اجازت سے درست ہین اگرچہ ضرر نکرین پس اگر ان چیزون کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اوسکی
دیت لازم آویگی جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھ دیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اوسمین کوئی گر کر مرجاوے اور جو کوئی جانور
مرجاوے تو اوسکا ضمان بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزون کو بنایا ہووے **ف**
اور اپنے نفس کے لیے بنایا ہو اور جو مسلمانون کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ تاوان نہوگا درمختار **ص** اور
جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنوین مین گرنے والا گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مرجاوے

تو ضمان ثلث آویگا ف امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوراسی پر فتوی ہو در مختار اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غم سے مرجانے مین ضمان واجب ہو کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری جگہ پر رکھا اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اسلیے کہ فعل اوسکا فسخ ہوگیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جسنے بوجھ لادا اپنے سر یا پیٹھ پر راہ مین اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سوائے نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان صورات سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریون کے ظرف کے گرنے سے کوئی مرگیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اس مین ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہو گا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد مین لے گیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا سو اوسکے سبب سے کوئی مرگیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا کسی کے مکان کیطرف لیکن اس صورت مین حق طلب ان مکان والونکا ہوگا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کرکے توڑ سکتا ہو یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمین توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہو تو ضامن ہوگا اوس نفس کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکی اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہی کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اشہاد شرط نہین ہی بلکہ اسواسطے چاہیے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہی کذا فی الاصل ص اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اوس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہی جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مُودِع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہو تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہی اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کردینے کا اختیار ہی اور جو شارع عام کی طرف جھکی ہی پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہین اسلیے کہ اسمین حق عامۂ خلق ہی پس اونکو باطل کرنا اسکا درست نہین اور جو اوس نے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پانچ آدمیون ... کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچوان حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکون مین سے ایک نے مکان مشترک مین کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوس کے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا ف اور صاحبین رح کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونو کی اصل مین مذکور ہی

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پانون یا سر سے تلف کرے یا مونہ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دُم سے مارے تو سوار اوسکا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہی نہ لات اور دُم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہی طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اوس سے کچھ تلف ہوگیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور نے چلتے مین ہاتھہ یا پانون سے کنکری یا گٹھلی اوڑائی یا غبار اوڑایا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہوگا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضامن ہوگا ف اسلیے کہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہی نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے کذا فی الاصل ص جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہی ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونون اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اوسمین سے ایک اونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اوسکی اطلاع کے ایک اور اونٹ باندھہ دیا اور اوس اونٹ نے کسیکو روند کر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسی نے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسیوقت جا کر کچھہ تلف کیا تو اوس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پرندہ چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العجماء جرحہا جبار یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگان ہی ص اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار رہا لکڑی سے اوسکو کچا تو اوسنے ہاتھ یا پانون سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہوگا نہ سوار پر ف یہ مذہب ہمارا ہی اور امام ابویوسف کے نزدیک دونون پر ضمان لضعفا نصف ہی یہ حکم جب ہی کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اوسکے اذن سے ہووے تو ضمان نہوگا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رایگان ہوگا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا در مختار ص اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھہ پھوڑی جسقدر قیمت مین اوسکی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹنی کی اگر آنکھہ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوویں یا اور کسیکے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہی خچر اور گھوڑے مین

ص باب لونڈی غلام کی جنایت اور اون پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہی خواہ اوس غلام کو حوالہ کر دیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اوسکا مالک ہوجاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیا بعد اوسکے غلام نے

ہو اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصون کی دو جنایتین کین تو مولی کو اختیار ہی
خواہ اون دونون جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے دونون ولی جنایت کو کہ تقسیم کرلیوین وہ دونون اوسکو موافق اپنے اپنے حق کے
یا ہر ایک کی دیت جدا جدا دیدیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کردیا یا آزاد دیا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر نتھی تو دیت اور قیمت
غلام مین سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا
جرح پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو فقط دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے
آزاد کردیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو
غلام پھیر دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور
مالک کو اسکا علم نہو اور وہ اوسکو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین قرضخواہون کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت
مین سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت مین بچہ لونڈی کے ساتھ
نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھہ نہ ملیگا نہ غلام سے نہ اوسکے
مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مین نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہو اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو قول
غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے
تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ اسمین قول مولی کا مقبول ہوگا اگر غلام محجور نے یا صبی نے ایک صبی کو
کسی کے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کرڈالا تو دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیوینگے
نہ صبی آمر سے اور جو غلام محجور نے غلام محجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کردیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا مین اور آمر پر رجوع
اب نہین ہوسکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصاً
قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اونمین سے عفو کردیا تو باقی
دو وارثون کو چاہیے مالک نصف غلام دیدیوے یا ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور
عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کردیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو
جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کردیوے تو اوس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ لینگے تینون مین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثون کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک
تھا اور تھا اون دونون کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ
اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہی پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاوے گی
یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہونچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کرلینگے **ف** امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ایسی ہی روایت
کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے عبداللہ بن مسعود سے اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور
غصب مین کم نہ کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علما کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر ہے غلام
مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اوسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اوسکی قیمت

دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہونگے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون میں سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجروح ہوئے بعد اوسکے مولی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونون کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونون غلامون کو کسی نے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اون دونون کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہیں لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعی رح کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیگا دیت اور قیمت میں سے تو اگر مولی نے قاضی کے حکم سے تاوان پہلی جنایت کو دیدیا بعد اوسکے پھر اونھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہوجاویگا اوس قیمت میں جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کرلیگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پاس تو غاصب تاوان دیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے اوسکا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اوس زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام مجور نے غلام مجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ مجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسمین بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آنکر دوسری جنایت کی یا اسکا اولٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون ولی جنایت کو اور نصف قیمت پھر غاصب سے اور حوالے کرے اوسکو پہلی جنایت والون کے پھر رجوع کرلیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی میں نہ ثانی میں اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونون صورتون میں لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبر میں اوسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کردیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس مدبر کی دونون اولیاے جنایت کے لیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے پھر لے گا اور اوس میں سے نصف پہلی جنایت والون کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے پھر لے گا اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اوس کے جانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد میں متصور نہیں ہے درمختار میں ہے کہ کبیر کا حکم بھی اس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اوسکو ایسے مکانات کی طرف جبراً لے گیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہانتک کہ اوس صغیر کو لادیا اوسکی موت معلوم ہوجاوے اگر ختان نے

ط

صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مر گیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور یہ جواب ہو چیستان کا کہ وہ کون سا جانی ہے کہ اگر اوسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجائے تو نصف دیت ہو اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہو **ص** جیسے ایک لڑکے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آویگی اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوسپر ضمان ہے اور جو اوسکے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اوسنے تلف کیا تو ضمان نہیں ہے **ف** یہ احکام جب ہیں کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہیں ہے درمختار

ص باب قسامت کے بیان میں

وہ مُردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دابنے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اوسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ میں پایا گیا یا اوسکا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اوسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہے کل اہل محلہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیوں کو محلہ والوں میں سے چھانٹے اور اونسے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے ہیں **ف** یعنی ہر ہر شخص اون میں سے اسطرح قسم کھاوے کہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو اسکے جانتا ہوں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اونمیں سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے تو اولیاے مقتول کو پچاس حلفیں دیجاوینگی اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہے کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالک نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعیؒ کا اور اگر لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہیں کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہیں اونکو اولیاے مقتول پر پس اگر حلف کر لیویں اہل محلہ تو وہ دیت نہیں دلاتے اون سے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ والوں نے مانند اوسکے تو قسمیں اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئیں تا اگر انھوں نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کریں قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کر لیویں تو قصاص سے براءت ہو جاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے کہ مقتول اونکے بیچ میں ہے اور جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اسکو سہل نے اور زیاد بن مریم نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل **ص** پس جب اہل محلہ حلف کر لیویں تو اون پر دیت کا حکم کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ روایت نسائی میں ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازوں پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلعم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اون پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ انھوں نے پچاس آدمیوں کو حلف کا حکم کیا قسامت میں پس حلف دلایا اونکو اور مقرر کی اونپر دیت **ص** تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اوس شخص پر جو اہل محلہ میں سے نہیں ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر اونسے قسم لیجاوے یہانتک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر لیں قسمیں یہانتک کہ پوری ہو گئیں اور روایت کی عبدالرزاق نے کہ حضرت عمرؓ نے

ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اوسکا مولی مارا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے
اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے **ص** اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے
یہانتک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک ہونگے اور نہین ہی قسامت اور نہ دیت اوس
نعش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہی یا خون اوسکے مونہ یا دُبر یا ذکر سے نکلا ہی **ف** اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہی
خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے نہین نکلتا کذا فی الاصل **ص** اور جو
بچہ پوری خلقت کا مردہ پایا گیا تو حکم اوسکا مثل بڑے کے ہی اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور ساتھ اوسکے ایک ہانکنے والا ہی یا کھینچنے والا
ہی یا سوار ہی تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینون ہون تو اون سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور
پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اوسپر ایک مقتول ہی تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہی **ف**
اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت کیا اوسکو
ابوداؤد طیالسی اور اسحق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم
کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زیلعی **ص** اور جو مقتول کسی کے گھر مین ملا تو گھر والے پر
قسامت ہی اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اوسی کا مملوک ہی حجت سے اور جو مقتول اپنے ہی گھر مین ملے
تو دیت اوسکی وارثون کے عاقلہ پر ہوگی **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اور زفرؒ کے نزدیک کچھ اس صورت مین لازم
نہ آویگا اور یہی حق ہی اسلیے کہ گھر اوسی مقتول کا حال ظہور قتل ہی گویا اوسنے اپنے تئین آپ قتل کیا کذا فی الاصل **ص** اور دیت
اور قسامت اہل خطہ پر ہی **ف** جنکو امام نے سند لکھدی ملکیت کی ابتدائے فتح اسلام کیوقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو
درمختار **ص** نہ رہنے والون اور خریداروں پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہی **ف**
باجماع سب علما ہمارے کے درمختار **ص** اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہو تو قسامت اور دیت شرکا
کی شمار کے موافق ہوگی **ف** نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے
ص اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہوگی اور
بیع با لخیار مین قابض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانون
کے بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ
اور جامع مسجد **ف** اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار **ص** مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہین ہی
اور دیت اوسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑگئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر جدا ہوگئی تو
اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون مین سے کسی
شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اگر مقتول جنگل مین یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے تو خون اوسکا
رائیگان ہوگا اور دیت اوسکی کسی پر نہوگی اگر جن لوگون سے حلف طلب ہووے قسامت مین اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول
کو زید نے مارا ہی تو اوس سے یون حلف لیا جاویگا واللہ مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

اور کسی کو جانتا ہون لیکن یہ اظہار اوسکا زید پر قبول نکیا جاویگا اور باطل ہے شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے یا اپنے مین سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہ کر مرگیا تو دیت اور قسامت اونھین محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف رح کے نہ محمد رح کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانوٗن مین ملا تو اوس عورت پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی ف یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہے جن سے نصرت متصور ہے اور عورت اسکی اہل نہین ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہے اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عواقل کے بیان مین جو جمع ہے عاقلہ کی ص جو شخص لشکری ہے تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکے نام دیوان مین مرقوم ہین ف دیوان عبارت ہے اون اوراق سے جن مین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہے یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین ص اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعی رح کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ف روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر ص اور نسخ نہین ہوسکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر رض نے ہرگاہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی بحضور صحابہ مین ف روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب رض ہین اور مقرر کی دیت اوسی عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عمر رض سے کہ اونھون نے دیت مقرر کی عطاؤن مین تین سال کے اندر اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمر رض نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے اونکی عطاؤن مین ص اور یہ فعل حضرت عمر رض کا نسخ نہین ہے بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگارون کے ہے اور مددگاری کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمر رض کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین ف اسی طرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعی رح کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل ص پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اوس سے دیت لیجاویگی ف مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین مثلاً مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی ص اور جو شخص لشکری نہین ہے تو اوسکے عاقلہ اوسکے کنبے والے ہین اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم ہر سال مین ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہے پس اگر کنبے والے اسقدر ہون کہ دیت پوری اون سے وصول ہوسکے تو اوسکے قریب تر دوسرے کنبے والون کو پھر تیسرے کنبے والون کو اسطرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل

عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہی ف یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ مین سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہون تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت اوسکی بیت المال مین ہی اور اگر وہ ذمی ہی تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکے مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہی ف جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ بیسوان حصہ یا زائد ہی ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا اونھون نے نہین دیت دیگا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی کہ عواقل دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے سے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمد نے روایت کی ہی اور مرفوعاً غریب ہی ص اور نہ وہ دیت جو صلح یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہوئی بسبب ساقط ہوجانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ تینون جانی کے مال مین ہونگی

ص کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہی وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر حصہ اونکو بعد وصیت کے ملے اوس سے غنی ہوجاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے ناتے والے پر ہو روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے ص حمل کے لیے وصیت کرنی مثلاً یون کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہو ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا لے لینا ص مسلمان اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہو ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانون کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ یعنی نہین منع کرتا تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو تمھارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اون سے ص وصیت درست ہی اجنبی کے لیے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدیوین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ مین مالدار ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین ہی تو مین

صدقہ دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہین پھر کہا مین نے صدقہ دون مین نصف مال کا فرمایا نہین کہا مین نے تصدق کرون
مین تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو اونکو مفلس
ہاتھ پھیلاوین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے
صدقہ مقرر کیا تمپر تہائی مال کا تمہارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور امام احمد نے
اور بزار نے ابو الدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے لیکن یہ سب روایتین ضعیف ہین اور قوی کرتی ہے ایک
روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام **ص** اور درست نہین ہے وصیت وارث کے لیے مگر باجازت باقی ورثہ
کے **ف** یعنی جو شخص میت کے ترکے مین سے حصے کا مستحق ہو اوسکے لیے وصیت درست نہین ہے اور جو وہ محروم ہو جاوے
جیسے بھائی کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب مین حدیث ہے ابی امامہ باہلی کی کہا کہ سنا مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیدیا ہر حقدار کو اوسکا حق پس اب وصیت نہین ہے وارث کے
لیے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو
ابن الخزیمہ اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہین
سب وارث اور اسناد اوسکی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا
الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا مأول ہے **ص** اور قاتل کے لیے جو
مباشر ہو قتل کا لاکن باجازت ورثہ جائز ہے **ف** اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہے
وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج
ابن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی ابن ابی طالب
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہے قاتل کے لیے وصیت کہا دارقطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بناتا ہے حدیث
کو انتہی مباشر کی قید سے احتراز ہے قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہے اور
اسی خلاف پر ہے اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل **ص** وصیت نہین درست ہے اگر موصی بچی
ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادائے دین وصیت پر **ف** اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری فرض
ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہے اور قرآن شریف مین اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہے دین پر لیکن حکم مین مؤخر ہے
باجماع مفسرین کے **ص** اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اوسکا حیات مین موصی کے اور موصی لہ
مالک نہین ہوتا وصیت کا جب تک اوسکو قبول نکرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہے کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت
موصی لہ کے وارثونکو ملیگی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے
ف مثلاً موصی موصی بہ مین ایسا تصرف کرے کہ اوسکا تمام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہین **ص** یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ مین
ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اوسکے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہو سکے مثلاً موصی بہ ستو کو گھی مین لت کر ڈالے یا موصی بہ گھر مین عمارت بنا لے
یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کر دے مثلاً موصی بہ کو بیع یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصی بہ کا دھلانا رجوع نہوگا وصیت سے

اسی طرح انکار کرنا وصیت سے **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہی اور دونون قول مفتی بہین
درمختار **ص** اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہی اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور
ہبہ کے اسی طرح باطل ہی اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد
کردیا بعد اسکے اور جائز ہی ہبہ اوس شخص کا جسکے پانون رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سل ہوگئی
تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوے اور موت کا خوف نرہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتین
جمع ہوئین اور تہائی مال اون سب کو کافی نہین ہی تو جو وصیت فرض ہی اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتین یکسان
ہووین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوس نے وصیت کی حج کی تو اوس کی طرف سے
ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کراوینگے اور جو خرچ اس قدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کراوینگے
اور حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک جہان پر مرا ہی وہان سے کراوینگے
اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور قول امام معتمد ہی اور اوسی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت
نہ دی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور
سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے
لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور صاحبینؒ
کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے **ف** امام صاحب نے کہا کہ وصیت
ثلث سے زیادہ کی جب اوسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو
ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہی اس معنی کر کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین
ہی بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہی اس باب مین کہ موصی لہ ثلث مین سے بقدر اوسکے حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے
کی کوئی وجہ نہین ہی تو کل کے تین ثلث ہوے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم
ہوگا کذا فی الاصل **ص** امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا **ف** یعنی ثلث سے زیادہ میز
ضرب نہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہان نہین مراد ہی پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے
لیے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث
یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہی تو ربع کو
ثلث مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین
ربع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے یہی معنی ہین ضرب کے اور اسمین بہت سے علما حیران ہوگئے ہین کذا فی الاصل **ص** مگر مین

ہ ای مقصود وانما ... [illegible]

مقامون مین محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین **ف** محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھ درم کا سوا اوسنے وصیت کی کہ تیس درم کا غلام زید کے ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا عمرو کے ہاتھ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلامون کے اور کوئی جایداد موصی کی نتھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس مین دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس مین ملیگا اور بیس درم اوسکی وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنی وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصون کے تقسیم ہوا اور اگر اوسطرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہی کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلامون کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال اوسکے پاس نہین ہی تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونون غلامون کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوگئے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح اونمین تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہی اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہی تو وہ سعی کرے چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہی ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہی پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دو ثلث ثلث کل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہی کہ مطلق ہین اون مین قید نصف اور ثلث کی نہین ہی کذا فی الاصل مع اختصار **ص** اور صحیح ہی وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی **ف** اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہی بر خلاف مثل حصے کے **ص** تو اگر موصی کے دو بیٹے ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثون کی طرف ہی **ف** تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جزو مال مجہول ہی اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہین ہی تو بیان اوسکا وارثون کی طرف ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال مین سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہی ہمارے عرف مین پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہی پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہی اور وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کو ثلث ملیگا **ف** یعنی سدس داخل ہوجاویگا ثلث مین **ص** اور جو سدس مال کی دوبار وصیت کی تو اوسکو سدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیون کی یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامون کی پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اوسکو مل جاوینگی اور کپڑون اور غلامون مین ثلث باقی کا ثلث لیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہی اور دین بھی ہی لوگون پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث مین سے نکل سکینگے تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مردہ ہی تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان مین زید اور عمرو کے ہی

تو زید کو نصف ثلث ملیگی اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہے تو موصی لہ کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی
کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریون کی اور موصی کے پاس
بکریان نہین ہین یا تھین لیکن قبل موت موصی کے مرگئین تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال مین
سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریون مین سے اور اوسکے پاس
بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور مسکینون کے لیے تو مال انکو
ام ولد اوسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دینگے اور جو
ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کے لیے اور سو روپے کی
عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو اون دونونکا شریک کردیا تو تیسرے کو ہر ایک سیکڑے کی تہائی ملیگی **ف** اسواسطے کہ پہلے ہر فرد کا
حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا انکے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیان ملیگی **ص** اور جو سو کی
وصیت کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کردیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے
حصے کا نصف ملیگا **ف** یعنی پچیس روپے **ص** اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق
کیجاویگی مقدار دین مین ثلث مال تک اور جو اسکے سوا وصیتین بھی کین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیان
وارثون کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل
وصایا اقرار کرین اوسکا ثلث اونکے حصے مین سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کرین اوسکے دو ثلث
ورثہ کے حصے مین سے لیے جاوین جو بچے اونکو ملے اور اصحاب وصایا اور وارثان سے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا
ہووے اونکے علم اور دانست پر **ف** یعنی اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین **ص** اگر وصیت کی
کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کے لیے تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھہ نہ ملیگا **ف** اجنبی کے واسطے
نصف اس صورت مین ملا اسلیے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت
اہل نہین ہے وصیت کے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کپڑے کی اور اوسمین ایک عمدہ ہے
دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا
اور معلوم نہین کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن
اگر وارث درگذر کرکے باقی دو تھانون کو تینون کے حوالے کردین تو زید اون دونون تھانون مین سے جو عمدہ ہے اوسکے دو ثلث لیوے
اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین سے جو اوسکے
اور بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری
زید کے حصے مین آوے تو عمرو لے لیگا اور جو بکر کے حصے مین آوے تو اوسقدر جگہہ گزون سے ناپ کر زید کے حصے مین سے
عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار مین ہے **ف** یعنی اگر وصیت کی جگہہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے
پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے مین ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے مین نہ آیا تو اوسکے برابر زمین

تا پ ویجا ویگی **ص** اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہین وصیت کی تو اوس غیر کو جائز ہی کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کرسکتا ہی اگر متروکہ تقسیم ہوگیا میت کا اوسکے دو لڑکون مین پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہون گے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے **ف** یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھہ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

ص باب بیماری مین آزاد کرنیکے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اوسکا فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہی پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال ہی سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے **ف** تصرف منجز وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہوجاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہی کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہی بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہی تو اگر اوسوقت صحیح اور تندرست ہی نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہی نافذ ہوگا ثلث سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہی جسمین انشا اور احداث ہو ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسیکے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال مین سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل **ص** جو بیماری کہ اوسکے بعد صحت ہوجاوے وہ مثل صحت کے ہی اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ **ف** یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا **ص** اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہی اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین **ف** محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہی کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہی وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دوسو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہی نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل **ص** اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کیطرف اور باقی دونون کیطرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونون صورتون مین بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اونمین سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہوگی لیکن صحیح نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور وہ اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہوگی اگر وصیت کی زید کے لیے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اوسکے زید مدعی ہو کہ میت نے یہ غلام صحت مین آزاد کیا تھا تا اوسکی وصیت صحیح ہوکر ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہی وصیت پر تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جسقدر زائد ہے وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا اپنے عتق کا صحت مین اور وارث نے دونون کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاویگا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کرکے آزاد ہوجاویگا

ص باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہی جسکا مکان ملا ہوا ہو ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلے مین رہتے ہین اور ایک مسجد اونکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہی اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہین ف جیسے باپ دادا چچا ماموں اوسکی بہنین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل یہ لکھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ سے تو اوسکے محرم قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کردیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہان پر سہو ہوا ہی صاحب ہدایہ سے بجاے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اوسکو ابو داود نے سنن مین ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہین جو اوسکے قرابت والی محرم عورتون کے خاوند ہین ف یہ سب اونکے عرف مین ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر کو کہتے ہین اور ختن بیٹی کے شوہر کو در مختار ص اہل عبارت ہی اوسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہی اوسکے سب عیال کو دلیل امام صاحب کی آیت ہی کلام اللہ کی جیسے وَسَارَ بِأَهْلِهِ اور عرف اہل عرب کا کہ تاہل فلان کہتے ہین جسکی زوجہ ہو ص اور آل عبارت ہی اوسکے اہل بیت سے اور اوسکے باپ دادا بھی اوسمین داخل ہین اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اوسکے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہین قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونون چچاؤن کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموؤن کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہین اگرچہ پھوپھی وارث نہین ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اوسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندونکے لیے یا اونکے اندھون کے لیے یا لنگڑون کے لیے یا اونکے بیکسون محتاجون کے لیے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت اونکے سب داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرونکو ملیگا اور جو فلان شخص کے فرزندونکے لیے وصیت کی تو اوسمین عورتین داخل ہونگی ف جب فلان عبارت ہو قبیلہ یا فخذ سے ورنہ اناث داخل ہونگے در مختار ص وصیت کی کسی شخص کے موالی

کے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی ہین اور آزاد کیے ہوئے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور لفظ عام نہین اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہین کرتا اور بعض کتب شافعیہ مین ہے وصیت کل کے لیے ہوجاویگی

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجرائے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیجائے **ف** یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیوین کہ اوس مین اجرائے وصیت ہوئے **ص** اور غلام مین مہایاۃ کرین **ف** یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ خدمت لیوے اوس قدر غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جس مین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل **ص** اگر موصی لہ موصی کی زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہین تو موصی لہ کو صرف یہی پھل وقت موت موصی کے ملین گے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ بھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے **ف** ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہین گے مگر جب اوسنے ابدا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدومہ پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ مین بخلاف صوف معدوم اور ولد معدوم مین کذا فی الاصل **ص** کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جس کا کوئی وارث نہین ہے دار الاسلام مین ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

ص باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جبکہ اوسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوگی ورنہ رد نہوگی **ف** یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسکی غیبت مین رد کرے تو فریب دہی ہوئے کذا فی الاصل **ص** اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین بعد اسکے پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے

پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب قاضی
نے اوسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے میں اور کسی کو کرسکتا ہے اور جو اپنے
غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ ہیں ورنہ نہیں اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو
قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملاوے پس اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اوسکو معزول
نکرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اوسکا **ف** اور جو قاضی نے باانیہمہ اوسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا در مختار **ص** اگر وصی میت کے دو شخص ہیں تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہیں کرسکتا مگر میت کے
واسطے کفن خرید کرسکتا ہے اور اوسکی تجہیز کرسکتا ہے اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضے کا ادا کرنا اور اوسکے قرضے کا تقاضا
اور مطالبہ اور اوسکے طفل کیواسطے خرید نا حوائج کا اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی
موصی نے وصیت کی ہووے اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا
خوف ہے اوسکا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کرسکتا ہے **ف** امام ابوحنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک
سب کام کرسکتا ہے کذا فی الاصل **ص** وصی کا وصی خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہووے
بہر صورت دونوں ترکونمیں وصی ہے اور صحیح ہے تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار یا صغار کی طرف سے جب غائب ہوں
پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے میں سے دیکر وارثوں کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو وارث موصی لہ سے
کچھ پھیر نہیں سکتے **ف** اسواسطے کہ قسمت صحیح ہوگئی **ص** اور وصی کی قسمت موصی لہ غائب کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست
نہیں ہے تو اگر وصی نے موصی لہ غائب کا حصہ لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو موصی لہ مابقی مال میں سے پھر ثلث لیگا البتہ قاضی
موصی لہ کیطرف سے تقسیم کرسکتا ہے اور حصہ اوسکا لے سکتا ہے اگر وصی نے وارثوں کے ساتھ قسمت کی وصیت حج میں اور حج کی
وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہوگیا خواہ وصی کے پاس سے یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے
مابقی مال کے ثلث میں سے اور وصی کو درست ہے کہ ایک غلام کو ترکے میں سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرضخواہ حاضر ہوویں **ف**
اسلیئے کہ قرضخواہوں کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین ترکے سے در مختار **ص** اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی
قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور قیمت اوسکی لے لی بعد اوسکے وہ قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی
اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے میں سے لے لیوے اسیطرح اگر متروکہ تقسیم ہوا
اور نابالغ کو ایک غلام حصے میں پہنچا اور اوسکو وصی نے بیچکر قیمت اوسکی لے لی پھر وہ قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد
اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال میں سے لیوے اور نابالغ اور وارثوں سے
حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہیں ہے مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگوں کو خرید و فروخت
میں ہوا کرتی ہے نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور حوالہ
قبول کرسکتا ہے اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہیں دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال
جو غائب ہے اوسکی بیع کرسکتا ہے مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہیں ہے اور اوسکے مال میں تجارت نہیں کرسکتا

اور وصی باب سزاوار زیادہ ہی مال صغیر مین اوسکے دادا سے اور اگر نہو وصی پس دادا اور باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر
کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق مین مال ترکہ مین سے اسکے سوا اور جگہ درست
ہی جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور ان شخصین دونون شخصون کی پہلے دونون
مردون کے لیے ہزار درم دین ہونے کی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم
میت پر آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتین
صحیح ہین ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے اون کے لیے ہزار
درم کی وصیت کی ہی تو یہ شہادت باطل ہی یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت
کی ہی اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہی تب بھی باطل ہی

ص کتاب الخنثی

ف یہ کتاب ہی خنثی کے احکام مین ص خنثی وہ ہی جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر
سے تو وہ مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہی ف اسلیے کہ روایت کی ابن عدی نے کامل مین ابن عباس
سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپ نے کہ جہان سے پیشاب کرتا ہی اوسکا
اعتبار ہوگا اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علیؓ سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایۃ ص اور جو
دونون جگہہ سے پیشاب کرتا ہی تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہی اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہہ سے ساتھی
پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثای مشکل ہی اور اعتبار کثرت پیشاب کا ہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار
ہوگا یعنی دیکھا جاوےگا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہی ص یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہین پھر جب بالغ ہوا اور
اوسکی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہی اور جو اوسکے پستان ابھر آئے یا دودھ اوتر آیا یا حیض
آگیا یا حمل رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہی اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون
قسم کی علامتین پائی گئین مثلاً داڑھی بھی نکلی اور پستان بھی ابھر آئے تو وہ خنثای مشکل ہی ف آگے اوسی کے احکام
مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین ص اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرلے اور جو مردون کی صف مین
کھڑا ہووے تو اوسکے داہنے بائین والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرلے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا
بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے
اور مرد یا عورت کو اوسکا ختنہ کرنا مکروہ ہی بلکہ اوسکو ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس مال ہو
ورنہ بیت المال سے خرید دین پھر بیچکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کرلین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے کہ مرد ہی
یا عورت مر جاوے تو اوسکو غسل نہ دیوین بلکہ تیمم کرا دیوین ف اور یہان پر اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی خرید
نہین سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہین ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت درست نہین ہی
اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہی اوسکی قبر پر پردہ کرنا

اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے آوے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھین پھر خنثی کو پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگون کی آنکھ سے پھر خنثی کا کذا فی الاصل

ص اگر خنثای مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ ملے گا **ف** یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ خنثی کو اونکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہی درمختار اور اصل کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اور اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا بیان کیا ہی جس کا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ** گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اوسطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع یا شرا یا قصاص اوسکی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہی **ف** لیکن کتابت تین قسم ہی ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہین ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار نہین ہی دوسری مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے یہ مثل کتابت کے ہی ضرور ہی اسمین نیت یا قرینے سے مثل اشہاد کے مثلا تیسری مستبین مرسوم باین طور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہی خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے کذا فی الاصل **ص** لیکن گونگے پن کا اشارے سے حد نہ پڑیگی اور جسکی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہا اور اوسکے اشارے معلوم ہونے لگین تو مثل گونگے کے اوسکا حکم ہی ورنہ نہین **ف** اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہی اور بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الاصل **ص** چند بکریان ذبح کی ہوئی ہین اور اوسمین بکریان مردار بھی ہین لیکن مردار کم ہین تو سوچ کر کھاوے اگرچہ اضطرار نہووے **ف** اسواسطے کہ حالت اضطرار مین تو مردار بھی کھانا حلال ہی اور اس مین امام شافعیؒ کا خلاف ہی اور دلیل شافعیؒ کی اور ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی فقط الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہونچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے اور مصنف اور مترجم اور کاتب اور مصحح اور اسکے چھاپنے والے کو اور سب مسلمانون کو توفیق خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَغَفَرَ لَنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ

تمت

الحمد للہ والمنہ کہ اب مدعای دلی حاصل ہوا یعنی ترجمہ شرح وقایہ مع چارون جلدون کے بعد تصحیح اغلاط و تحشیہ ضروریہ چھپا باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور مین طبع ہوا

یعنی جس ... [illegible]

وجہ مہر و دستخط
واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہی مہر و دستخط مہتمم کے آخر مین ثبت کیے گئے

فہرست جلد چہارم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

اشتہار

واضح ہو کہ یہ نسخہ **نور الہدایہ** یعنی ترجمۂ شرح وقایہ

کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا۔ اور ہر مرتبہ طالبون کی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا۔ چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہی کہ پہلے نسخون سے یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا۔ اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھ ایک زمانہ گذرا۔ اور اصل نسخۂ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل و دلائل کو ملانے اور جابجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا۔ اور بہت خرچ پڑا۔ اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا۔ تصدیق اس کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہوگی۔ اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی۔ پس جن صاحبونکو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین۔ لیکن کوئی صاحب نفع دنیا کی طمع سے اس دین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپوا کر مؤاخذۂ سرکاری کا بار نقصان نہ اوٹھائین۔ اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشاے قانون بستم ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین محفوظ رکھا گیا ہی

راقم

محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور محلہ پٹکاپور

حدایق البلاغت فارسی
انشای بہار رقم
اخلاق یوسفی
شرح الحروف اردو
افصح الانشا
خرد افروز
تحفہ حامدیہ
بستان التہذیب

کتب فقہ

شرح وقایہ اردو کامل
ظل الغمام
راہ نجات
تعلیم العبادت
حج السبیل
غایت التنقیح
بدر الکمال
تحفۃ المصلین
بدائع منظوم
نام حق
شفاء العلیل
آداب القرآن
مفتاح القرآن
شرق القمرین
گلزار نعت
اوراد احسانی
مقاصد الصالحین
مغازی آنحضرت
فتوح الشام

فتوح المصر
تاریخ بھوپال اردو
ایضاً تاریخ بھوپال فارسی
فتوحات ہند
تاریخ سید سالار مسعود غازی
وزیر نامہ تاریخ اودھ

فہرست کتاب مرآۃ النساء

اعلان

واضح ہو کہ یہ نسخہ نور الہدایہ یعنی
ترجمہ اردو شرح وقایہ کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا اور
ہر مرتبہ طالبون کی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہی کہ پہلے نسخون سے
یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھ ایک
زمانہ گذرا اور اصل نسخہ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل اور دلائل کو ملانے
اور جا بجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا اور
بہت خرچ پڑا اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا تصدیق اس
کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہوگی اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی پس
جن صاحبون کو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین لیکن کوئی صاحب
نفع دنیا کی طمع سے اس دین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپوا کر مواخذۂ سرکاری
کا بار نقصان نہ اٹھائین اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشای قانون
بستم سنہ ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین
محفوظ رکھا گیا ہی فقط

الراقم
محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور
محلہ پٹکاپور